

ایجاد اشکوک

شرف و اخلاق کی شرف لکھنا

شرف : منور شیخ صاحب الدین و شیخ الاسلام

شرف : امام اہل سنت و جلالہ کی دعا گوئی

شرف : منور شیخ صاحب الدین و شیخ الاسلام

شرف : منور شیخ صاحب الدین و شیخ الاسلام

شرف : شیخ الاسلام صاحب الدین و شیخ الاسلام

ایجاد اشکوک

ایجاد اشکوک

إرشاد لہلوک ترجمہ امداد السلوک ماخوذ از رسالہ مکیہ

لعنہ

إمداد السلوک اردو

تصوف و اخلاق کی معروف بلند پایہ کتاب

مُصَنَّف : حضرت شیخ قطب الدین دمشقی نور اللہ مرقدہ

مُؤَلَّف : امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

حَسْبُ الْعِلْم : حضرت مولانا حافظ محمد صائم شہید مدرس اللہ سرہ

مُتَرَجِم : حضرت مولانا محمد عاشق الہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ

مُقَدِّمہ : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری قدس سرہ

ادارۃ البیت
انارکلی لاہور

پہلی بار عکسی طباعت _____ جمادی الثانیہ ۱۴۰۴ھ

مطابق _____ مارچ ۱۹۸۴ء

باہتمام _____ اشرف برادران سلمہم الرحمن

ناشر _____ ادارہ اسلامیات - لاہور

طباعت _____ وفاق پریس - لاہور

قیمت مجلد ڈائی دار عمدہ کاغذ _____ / ۵۵۱ روپے

کتبت _____ مشاق احمد جلالپوری



ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور نمبر ۲

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی نمبر ۱

ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۲

مکتبہ دارالعلوم - ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اِمَّا بَعْدُ

قطب الارشاد امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ فقیہ النفس، درویشِ خدامت، اور علمائے اہل حق کے قائد اور طاقتور اولیاء کے سرخیل ہیں۔ فقہ و تصوف کے جامع اور بادۂ توحید سے سرشار اس ذاتِ گرامی سے علم و عمل کا جو فیضِ عام پھیلا ہے، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اسی فیضِ عام کی ایک کڑی یہ زیر نظر مبارک کتاب ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس رسالہ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے قدوة العارفين، زبدة السالکين حضرت حافظ محمد صامن صاحب شہید تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر فارسی زبان میں لکھا اور اپنے شیخ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام نامی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کا نام "امداد السلوک" رکھا۔ یہ کتاب حقائق تصوف پر مشتمل اور سالکانِ طریقت کے لئے مشعل و رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس اہم کتاب کی افادیت کے پیش نظر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص اور مشہور مصنف و مترجم حضرت مولانا محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے آسان اردو میں اس کا ترجمہ فرمایا جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

موجودہ کتاب کی ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے جس میں اصل مصنف، مؤلف اور مترجم کے تفصیلی

حالات درج کئے گئے ہیں جو ایک عام قاری اور خصوصاً ایک سالک کے لئے بہت ہی نافع مضامین پر مشتمل ہیں۔

ہم نے اس نئے ایڈیشن کی طباعت میں اصل مقدمہ اور کتاب کو بحسنہ محفوظ رکھتے ہوئے مضامین کے مناسب جگہ جگہ عنوانات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کتاب سے استفادہ کرنا اور آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرماتے ہوئے ہمیں اور سالکین و علمائے المسلمین کو اس کتاب سے مکمل استفادہ کرتے ہوئے علم و عمل کی توفیق بخشے اور اس کے نفع کو مزید عام و تمام فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ناشر

اشرف براوران سلمہم الرحمن

ادارہ اسلامیات لاہور

۲۷، راجدی اولیٰ ۱۰۰۲۷



فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸	حکایت نمبر ۶	۹	مقدمہ از شیخ الحدیث
۲۹	حالات بیعت	۹	تمہید
۳۰	اخفاء حال اور اتباع سنت	۱۱	امداد السلوک کی اہمیت
۳۱	شوق شہادت، تاریخ شہادت	۱۱	مختصر حالات مترجم مولانا عاشق الہی صاحب
۳۳	خانقاہ تھانہ بھون کی منظر کشی	۱۲	نسب اور ابتدائی حالات بعلم خود
۳۳	حضرت حافظ ضامن شہید کا سراپا	۱۳	امضافہ از شیخ الحدیث
۳۴	مکتوب حافظ ضامن شہید	۱۴	تعارف امداد السلوک
۳۶	حالات حضرت حاجی امداد اللہ	۱۴	حضرت گنگوہی کے ابتدائی حالات
۳۶	نسب اور ولادت	۱۸	حضرت گنگوہی کا عجیب امتحان
۳۷	تعلیم، سلوک و بیعت	۱۹	حضرت گنگوہی کا ایک عجیب مکتوب
۳۹	شیخ کا انتقال اور سفر حج	۲۲	تعارف رسالہ مکبہ
۴۰	علماء کا رجوع اور ہجرت مکہ مکرمہ	۲۳	شرح فارسی کا تعارف
۴۱	آخر حیات اور وفات	۲۴	حالات حضرت حافظ ضامن شہید
۴۲	دیباچہ امداد السلوک فارسی	۲۶	حکایت نمبر ۱
۴۶	حقیقت تصوف پر قطب العالم کی تحریر	۲۷	حکایت نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶
۴۸	اختتام مقدمہ		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۷۳	طریق سلوک	۴۹	التماس از مترجم
۷۳	نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے	۵۳	آغاز اصل کتاب
۷۶	سیرالی اللہ	۵۳	فصل اول
۷۷	حصول مقصود کے اہم طریقے	۵۳	سلوک سے مراد
۷۸	فصل نمبر ۱	۵۳	ابتدائی طریقت کے معنی
۷۸	با وضو رہنا	۵۳	نہایت طریقت کے معنی
۷۹	فصل نمبر ۲	۵۴	مقامات طریقت
۷۹	روزہ رکھنا اور بھوکا رہنا	۵۵	علم کی ضرورت
۸۰	بھوکا رہنے کا مطلب	۵۶	شیخ کی ضرورت
۸۰	طریق اعتدال	۵۷	احکام شریعت کسی وقت ساقط نہیں
۸۱	فصل نمبر ۳	۵۸	علوم مقصودہ
۸۱	تقلیل کلام	۵۹	وصول الی اللہ کا مطلب
۸۲	فصل نمبر ۴	۶۰	طالب دین کے لئے اہم نصائح
۸۲	دوام خلوت	۶۱	فصل دوم
۸۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت طیبہ	۶۱	ساک کو شیخ کی ضرورت اور شیخ طریقت کی شرائط
۸۷	خلوت پر ایک شبہ کا جواب	۶۲	شیخ کامل کی تلاش
۸۸	حضرت صحابہ کی خلوت بصورت صحبت	۶۲	توحید مطلب
۹۱	خلوت کی مقدار	۶۴	چار باتیں وصول الی اللہ کی رکن
۹۲	خلوت کے فوائد	۶۶	مزید کچھ نصائح
۹۳	نکتہ اور تشبیہ	۶۸	شیخ طریقت کی صفات
۹۴	حاصل کلام	۷۰	شیخ کا اصطلاحی عام ہونا ضروری نہیں
۹۴	فصل نمبر ۵	۷۳	فصل نمبر ۳
۹۷	دوام ذکر		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۵	فصل نمبر ۱۰	۹۹	قلب کی اصلاح کا طریقہ ذکر و فکر
۱۳۵	شیخ کے ساتھ قلب کو مرتبط رکھنا	۱۰۱	اللہ جل شانہ کی یاد
	فصل نمبر ۱۱	۱۰۲	کلر طیبہ کے فضائل
۱۳۶	ترکِ اعتراض	۱۰۲	ذکر اللہ کے فضائل
۱۳۸	ترکِ اعتراض کے مزید احکام	۱۰۶	ذکر اللہ کے آداب و شرائط
۱۳۹	تتمہ : مذکورہ آٹھ شرائط کے فوائد	۱۱۰	فائدہ : شجرہ مصنف
	فصل نمبر ۱۲	۱۱۱	تنبیہ
۱۴۱	مقاماتِ سلوک کا اجمالی بیان	۱۱۱	خلاصہ دستور العمل برائے سالکین
	فصل نمبر ۱۳	۱۱۵	لسانِ ذکر بھی بڑی دولت ہے
۱۴۲	کلام نافع کا بیان	۱۱۵	فناء اور فناء الفناء
۱۴۳	شیخ پر مکمل اعتماد و انقیاد کی ضرورت	۱۱۶	ذکر کو چند امور کا لحاظ رکھنا
۱۴۵	شیخ کا ظاہری و باطنی احترام کرنا	۱۱۷	فائدہ : ذکر کے مراتب
۱۴۶	سالک کے لئے نوافل کی ضرورت کا بیان	۱۱۸	فائدہ : سات اطوار کا بیان
	فصل نمبر ۱۴	۱۲۰	مکر شیطان سے بچنے کی تدبیر
۱۴۷	اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت	۱۲۰	قلب و نفس کو منور بنانے کا طریقہ
۱۴۸	فائدہ : ذکر کے اثرات اور مرید کی ذمہ داریاں	۱۲۱	مجاہدہ کی ضرورت
۱۴۹	شیخ بننے کے لائق کون ہے ؟	۱۲۳	اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا
۱۵۰	مرید کے دو فراتین	۱۲۵	الحاصل : ذکر پر مواظبت
	فصل نمبر ۱۵		فصل ۹
۱۵۱	فرقہ صوفیاء کا ادب	۱۲۸	خواطر کی نفی
۱۵۲	ظاہر انسان اور باطن انسان	۱۲۸	وآرد اور خاطر کی تعریف
۱۵۳	حجاب کا بیان	۱۲۸	خواطر کی قسمیں
۱۵۳	فصل نمبر ۱۶	۱۳۰	خواطرِ حق اور خواطرِ ملک میں فرق
۱۵۴	تصوف کے ظاہری و باطنی ارکان	۱۳۲	خواطر میں امتیاز
۱۵۵	ادب تصوف کا رکن اعظم ہے	۱۳۴	سالکین پر خطرات کا مجموعہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۷۵	تقویٰ کی ضرورت اور اس کے دلائل	۱۵۵	تقوت کیا ہے؟ اور صوفیاء کون ہیں
۱۷۸	تقویٰ اسلام کا رکن اعظم ہے	۱۵۶	صوفیاء کے اخلاق
۱۸۱	فصل نمبر ۱۹ خلوت والوں کے بعض واقعات میں	۱۵۷	معرفت کا بیان
۱۸۲	عناصر اربعہ کی صفات	۱۵۸	معرفت باری تعالیٰ کے بارے میں صوفیاء کے اقوال فصل نمبر ۱۴
۱۸۳	مکاشفہ اور خواب میں احتیاط	۱۶۰	اصول دین کا بیان
۱۸۵	مکاشفات کا فائدہ	۱۶۰	ظاہر اسلام اور حقیقت اسلام
۱۸۶	امور غیبیہ اطفالِ طریقت کی غذا ہیں	۱۶۱	اعتقاد اور حقیقتِ اعتقاد
۱۸۶	واقعاتِ غیبیہ میں شیطان کا دخل	۱۶۱	علمِ راجح
۱۸۸	شیخ کے بغیر چارہ نہیں	۱۶۲	ایمان اور حقیقتِ ایمان
۱۹۰	تلبیس ابلیس	۱۶۳	کفر
۱۹۱	شیطان کی گمراہیوں سے بچنے کا طریقہ	۱۶۴	معرفت کا بیان اور اس کی اقسام
۱۹۱	شیطان کی مزید چال بازیوں	۱۶۵	توحید، اصل توحید
۱۹۲	عقیدہ حلول کی تردید فصل نمبر ۲۰	۱۶۶	حقیقتِ توحید
۱۹۲	امتِ محمدیہ میں ولایت کا بقا	۱۶۸	یقین کی تعریف
۱۹۶	صحابی، تابعی اور ولی کا بیان	۱۷۰	عبادت کے تین درجے
۱۹۶	ولایت عامہ اور ولایت خاصہ فصل نمبر ۲۱	۱۷۱	”حق“ وہی ہے
۱۹۹	سیرِ نفس کا بیان	۱۷۲	حقیقت کیا ہے؟ فصل نمبر ۱۸
۲۰۰	تواضع، عبدیت اور فنایت کا بیان	۱۷۳	ایمان عمل اور تقویٰ کی ضرورت
۲۰۲	خلاصہ طریقت	۱۷۴	ایمان اور تقویٰ کے درجات
		۱۷۵	وصول کسے کہتے ہیں؟



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

مقدمہ ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک

محمد ﷺ و نعلی علی رسولہ الکریم۔
 اس سہ کار کا معمول رمضان المبارک سن ۱۳۳۵ھ سے گذشتہ سال پچاسی ہجری تک
 کیا دن سال ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک قرآن پاک سنانے کا رہا ہے۔ رمضان
 چوالیس ہجری تک جب تک میرے حضرت اور میرے شیخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب
 کا قیام سہارنپور رہا اس وقت تک دس برس مخدومی جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب
 ناظم مدرسہ اجراڑہ جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خدام میں تھے اور حضرت گنگوہی
 کے انتقال کے بعد حضرت سہارنپوری کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ وہ ہر سال رمضان المبارک
 حضرت کی خدمت میں گزارنے سہارنپور تشریف لاتے تھے۔ وہ ظہر کے بعد میرے حضرت
 قدس سرہ کا پارہ سنا کرتے تھے اور عصر کے بعد اس ناکارہ کا سولہ سوال چوالیس ہجری
 کو حضرت اقدس کی مگہ معظّمہ کو روانگی ہوئی اور یہ ناکارہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک سال وہاں
 قیام کے بعد محرم چھپالیس ہجری میں اس سہ کار کی واپسی ہوئی۔ واپسی کے بعد
 سے مختلف اجاب اس ناکارہ پر شفقت کرتے رہے اور ہمیشہ عصر کے شدائد میں
 بھی وہ اس ناکارہ کا قرآن سننے رہے۔ تقریباً پچیس برس تک عزیزان الحاج مفتی
 محمد یحییٰ اور ان کے بھائی الحاج مولوی محمد الیاس صاحب اس ناکارہ پر شفقت
 کرتے رہے اور ہمیشہ عصر کے بعد قرآن سنانا ان کے ذمہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً

تیس سال سے کچھ اجاب یہاں رمضان گزارنے آتے رہتے تھے اور وہ عصر کے بعد قرآن پاک کے سننے میں شریک رہتے۔ یہ ناکارہ بار بار تعاضا بھی کرتا کہ یہ لوگ اپنے اوراد میں مشغول ہوں۔ مگر وہ اندر راہ محبت کلام پاک سننے میں مشغول رہتے۔ یہ ناکارہ بلسان العجم پڑھنے والا ان کے لئے اس کو زیادہ مفید نہیں سمجھتا تھا۔ دو تین سال سے ماہ مبارک میں آنے والوں کا سلسلہ اندازہ سے زیادہ بڑھنے لگا۔ گذشتہ سال دوسو سے متجاوز ہو گیا اور اس سال ماہ مبارک کے ختم پر ساڑھے تین سو سے متجاوز ہو گیا۔ مجھے پانچ سال بھی اس کا بار بار خیال آتا رہا کہ عصر کے بعد کوئی ایسی چیز تجویز ہو جو ان کے لئے مفید ہو۔ مگر سمجھ میں نہیں آئی۔ اس سال یہ خیال میں آیا کہ امداد السلوک اور اتمام النعم ان مہمانوں کے لئے زیادہ مفید ہے بالخصوص ذاکرین کے لئے۔

امداد السلوک شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کی تالیف ہے۔ لیکن فارسی زبان میں ہے جو تالیف کے زمانے میں ہندوستان کے متوسط طبقہ کی گویا مادری زبان تھی۔ جب فارسی زبان عام فہم نہ رہی تو حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ نے اس کا ترجمہ "ارشاد الملوک" کے نام سے اردو میں کیا اور جیسا کہ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مرشد حضرت الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے نام نامی سے استبراک کرتے ہوئے "امداد السلوک" نام رکھا۔ اسی طرح حضرت میرٹھی نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کے نام نامی سے استبراک کرتے ہوئے "ارشاد الملوک" نام رکھا۔

اور اتمام النعم تبویب الحکم کا اردو ترجمہ ہے جس کا حضرت اقدس مرشدی مولانا

خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

کی تعمیل حکم میں ترجمہ فرمایا تھا جیسا کہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

کی اس تقریظ کے اندر آ رہا ہے جو اتمام النعم کے شروع میں ہے اور عنقریب ہدیہ

ناظرین ہوگی۔ چونکہ اتمام النعم مختصر تھی اس لئے حضرت مولانا الحاج خلیل احمد صاحب

کی تعمیل حکم میں حضرت کے مرید اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی نے

اس کی شرح فرمائی جو اکمال الشیم کے نام سے طبع ہوئی۔ جیسا کہ خود مولانا عبداللہ صاحب نے اپنے رسالہ کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ ناکارہ اپنے دوستوں میں سے جو خاکر ہوں ان کو وصیت اور تاکید کرتا ہے کہ امداد السلوک اور اتمام النعم کو خاص طور سے اپنے مطالعہ میں رکھیں اور کثرت سے دیکھتے رہیں اور ارشاد الملوک اور اکمال الشیم انہی دونوں کا ترجمہ اور شرح ہیں اور انہی کے حکم میں ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ بھی اپنے خاص لوگوں کو امداد السلوک کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس ناکارہ کے نزدیک بھی ان دونوں رسالوں کا مطالعہ ذاکرین کے لئے بہت مفید ہے اس لئے اپنے سے بیعت کا تعلق رکھنے والے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ اس ناکارہ کے فضائل کے رسائل کو اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں اور ذاکرین کو ارشاد الملوک اور اکمال الشیم کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھنا چاہیئے اور جن احباب کو اس ناکارہ نے بیعت کی اجازت دی ہے ان کے لئے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی ”تربیت السالک“ اور حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے مکاتیب جو مکاتیب رشیدیہ کے نام سے مطبوع ہیں مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔ اکمال الشیم کے متعلق اس کے شروع میں تمہید آ رہی ہے۔

ارشاد الملوک

ارشاد الملوک حضرت قطب العالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب امداد السلوک کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب فارسی میں تھی جو اس وقت کی عام فہم زبان تھی جب اس کے سمجھنے والے نہ رہے تو حضرت مولانا الحاج عاشق الہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ نے شوال ۱۳۳۲ھ میں اس کا اردو میں سلیس ترجمہ فرمایا۔

مختصر حالات مولانا عاشق الہی صاحب

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نے اپنے ابتدائی حالات الجواہر الزواہر ترجمہ البصائر

میں خود ہی تحریر فرمائے ہیں اور بہت تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں جن کو میں مختصراً نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

نسب :- عاشق الہی بن یاد الہی بن رحم الہی بن فضل الہی کی ولادت پانچ رجب سن ہارہ سواٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) مطابق تین جون سن اٹھارہ سواکیاسی عیسوی (۱۸۸۱ء) یوم جمعہ کو ہوئی۔

چار سال کی عمر میں الف باء شروع ہوئی اور سن ۱۳۰۰ھ میں جب کہ میری عمر چھ سال کی تھی قرآن پاک ناظرہ اور کچھ اُردو کی کتابیں پڑھ لی تھیں اور بے پڑھے اخبارات کو فر فر پڑھنے لگا۔ ۱۳۰۵ھ میں عربی شروع کر دی۔ اس کے بعد انگریزی سکول میں دو سال تعلیم پائی اور اسی طرح متفرق تعلیم ہوتے ہوئے جمادی الثانیہ ۱۳۱۱ھ میں جب کہ میری عمر تیرہ سال کی تھی مدرسہ قومی میرٹھ میں داخل ہوا اور ابتداء سے میزان وغیرہ شروع ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ میں مشکوٰۃ شریف شروع ہو گئی جب کہ عربی شروع کئے ہوئے صرف دس مہینے ہوئے تھے۔ دو سال میں جملہ کتب صحاح و دینیات ختم ہو گئیں اور حضرت مولانا میر حسن صاحب امر وہی نے دستار بندی فرمائی۔ اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔

ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ میں میرا نکاح اول ہوا۔ اور اسی سال رجب ۱۳۱۵ھ میں لاہور مولوی فاضل کی تعلیم کے لئے چلا گیا اور انلی نمبر کی کامیابی حاصل کی۔ ۲ محرم ۱۳۱۶ھ کو کامیابی کا انعام لینے کے لئے لاہور روانہ ہوا تو راستہ میں گنگوہ حضرت قطب العالم گنگوہی قدس سرہ سے بیعت کی۔ ایک شب قیام کے بعد لاہور روانہ ہو گیا۔ واپسی پر ۱۳۱۷ھ میں ندوۃ العلماء کی طلب پر ملازمت پر گیا اور ۲۶ محرم ۱۳۱۷ھ کو ندوہ میں پچیس روپے ماہوار پر میرا تقریر دار العلوم ندوہ کی دوم مدرسہ پر ہو گیا۔ لیکن اب ہوا کی عدم موافقت اور اکابر کے عدم پسندیدگی کی وجہ سے آخر رجب میں واپسی ہو گئی اور کچھ دوپہ قرمن لے کر صفر ۱۳۱۸ھ میں خیر المطابع کے نام سے مطبع کھولا، جس میں اجرت پر کتابیں طبع کرانے لگا اور ساتھ ہی مفید کتابوں کے تراجم میں مشغول ہو گیا اور سب سے اول قرآن مجید کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیا اور ۱۳۱۹ھ میں بصورت جامل

اس کو طبع کرایا۔ وہ بہت مدد فرخت ہو گئی اور ۱۳۲۰ھ میں اس کو دوبارہ طبع کرایا اور اس کے ساتھ ہی اپنی تالیف ”الاسلام“ طبع کرائی جس میں اتنا نفع ہوا کہ جس سے میرا قرضہ بھی ادا ہو گیا اور مجھ پر حج بھی فرض ہو گیا۔

۱۴ رجب ۱۳۲۱ھ کو مع اپنی والدہ کے حج کے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ بدامنی کی وجہ سے جاننا نہ ہو سکا۔ محرم ۱۳۲۲ھ میں سفر حج سے واپسی ہوئی اور اپنے سابقہ تجارتی مشغلہ میں مشغول ہو گیا۔ شوال ۱۳۲۳ھ میں دوسرا حج جو اپنے والد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے حج بدل تھا کیا اور ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں سفر حج سے واپسی ہوئی۔ ۱۳۲۶ھ میں ”تذکرۃ الرشید“ شائع کی اور ۱۳۲۸ھ میں جب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے بھی دفعۃً حج کا ارادہ کر لیا۔ اسی سفر میں شام، فلسطین اور مصر کا بھی سفر کیا اور ۱۳۳۳ھ میں یہ رسالہ ”ارشاد السلوک ترجمہ امداد السلوک“ تصنیف اور طبع کیا۔

۲۲ محرم ۱۳۳۴ھ کو میری پہلی اہلیہ نے انتقال کیا اور تین لڑکے (ڈاکٹر محمود الہی مولوی حافظ مسعود الہی، حافظ مقبول الہی) اور دو لڑکیاں پسماندگان چھوڑیں۔ اسی سال ربیع الاول ۱۳۳۴ھ میں میرا دوسرا نکاح ہوا اور ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ میں مع دوسری اہلیہ کے چوتھے حج کے لئے روانہ ہو گیا۔ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو واپسی ہوئی۔ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ میں پانچویں حج کے لئے روانہ ہوا۔ حج سے فراغت پر مصر جا کر ٹائپ خرید جس پر ہندوستان اگر جمع الفوائد“ طبع کرائی۔ (یہ حالات ”الجواہر“ سے ماخوذ ہیں)

اضافہ از ذکر یا

۱۳۳۴ھ میں جب کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ مستقل

قیام کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو تین جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ کو تین حضرات کا مدرسہ مظاہر العلوم کی سرپرستی کے لئے انتخاب فرمایا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دانے پوری، حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی، الحاج شیخ رشید احمد صاحب میرٹھی ثم پاکستانی نور اللہ مرقدہم۔

یہ حضرات آخر حیات تک مظاہر العلوم کے سرپرست رہے۔ حضرت میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتہائی مشاغل کے باوجود بہت ہی زیادہ انہماک اور توجہ سے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار سمجھ کر مظاہر کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ یابد و شاید۔ بار بار تشریف لاتے۔ مدرسین کے اسباق میں بھی تشریف رکھتے۔ مدرسہ کے حسابات کو بھی بہت اہتمام سے ملاحظہ فرماتے۔ مولانا کو دفتری اور حسابی کاموں سے بھی بہت زیادہ مناسبت تھی۔ مالیات کے رجسٹروں کا گہری نظر سے مطالعہ فرماتے۔ خزانہ کی پڑتال کرتے۔ سال میں کئی کئی مرتبہ طلب پر اور بلا طلب دفعہ بھی بار بار تشریف لاتے۔ ۱۳۲۸ھ کے آخر میں چھٹے حج کے لئے تشریف لے گئے اور بیس محرم ۱۳۲۹ھ کو حجاز سے واپسی ہوئی۔ حضرت میرٹھی نے الجواہر میں اپنے پانچ حج تحریر فرمائے ہیں۔ اس کے بعد اس ناکارہ کو بھی ایک حج یاد ہے جس کو بندہ نے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا نے کوئی اور بھی حج کیا ہو جو مجھے یاد نہیں۔ مولانا انتہائی ذکی، انتہائی مدبر، ظریف اور خوش مزاج تھے۔ لیکن منکر است پر بہت زیادہ غصہ آجاتا جو بسا اوقات سخت کلامی تک پہنچ جاتا۔ اول حضرت اقدس مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے بیعت کی تھی، وہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت اقدس ترہ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہاجر مدنی سے رجوع کیا اور حضرت ہی سے خلافت اور اجازت بیعت سلوک ملی۔ حضرت اقدس سہارنپوری کے وصال کے بعد مرشد اول کی سوانح عمری کی طرح مرشد ثانی کی سوانح بھی "تذکرۃ الخلیل" تصنیف فرمائی۔ جس میں حضرت مولانا منظر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب دانے پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انہوڑی، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

کے مختصر حالات بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف و تراجم مولانا کی تصانیف میں مشہور و معروف ہیں۔

یکم رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۵ اگست سن انیس سو اکتالیس (۱۹۴۵ء) دو شنبہ کی صبح کوچھ بجے وصال ہوا۔ چار بجے شام کو مکان کے قریب ہی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حادثہ کے وقت بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور الثمر قدہ ایک سفر سے سہارنپور واپس تشریف لائے اور اس ناکارہ ذکر یا سے ارشاد فرمایا کہ حضرت میرٹھی کی شدتِ علاقت کی خبر میں سنی جا رہی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ رائے پور جانے سے پہلے حضرت میرٹھی کی عیادت بھی کرتا جاؤں۔ بشرطیکہ آپ بھی ساتھ ہوں۔ میں نے قبول کر لیا اور قرار پایا کہ اتوار کے دن جا کر دیوبند حضرت اقدس مدنی نور الثمر قدہ کی خدمت میں قیام کیا جائے اور پیر کی صبح کو میرٹھ روانگی ہو۔ چنانچہ اتوار کو دیوبند حاضر می ہوئی اور پیر کی صبح کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب میرٹھ جانے کی اجازت چاہی تو حضرت مدنی قدس سرہ نے فرمایا کہ آج عقیقہ ہے، بکرے ابھی ذبح کرتا ہوں اس کا گوشت کھا کر جائیں۔ لیکن مولانا میرٹھی کی کرامت ہو یا حضرت رائے پوری نور الثمر قدہ کی کہ حضرت سے اجازت لے کر میرٹھ روانگی ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چھ بجے مولانا کا انتقال ہو چکا ہے اور دو تار سہارنپور پہلا حادثہ کی اطلاع کا اور دوسرا جنازہ کی نماز میں انتظار کا سہارنپور جا چکے ہیں اور حادثہ کی اطلاع کا تار دیوبند حضرت مدنی رح کی خدمت میں بھی جا چکا ہے اور حضرت میرٹھی کی وصیت کے موافق جنازہ کی نماز میں اس ناکارہ کا انتظار تھا۔ جنازہ تیار تھا اور مکان سے متصل مسجد میں دکھا ہوا تھا اور زائرین کا ہجوم ہو رہا تھا۔ اس وقت حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعمیل ارشاد نہ ہونے کی ندامت بھی جاتی رہی۔ بعد میں حضرت اقدس مدنی نور الثمر قدہ نے بھی جانے کی تصویب فرمائی۔

حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی تعانیف بھی متعدد ہیں جو عام فہم ہونے کے علاوہ بہت زیادہ دینی حیثیت سے مفید ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ سب نایاب ہو گئیں۔ یہ رسالہ ارشاد الملوک بھی حضرت میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعنیف ہے۔ اللہ جل شانہ پڑھنے والوں کو اس سے مستمع فرمائے اور حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہ اور ان کے مرشد اعظم قطب العالم حضرت مولانا گنگوہیؒ، جن کی کتاب امداد السلوک کا یہ ترجمہ ہے اور اصل رسالہ مکیہ کے مصنف نور اللہ مرقدہ تینوں حضرات کی ارواح مقدسہ کو پڑھنے والوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے اور ان ارواح پر اللہ تعالیٰ کی بہت بہت رحمتیں نازل ہوں کہ سالکین کے لئے اصل کتاب اور اس کا ترجمہ بہت ہی نافع ہے۔ اللہ یوفقنا
لما یحب ویرضی۔

تعارف امداد السلوک

یہ کتاب جو رسالہ مکیہ کی چند فصول کا فارسی ترجمہ ہے۔ قطب عالم قطب ارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تالیف ہے۔ حضرت قدس سرہ کے مفصل حالات حضرت کی سوانح "تذکرۃ الرشید" میں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نے بہت بسط و تفصیل کے ساتھ دو جلدوں میں شائع فرمائی ہیں اور اس کی تیسری جلد مکاتیب رشیدیہ کے نام سے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو حضرت گنگوہیؒ نے اپنے پیرو مرشد کو یا حضرت نے اپنے مریدین کو تحریر فرمائے۔ یہ خطوط بہت ہی اہم ذخیرہ ہے اور تذکرۃ الرشید میں حضرت قدس سرہ کے حالات بہت ہی تفصیل سے لکھے گئے ہیں جس کو تفصیل دیکھنی ہو تذکرۃ الرشید کو دیکھیں اور یہ ناکارہ بھی حضرت اقدس گنگوہیؒ کے مختصر حالات اپنی کتاب اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے مقدمہ میں اور لامع الدلای علی جامع البخاری میں ہندبان عربی لکھ چکا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مولانا الحاج رشید احمد ابن مولانا ہدایت احمد

ابن القاسمی پیر بخش الایوبی الانصاری کی ولادت چھ ذیقعدہ ۱۲۸۴ھ دو شنبہ کے دن گنگوہ میں ہوئی۔ حضرت قدس سرہ کے والد ماجد کا انتقال ۱۳۵۲ھ میں ہوا جب کہ حضرت قدس سرہ کی عمر شریفین سات برس کی تھی۔ حضرت کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب اکابر علماء میں تھے اور جامع شریعت و طریقت تھے اور حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی کے خلفاء میں تھے۔ حضرت قدس سرہ نے ابتدائی کتب فارسیہ اپنے بڑے بھائی مولانا عنایت احمد صاحب سے پڑھیں اور کچھ اپنے ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحب سے پڑھیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں قصبہ رامپور ضلع سہارن پور میں پڑھیں۔ اس کے بعد تکمیل علوم عربیہ کے لئے ۱۳۶۱ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریفین بترہ برس کی تھی دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ہدایت النور وغیرہ پڑھتے تھے، وہاں کے قیام میں بعض متفرق اساتذہ سے کتابیں پڑھیں اور علوم عربیہ کا زیادہ حصہ استاد الکمل حضرت مولانا ملوک علی صاحب نانوتوی نور الثمر قدس سرہ سے جو اس وقت دہلی کے مشہور مدرسہ عربک کالج میں ملازم تھے پڑھا۔ حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ قاضی، صدر شمس یازغہ وغیرہ اپنے استاد الکمل حضرت مولانا ملوک علی صاحب نانوتوی کے سامنے ایسا پڑھتے تھے جیسا کہ حافظ قرآن پڑھتا ہے۔ معقول کی بعض کتابیں العلامة الشہیر مفتی صدر الدین صاحب سے بھی پڑھیں اور حدیث شریفین کی جملہ کتب بقیۃ السلف حجة السلف شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشبندی سے ایسے انہماک اور مشغولی کے ساتھ پڑھے ہیں کہ کھانا پینا اور سونے کی جملہ ضروریات میں صرف سات گھنٹہ خرچ ہوتے تھے اور جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہ کی عمر شریفین اکیس سال کی تھی اپنے وطن گنگوہ تشریف لاکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مختلف علوم نحو، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں ہمہ وقت اشتغال رہتا تھا۔ ۱۳۱۵ھ کے ختم تک یہ سلسلہ رہا اور ۱۳۱۵ھ سے صرف حدیث پاک کی تدریس کا مشغلہ رہ گیا اور بنفس نفیس تنہا صحاح ستہ کی جملہ کتب خود پڑھاتے۔ شوال میں دورہ حدیث شریفین کا سبق شروع ہوتا اور شعبان میں جملہ کتب حدیث کی تعلیم پوری فرمادیتے اور اپنی

تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی سے واپسی پر جب کہ حضرت گنگوہ میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ غالباً ۱۲۶۶ھ میں ایک ضرورت سے تھانہ بھون جانا ہوا اور وہاں قطب العالم، سلطان العارفین، شیخ المشائخ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ و اعلیٰ اللہ مراتبہ سے حضرت حافظ محمد صامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر بیعت کی نوبت آئی جس کی تفصیل تذکرۃ الرشید میں وضاحت سے موجود ہے۔ یہ تھانہ بھون کی حاضری ایک دو روز کے قیام کے ارادے سے تھی لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے لطف و کرم سے سلوک کا مرتبہ عالیہ بھی موقعہ پر عطا فرمانا تھا اس لئے امر روز و فردا میں چالیس روز قیام ہو گیا اور اعلیٰ حضرت مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ سے خلافت و اجازت بیعت لے کر جو بیعت سے ساتویں ہی دن مل گئی تھی جس کی تفصیل قابل دید تذکرۃ الرشید جلد اول میں ہے گنگوہ واپس تشریف لے آئے۔ اس ناگوار سے تعلق رکھنے والوں کو تذکرۃ الخلیل اور تذکرۃ الرشید کا مطالعہ بہت اہتمام سے کرنا چاہیئے۔ دونوں کتابیں بہت اہم ہیں۔

تذکرۃ الرشید حصہ دوم میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے امتحان لینے کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تھانہ بھون کے چالیس روز قیام اور اس چلہ میں آپ کا امتحان بھی لیا گیا جس کے متعلق حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت پر کھانے کا باد ڈالنا گوارا نہ کیا۔ آخر میں نے یہ سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی، انصاف چاہی۔ حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو۔ میں خاموش ہو گیا۔ قیام کا قصد تو کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان پر تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع فرما کر فرماتے لگے کہ ”میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھاٹیو“ دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالے میں معمولی سا لٹھا۔ اعلیٰ حضرت

نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا۔ مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ اپنی طرف رکھا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا۔ میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا۔ بھائی صاحب رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے، اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے۔ اعلیٰ حضرت نے بے ساختہ جواب دیا۔ اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں چمادوں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا۔ اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا۔ مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے۔ اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے۔ جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔

اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا۔ اس کے بعد فرمایا ”اسی لئے مجھے کچھ آیا نہیں“ اہا بلغظم الغرض حضرت قدس سرہ تھا نہ بھون سے خلعت خلافت کے ساتھ گنگوہہ واپس تشریف لے آئے اور مستقل قیام گنگوہہ ہی فرمایا جس میں درس و تدریس و افتاء اور طالبین کے سلوک کی تکمیل دن رات کا مشغلہ تھا اور سینکڑوں نے علوم ظاہریہ و باطنیہ میں حضرت سے استفادہ کیا۔

مکتوب حضرت گنگوہی قدس سرہ | حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اپنے ایک عریضہ میں جو اپنے شیخ و مرشد

حاجی صاحب کے اس والہ نامہ کے جواب میں جس میں حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی کے حالات دریافت کئے تھے لکھا ہے اور مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہو گیا ہے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں :-

” حضور نے جو بندہ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماواے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے دو برو عرض کردوں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو

کیا کروں؟ بنا چاری کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ حضرت مرشد من علم ظاہری کا توبہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دُور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے اس سال تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں سے وہ ہیں کہ انہوں نے دس جادی کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس ثمر سے زیادہ کوئی ثمر نہیں اگر قبول ہو جائے اور حضرت کے اقدامِ نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذرِ قلب میں غیر حق تعالیٰ سے نفع و ضرر کا التفات نہیں۔ واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ لہذا کسی کے مدح و ذم کی پرواہ نہیں رہی اور ذام و مادح کو دُور جانا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً غنبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اسی نسبتِ یادداشتِ بے رنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوارِ حضرت سے پہنچا ہے۔ پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چٹھی ہے۔ یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جمبوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو ہیں ہے وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں۔

والسلام ۱۳۰۶ھ

یہ بیٹھ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا اپنے شیخ و مرشد کے نام ۱۳۰۶ھ کا ہے اور ۱۳۲۳ھ میں حضرت کا وصال ہے۔ ان سترہ سالوں میں کہاں تک پہنچے ہوں گے اس کا معمولی سا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس سہارنپوری مہاجر مدنیؒ، حضرت اقدس شیخ الہندؒ دیوبندی اور قطب الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مراقدم کے علاوہ جن کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے۔ اور تذکرۃ المرشید میں ان کے اجمالی حالات موجود ہیں اور بہت سے حضرات حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدین اور مریدین میں ہیں اور حضرت اقدس مولانا الحاج

محمد ایسا صاحب بانی تبلیغ نظام الدین، حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے مریدین میں اور حضرت کے خلیفہ اول یعنی حضرت سہارنپوری کے خلفاء میں ہیں۔

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے یہاں تعلیم ظاہری و باطنی کا سلسلہ آخر ۱۳۱۳ھ تک رہا اور ۱۳۱۴ھ کے شروع میں چونکہ نزول آب ہو گیا تھا اس لئے علوم ظاہریہ کے اشتغال کے اوقات بھی تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس میں صرف ہونے لگے اور آٹھ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ جمعہ کے دن جمعہ کی اذان کے وقت اس عالم سفلی کو الوداع فرمایا.. اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات میں درجہ شہادت بھی عطا فرمانا تھا اس لئے ایک نہایت ذہریلے اور بہت بڑے سانپ کے ڈسنے سے جس نے تہجد کی نماز میں قدم بوسی کی تمنا میں پائے مبارک کو ڈسا اور حضرت قدس سرہ کو نماز کے استغراق میں پتہ بھی نہیں چلا جب صبح کی نماز کے لئے غایت اسفار میں مسجد میں تشریف لائے تو خدام نے دیکھا کہ پائے مبارک اور پانچہ سب خون آلود ہے۔ تب حضرت کو خبر ہوئی اور مات لدیناً کا مرتبہ شہادت بھی حاصل ہوا۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کی بارہویں یا تیرہویں شب میں ڈسنے کا قصہ پیش آیا اور باختلاف روایت ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ کو وصال ہوا۔ بعض حضرات کا سحر کا بھی خیال تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہو چکا تھا، اس لئے ہر نوع کے علاج معالجات کئے گئے مگر اِنَّ اَجَلَ الشَّيْءِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ اَعْلَى اللّٰهُ مَرَاتِبُهُ وَ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَرَّقَدَهُ وَ رَزَقَنَا مِنْ اَتْبَاعِهِ جُمُعَةً وَ مَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

حضرت اقدس مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے ”امداد السلوک“ کے شروع میں ایک خطبہ اور تمہید بھی تحریر فرمائی تھی جس کو حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی نے اختصاراً شروع میں تحریر نہیں فرمایا۔ ترجمہ کے خاتمہ پر مختصر ذکر اس کا التماس از مترجم کے ذیل میں فرمایا ہے۔ اس نابکار نے استبراکا اس ویباچہ کو مع اذو ترجمہ کے شروع میں ذکر کیا ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ۔

تعارف رسالہ مکیہ

جس کی چند فصلوں کا ترجمہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے امداد السلوک کے نام سے کیا ہے۔ یہ شیخ المشائخ قدوة العارفين مرجع الخلائق شیخ قطب الدین قدس سرہ کی تالیف ہے۔ لیکن افسوس کہ اس ناکارہ کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے تفصیلی حالات اب تک نہ مل سکے۔ کشف الظنون میں اس طرح لکھا ہے: الرسالة المکیة للشیخ الامام قطب الدین عبد اللہ بن محمد بن ایمن الاصفہدی۔ اور شرح فادسی میں جس کا ذکر عنقریب آ رہا ہے، لکھا ہے کہ رسالہ مکیہ تصنیف ملک المشائخ والاولیاء بدر الزہاد و الاتقیاء شیخ قطب الدین دمشقی نور اللہ مرقدہ و برود مصنفہ شرح مذکور میں رسالہ مکیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ اما بعد فقد الفت هذا التالیف فی مکة شرفها اللہ تعالیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ "رسالہ مکیہ" کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اس کی ابتداء تالیف ہوئی ہے۔ اس کے بعد شرح مذکور میں یہ عبارت ہے۔ ثم استدرکتہ بدمینة دمشق۔ و نادت فیہ فوائد۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل تالیف مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور اس پر نظر ثانی اور اضافے دمشق میں واپس آ کر ہوئے۔

اس رسالہ کے نسخے بھی معروف کتب خانوں میں نہیں ملے۔ البتہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دو نسخے موجود ہیں، ان میں سے ایک نسخے کے ختم پر کاتب نے مصنف کا نام شیخ قطب الدین دمشقی السہروردی الکبراوی لکھا ہے۔ شیخ قطب الدین کے زمانہ میں ایک مشہور بزرگ حضرت جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت متوفی ۷۸۵ھ گزرے ہیں، ان کے یہاں رسالہ مکیہ کی تعلیم کا بہت زور تھا۔ ان کے ملفوظات بھی ملفوظ المخدوم کے نام سے ایک صاحب نے جمع کئے ہیں جس کا ترجمہ الدر المنظوم کے نام سے مطبع انصاری دہلی میں ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔ اس میں بھی رسالہ مکیہ کا کئی جگہ ذکر ہے اور مخدوم صاحب کے ملفوظات میں یہ بھی ہے کہ یہ رسالہ خود مصنف نے مجھے دیا ہے۔ نیز ان کے ملفوظات

میں یہ بھی ہے کہ جس وقت شیخ مکہ عبداللہ یافعی اور شیخ مدینہ عبداللہ مظہری نے وفات پائی تو اپنے فرزندوں کو وصیت کی کہ تم شیخ قطب الدین دمشقی صاحب رسالہ مکیہ کے پاس جاؤ اور ان سے سلوک سیکھو۔ مخدوم صاحب کے ملفوظات میں رسالہ مکیہ کی مضامین بھی کثرت سے نقل کئے گئے ہیں۔ ایک دوسرے ملفوظ میں لکھا ہے کہ جب مخدوم صاحب رسالہ مکیہ کا سبق پڑھا ہے تھے فرمایا کہ یہ ایک عمدہ رسالہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں اس رسالہ کو شیخ مکہ عبداللہ یافعی کے رو برو درویشان طالب پڑھتے تھے دعا گو سماع تمقا۔ کاغذ کے دام نہ تھے کہ اس کو لکھتا۔ اس وقت وہ سننا کام آتا۔ شیخ قطب الدین دمشقی نے جس وقت اس رسالہ کو تمام کیا تو آنے والوں کے ساتھ دعا گو کے پاس بھیج دیا۔ کشف البطنون میں شیخ قطب الدین کا سن وفات نہیں لکھا ہے۔ البتہ سوانح مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں لکھا ہے کہ مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ قطب الدین دمشقی کا وصال ۷۸۰ھ میں ہوا۔

شرح فارسی

جس کا ذکر رسالہ مکیہ کے ذیل میں آچکا ہے۔ یہ رسالہ مکیہ کی فارسی قلمی شرح ہے جو مظاہر علوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ بڑی تقطیع کے آٹھ سو چوبیس صفحات پر آئی ہے جو شیخ سعد بن بطن ابن شیخ محمد ساکن خیر آباد کی تالیف ہے۔ جیسا کہ اس شرح کے اول و آخر میں لکھا ہے، یہ اپنے زمانے کے اولیاء کاملین میں ہیں اور نزہۃ الخواطر ص ۷۱ میں ان کا مختصر ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے: الشیخ العالم اللکبیر العلامة سعد المدین ابن القاسمی بڈھن ابن الشیخ محمد المقدوائی الا ناھک ثم الخیر آبادی احد العلماء المبرزیات فی النحو والحر بیہ والفقہ والاصول والنصوف۔ ان کے والد خیر آباد کے قاسمی تھے۔ ان کی ابتداء عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے اپنی والدہ کی آغوش اور تربیت میں پرورش پائی اور حفظ قرآن اور علوم ظاہریہ کے فراغ کے بعد علم سلوک و طریقت شیخ شاہ مینا لکھنوی سے حاصل کیا اور بیس سال تک ان کی خدمت میں رہے اور اپنے شیخ کے وصال کے بعد مدت تک

لکھنؤ میں ان کی جگہ تلقین و افادہ میں مشغول رہے۔ اس کے بعد خیر آباد منتقل ہو گئے اور وہاں ایک بہت بڑی خانقاہ قائم فرمائی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے پانچ کے نام نزہتہ میں ذکر کئے ہیں۔ شرح بردوی، شرح حسامی، شرح کافیہ، شرح مصباح شرح رسالہ مکیہ۔ اس شرح میں اپنے پیر شیخ مینا کے اقوال بھی بہت کثرت سے نقل کئے ہیں۔ ان کی وفات ۸۸۲ھ میں ہوئی۔

ان کے شیخ طریقت شیخ مینا کا ترجمہ بھی نزہتہ الخواطر میں تفصیل سے لکھا ہے اور ان کے بڑے بڑے مجاہدات کا ذکر کیا ہے جن کو پس کر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ صائم الدہر، قائم اللیل اپنے ستانے والوں کو دعائیں دیتے۔ ان کا انتقال ۲۳ ذیقعدہ ۸۶۳ھ یا اس کے کچھ بعد ہوا، مختلف اقوال لکھے ہیں۔ شرح فارسی میں اپنی شرح کا نام "مجمع السلوک والفوائد" لکھا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت جنید قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ مرید کو شیخ کے ملفوظات اور حکایات سے کیلغائے ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تقویتِ دل اور مجاہدات پر ثبات قدمی اور مشائخ سے جو طلب کا عہد کیا تھا اس کی تجدید۔ عزم کیا گیا کہ کیا قرآن پاک سے اس کی کوئی دلیل ہے؟ فرمایا کہ ہاں! وَكَلَّمَ نَقصُ عَلَيْنَا مِنْ أَنْبَاءِ الْمُرْسَلِينَ مَا نُنَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ اور اکابر کا ارشاد ہے کہ مشائخ کے کلمات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں یعنی اگر شیطان طلب اور مجاہدہ کے زمانے میں کوئی شک و شبہ ڈالے تو مشائخ کے کلمات کو اہتمام سے دیکھے تاکہ اس کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ملے اور وساوسِ شیطانی سے خلاصی نصیب ہو۔

حالاتِ حافظ محمد صابن صاحب شہید نور اللہ مرقدہ و بردوجہ

جن کے حکم سے رسالہ امداد السلوک کی تالیف ہوئی ہے جیسا کہ امداد السلوک کے دیباچہ میں آ رہا ہے اور انہی کی سفارش پر حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی

بیعت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ہوئی تھی جس کی تفصیل تذکرۃ الرشید“
جلد اول میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے سلوک و تحصیل طریقت کے عنوان میں مذکور ہے۔
حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے پیر بھائی اور شیخ المشائخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب
جھنما نوی نور اللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں تھے۔ بڑے خداداد سیدہ صاحب کشف و
کرامات اور نہایت ظریف الطبع تھے۔ آپ کا وطن تھانہ بھون ضلع مظفرنگر ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء
کے معرکہ میں حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین وغیرہ اکابر کے ساتھ جہاد میں شریک تھے بلکہ پیش روؤں میں تھے۔ اسی
معرکہ میں حضرت حافظ صاحب کی شہادت ہوئی۔ جس کے متعلق تذکرۃ الرشید جلد اول
میں لکھا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خادمانہ و مریدانہ تعلق پر اعلیٰ حضرت کے
ساتھ توجو کچھ وابستگی تھی وہ تھی ہی مگر چچا پیر حضرت حافظ صاحب صاحب کے ساتھ
بھی نہایت ہی درجہ مخلصانہ انس تھا اور حضرت حافظ صاحب بھی مولانا کے گویا
جاندادہ عاشق تھے۔ اسی گھمسان میدان میں مولانا کو پاس بلایا اور فرمایا۔ میاں رشید
میرادم نکلے تو تم میرے پاس ضرور ہونا۔“ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حافظ صاحب دھم
سے زمین پر گرے۔ معلوم ہوا کہ گولی کا دی لگی ہے اور خون کا فوارہ بہنا شروع ہوا۔
حافظ صاحب کا زخم سے چور ہو کر گرنا تھا اور حضرت امام ربانی کا لپک کر رتی نعش
کا کاندھے پر اٹھانا قریب کی مسجد میں لائے اور حضرت کا سراپنے زانو پر رکھ کر تلاوت
قرآن میں مشغول ہو گئے۔

دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا کی اس مردانگی پر تعجب تھا کہ کس اطمینان
کے ساتھ سنان مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے اپنے نور دیدہ چپکے سفر آخرت کا سماں دیکھ
رہے ہیں اور اپنے عاشق محبوب کی نزع کا آخری وقت نظارہ کر رہے تھے۔ آنکھوں
میں آنسو تھے اور زبان پر کلام اللہ۔ یہاں تک کہ حافظ صاحب کا آپ کے زانو پر سر
رکھے وصال ہو گیا اور حضرت مولانا چچا کی وصیت کو پورا کرنے کے باعث مسرور
ہو کر باطمینان اٹھ کھڑے ہوئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہید

کی تمامی نسبت حضرت قدس سرہ کی طرف منتقل ہوئی۔ ذالک فضل اللہ الیومینہ من یشاء۔
اللہ اللہ جس بزرگ نے دس برس ہوئے اعلیٰ حضرت سے سفارش کر کے حضرت مولانا کو بیعت
کرایا اور اعانت کے ایک کلمہ الخیر سے ہمدردی ظاہر فرمائی تھی وہ قدسی نفس مرید آخری
وقت میں اس آخری خدمت کو انجام دینے کے لئے قدرت کی طرف سے تجویز ہوا تھا۔
جس میں کوئی پاس تھا نہ قریب، یگانہ یگانہ بیگانہ۔ آخر جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے
پھپھا چھوٹا تو حضرت اپنے شہید و فار و حانی مرئی کی نعش کو کاندھے پر لے کر اٹھے اور
چار پائی پر لٹا کر یکے بعد دیگرے سے مکان بھون میں بسمت مغرب زمین کی گود کے حوالے کیا۔
حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہ کے سر مبارک پر شہادت کے وقت جو دستار مبارک
تھی اس کے متعلق عزیز مولوی مجتبیٰ رامپوری حال مقیم کراچی لکھتے ہیں۔ میرے پاس
جو تبرکات ہیں ان میں دستار مبارک پر تاریخ شہادت ۲۲ محرم الحرام ۱۲۶۲ھ یوم دو شنبہ
قلمی لکھی ہوئی ہے فقط۔ عزیزم مولوی مجتبیٰ، حضرت مولانا احمد صاحب رامپوری بن
حضرت مولانا حکیم صیاد الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ
حضرت حافظ صاحب کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ اسی تعلق سے غالباً یہ دستار مبارک
ان تک پہنچی۔ حضرت حافظ صاحب بہت ہی صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان کی متعدد حکایات
ادواح ثلثہ میں مذکور ہیں جن کو یہ ناکارہ یہاں نقل کرتا ہے۔

حکایت | فرمایا کہ جب کوئی حافظ محمد صامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آتا
تو فرماتے کہ دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمد
کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب ان سے پوچھ لے اور اگر تجھے مرید ہونا
ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحب کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں حاجی صاحب ان سے
مرید ہو جا اور اگر حقہ پینا ہے تو یادوں کے پاس بیٹھ جا۔ اذ نہ کر یا عفی عنہ۔ اس
سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کے یہاں ہر وقت حقہ بازی ہی
کا مشغلہ رہتا تھا۔ بلکہ بہت سے اکابر کے یہاں مہمان نوازی کے سلسلے میں حقہ کا

خاص اہتمام رہتا ہے اس وجہ سے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں اس کا خاص اہتمام رہتا ہوگا اور بضرورت کسی وقت خود بھی نوش فرمالتے ہوں گے۔

حکایت نمبر ۲ فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اگر کوئی آکر کہتا کہ حضرت میں نے اپنے لڑکے کو حفظ شروع کر دیا ہے۔ دعا فرما دیجئے تو فرماتے کہ ارے بھائی کیوں جنم لوگ لگایا؟ یہ تبتیہ ہے اس پر کہ عمر بھر اس کی حفاظت واجب ہوگی۔ اگر اس کی امید نہ ہو تو ناظرہ ہی پڑھا دو اور حفظ سے روکنا نہیں ہے، مگر پیرایہ ظرافت کا ہے باعتبار مذاق مخاطب کے کہیں آخر میں وہ اس کو معصیت نہ سمجھنے لگے۔

حکایت نمبر ۳ فرمایا کہ ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو، یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے؟ تب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔

حکایت نمبر ۴ فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرشد حضرت میاں جیو کے ہمراہ ان کا جوتا بغل میں لے کر اور تو برہ گہر دن میں ڈال کر جھنجھانہ جاتے تھے اور ان کے صاحبزادے کی کسرال بھی وہیں تھی لوگوں نے عرض کیا کہ اس حالت میں جانا مناسب نہیں۔ وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ رشتہ کی ایسی تلیسی میں جائے، میں اپنی سعادت ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

حکایت نمبر ۵ فرمایا کہ ایک نوجوان حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آنے لگا تھا۔ حضرت کی برکت سے اس کی کچھ حالت بدلتے لگی۔ اس کے باپ نے حافظ صاحب سے شکایت کی کہ جب سے لڑکا آپ کے پاس آنے لگا ہے بگڑ گیا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوش میں فرمایا کہ

ہم کو تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔ ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے۔ ہم کسی کو بلاتے تھوڑا ہی ہیں جس کو سٹورنا ہو تو وہ ہمارے پاس نہ آئے، ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔

حکایت نمبر ۶ فرمایا کہ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درخواست پر حضرت میاں بخو قدس سرہ نے بیعت سے اول انکار کر دیا تھا مگر یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اصرار مطلق نہیں کیا۔ جب تقریباً دو تین مہینے آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن حضرت میاں بخو نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں۔ مگر خلاف ادب ہونے کے سبب اصرار بھی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا ورنہ کئی دور رکعت نفل پڑھ آؤ پھر حضرت نے سلسلہ میں داخل فرمایا۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت کے متعلق تفصیلی مضمون مولانا

الحاج علی میاں کے مکتوب میں آ رہا ہے۔

حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ کی مجلس میں بھی حضرت حافظ صاحب شہید نور اللہ مرقدہ کے تذکرے اکثر رہتے تھے جن میں سے بعض کو تذکرۃ الرشید میں ذکر کیا ہے۔ تذکرہ حقہ دوم میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج آدمی تھے۔ مجھ سے کمال الفت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ گنگوہ میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے ان کی دعوت کی وہ لکڑہارا تھا آپ نے قبول فرمائی۔ کچھ دیر بعد حافظ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے والد نے بھی التجا، ضیافت کی چنانچہ وہ بھی قبول کر لی۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت وہ پہلا ناراض ہوگا۔ تو حضرت حافظ صاحب نے مگہ بنا کر فرمایا کہ ہم اس کا منہ توڑ دیں گے اور کہا کہ وہ لاوے گا کیا، پانچ چھ روٹیاں اور پیالہ بھر دال، سویہ اتنے آدمیوں کو کافی نہ ہوگا۔ ہم اس کا لایا ہوا بھی دکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہوا بھی اور پھر کھا دیں گے۔ چنانچہ وہ لکڑہارا آیا تو پانچ چھ روٹیاں جو کی لایا اور ایک لوٹے میں سیر بھر کے قریب دودھ حضرت

سہ داماد حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ، اور حضرت ہی سے حدیث پڑھی۔ ۱۲

حافظ صاحب نے اُس کو دکھ لیا اور لکڑے ہارے کو رخصت کر دیا۔ جب دوسرے شخص بھی کھانا لے آئے تو آپ نے پہلا کھانا بھی نکلوایا اور سب کو ملا کر کھایا۔

حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کوئی مفصل سوانح عمری اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزری۔ لیکن متفرق حالات حضرت اقدس گنگوہی، حضرت نانوتوی وغیرہ اکابر کی سوانحوں میں ملتے ہیں۔ البتہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کے خادم خاص اور مجاز حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے ایک رسالہ "مونس یاراں" کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو سنا ہے کہ مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات کچھ حجاج کرام مکہ مکرمہ سے نقل کر کے لاتے رہے اور مختلف رسائل میں طبع ہوتے رہے۔ میری درخواست پر مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے اپنے ایک خط میں رسالہ تذکرہ دیوبند نومبر ۱۹۶۱ء سے نقل کر کے بھیجے ہیں جو بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق مونس یاراں میں لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اس ذاتِ عالی کو کیا بے نظیر پیدا کیا تھا کہ کچھ کہا نہیں جاسکتا اور بایں صورت و شان باکمال ایسے بے ساختہ اور بے تکلف تھے کہ تصنع کا گمان بھی نہ آتا تھا اور ظاہر و باطن وہ صاف معاملہ تھا کہ زیادہ کی بُو پاس نہ تھی اور ہر ایک یہ جانتا تھا کہ مجھ سے نہایت محبت رکھتے ہیں۔ ہیبت حق چہرہ پر نور سے ایسی عیاں تھی کہ ہر ایک دفعہ آنکھ نہ ملا سکتا تھا اور مردم شناسی کا یہ ملکہ تھا کہ کبھی خطا نہ ہوتی تھی اور جیسا جس کو دیکھتے ویسے ہی اس سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ غرض کسی حال میں افراط و تفریط نہ تھی اور باوصف خانہ دارمی اور اہل و عیال کے نہایت آزاد اور مستثنیٰ رہتے تھے۔ گویا فکر دنیا پاس بھی نہ آیا تھا۔ دانا بے ثئے عمر اور علمائے زمانہ ہر ایک مخلص اور منقاد تھا، نادان اور منافق سے کچھ باک نہ تھا۔ ہر وقت عشق الہی میں مست و مرشار رہتے تھے۔ دل کی کیفیت چہرہ مبارک پر معلوم ہوا کرتی تھی۔ آنکھیں ہر وقت نم رہتی تھیں، محبت الہی کا صورتِ شریف پر ہر آن ظہور تھا۔

حالاتِ بیعت | حکیم ضیاء الدین صاحب لکھتے ہیں کہ وقتِ عمر حضرت میاں نجیو قبیلہ

نے ارشاد فرمایا کہ تم آیت کریمہ ایک لاکھ ۲۵ ہزار مرتبہ ختم کر لو۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے بعد عصر آیت کریمہ شروع کی اور اگلی عصر تک ختم فرما کر اس جگہ سے اٹھے اور اس ایک رات دن میں بجز حاجت ضروری یا نماز وغیرہ ضروریات کے کوئی بات نہ کی۔ جب میاں جی صاحبؒ نے ذکر و اشغال تلقین فرمائے۔ اسی ہمت اور استقامت کے ساتھ انجام کو پہنچائے۔ سوائے اور اشغال کے چند روز میں جس دم کی یہ مشق حاصل فرمائی تھی کہ ایک دم میں ذکر نفی و اثبات بعد شرائط پانچ سو مرتبہ پہنچا کر چھوڑ دیا۔ حاجت نہ ہوئی ورنہ خدا جانے کہاں تک کثرت فرماتے اور کئی سال تک فقط آدھ پاؤ کے بقدر کھانا نوش جان فرمایا کرتے تھے اور ربط قلب شیخ کے ساتھ اس قدر پیدا کیا تھا کہ بالکل محو اور فنا فی الشیخ ہو گئے تھے۔ ۱۵ شعبان شبِ برأت سے آخر رمضان شریف تک ڈیڑھ مہینے تمام شب مشغول رہتے تھے۔ شب کو لیٹنا سونا بالکل موقوف کر دیتے تھے۔ چند روز میں کمال جذب کے ساتھ سلوک طے فرمایا اور اس قدر کمال توحید اور وسعتِ حال حاصل ہوئی کہ خارج از بیان ہے۔ اس وقت تمام درویش اہل حال فنِ تصوف میں پیشوا سمجھتے اور خاص و عام دریافتِ حال و مقام میں حیران تھے۔

اخفاءِ حال | ابتداءِ حال میں حضرت حافظ صاحبؒ کو قمریوں سے شوق تھا۔ ایک روز بعد کھانا کھانے کے ایک دوٹی قمریوں کے لئے لائے جس وقت قریب پنجرے کے پہنچے تو ایک قمری نے صدائے حق سرہ سنائی۔ اس صدا کو سنتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ناگاہ ایک شخص آگیا، اس وقت ہوش اچھا تھا گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور یوں فرمایا دیکھو اکثر آدمی راہ میں پانی گمادیتے ہیں، لوگ رپٹ کر گرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا اخفاءِ حال تھا کہ حتی المقدور اپنے حال کو باتوں سے چھپا دیا۔ اسی وجہ سے آپ کے اکثر حال اور خرق عادات ظاہر نہ ہوئے۔

اتباعِ سنت | حافظ صاحبؒ اتباعِ سنت اور استیصالِ بدعت میں بہت اُگے تھے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ اتباعِ شریعت یہ کچھ تھا کہ ادنیٰ بدعت بھی بڑے سے اکھاڑ دیا کرتے تھے اور خود مسائل مختلف فیہا میں احتیاط پر عمل فرمایا کرتے

تھے اور اوامر و نواہی میں شانِ فاروقیت کا عروج ہوتا تھا۔ زہد و تقویٰ پر ایسی مکر حسیبت
باندھی تھی کہ جان تک سے دریغ نہ فرمایا۔ اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں۔ مختصر یہ کہ
ایک دریا نے نور تھا، نور محمدی کا ظہور تھا۔

شوقِ شہادت | شہادت کے سال حافظ صاحب اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو
خوڑیں پیالے لئے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا
جی چاہے لے لیوے حکیم صاحب کہتے ہیں۔ ان ایام میں حضرت پیر و مرشد (حافظ صاحب)
دلولہ محبتِ الہی میں ایسے مُست اور محمود ہوئے تھے کہ اکثر ذکر شہادت بزرگان تھا اور
بہت باتیں اصرار کی کہ اُٹھتے تھے۔ انخلاء حال کا چنداں خیال نہ رہا تھا اور جو کوئی مستعدی
بیعت ہوتا تھا بر خلاف عادت فوراً بیعت کر لیتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے حافظ صاحب
انخلاء حال اور مریدانہ کرنے پر مستقل مزاج نظر آتے تھے۔ ستر حال کا بہت خیال تھا،
آزادانہ وضع رکھتے تھے۔ بوسیہ سفارش حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ میں مشرف
بہ بیعت ہوا تھا "میدانِ شہادت میں جانے سے پہلے جو زیب و زینت کی اس کا نقشہ
حکیم صاحب نے اس طرح کھینچا ہے۔

”جس وقت ارادہ معرکہ کا کیا غسل فرما کر سب لباس نیازیب بدن شریف فرمایا اور
یہ لباس بہت روز پیشتر سے رکھ چھوڑا تھا۔ حالانکہ اُن کے بعد کے بنائے ہوئے کپڑے
استعمال فرمائے اور وہ لباس اس دن کام آیا۔ نعلین شریفین کچھ بوسیدہ نہ تھیں مگر وہ بھی
نئی منگا کر زیب پادکین اور یہاں تک سامان لباس وغیرہ کا اہتمام کیا تھا کہ خوشبو ملی
اور سمرمہ لگایا۔ دستار بیچارہ، سپاہیانہ وضع، شمشیر لے کر شہرت دیدار کی تمنا میں علم جو اُتر گیا
اٹھا کر مردانہ اور مشتاقانہ برسرِ معرکہ جاں بحق تسلیم فرمائی۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔
در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کابنجا ملک الموت نہ گنج بد ہرگز

تاریخِ شہادت | حکیم صاحب کہتے ہیں۔ آپ نے ۲۲ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو پیر کے
دن ظہر کے وقت شہرتِ شہادت نوش جاں فرمایا۔ حکیم صاحب

کے بھائی محمد علاؤ الدین صاحب رامپوری نے "شہادت مرشد ہادی" تاریخ شہادت نکالی۔

دوسری تاریخ بیدل صاحب نے نکالی ۵

بیدل آن وقت کہ حافظ ضامن

شادرنواں شد و گفت این تاریخ

میاں جی عبدالغفور کوئی بزرگ اس وقت ہوں گے۔ انہوں نے یہ تاریخ نکالی ۵

حوریں سب مل کر کہہ بولیں واہ واہ

پیر کے دن خلد میں پیر آگئے

فقط (مکتوب الحاج علی میاں)

تقویم العالم میں ۲۲ محرم ۱۲۴۳ھ دو شنبہ کے دن ۱۴ ستمبر ۱۹۲۵ء ہے۔ سر نہ قنا اللہ

شیئاً من اتباعہ۔

علی میاں کا خط ماہنامہ تذکرہ دیوبند جہادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق نومبر ۱۹۶۱ء

سے التقاط ہے۔ یہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امرہوی کا مضمون ہے جو اس سال حج کو گئے

تھے اور مددگہ صولتیہ سے اس رسالہ کے کچھ اقتباسات نقل کر کے لائے تھے۔ سنا ہے کہ

اصل رسالہ طویل ہے۔ مولوی نسیم احمد صاحب نے اس کے کچھ اقتباسات کئے ہیں اور علی میاں

نے اس میں سے اقتباسات کئے ہیں۔ اصل تذکرہ سے چند امور کا اضافہ کرتا ہوں۔ اصل

رسالہ میں مؤلف کا نام محمد ضیاء الدین بن غلام محی الدین بن غلام مصطفیٰ انصاری رامپوری درج

ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ۱۲۵۰ھ کے معرکہ جہاد میں جب مرشد کمال حضرت حافظ صاحب تھانوی

شہید ہو گئے تو راہ سلوک طے کرنے والے مرید مہجور کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ قلق و

اضطراب کا عالم تھا ان کے قلب و جگر کی کائنات پر فرقت حبیب کا صدمہ جانکا چھایا ہوا تھا

اسی عالم یاس و حرمان اور کیفیت رنج و غم میں اپنے پیر و مرشد کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اصل

رسالہ میں کرامات پیر و مرشد کا بھی ایک باب ہے۔ حضرت نانوتوی کا لکھا ہوا مرثیہ بھی ہے

اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا لکھا ہوا ہر پائے حافظ بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہے

لیکن حافظ صاحب کا سن پیدائش، آپ کے ابتدائی حالات، تعلیمی کیفیات، اولاد، حتیٰ کہ

عمر کی مقدار تک بھی موجود نہیں ہے۔ حکیم صاحب خانقاہ معانہ بھون کا ایک منظر اس

طرح بیان فرماتے ہیں -

خانقاہِ تقانہ بھون کی منظر کشی | جب وہ پستانِ امیرِ الہی آباد تھا اور نخل مراد پر بارعجب رنگ و روپ رہتا تھا کہیں درس علم اور

کہیں تعلیم عمل، کبھی وعظ و نپند، کبھی زبان بند، مشغول با خداوند، کہیں حلقہ توجہ کا، کہیں جلوہ ذکر جبر کا کسی کو حالتِ گریہ، کسی کو قہقہہ، کوئی مست و بے ہوش، کوئی محو و مستغرق، دل دنیا سے فارغ اللہ کا طالب، ہر ایک اپنے حال میں مست، ایک عین رحمت حق تھا کہ ناگاہ برباد ہوا جب کبھی اس مجمع خیر کا ذکر ہوتا ہے، سینہ میں تار سا نکل جاتا ہے اور دل مضرب بے اختیار تڑپ اٹھتا ہے۔ ہر چند چاہتا ہوں کہ روکوں مگر دل مضطر پر کوئی بھی بس نہیں چلتا۔

ضبط کروں فریاد کروں گریہ کو روکوں لیکن دل بیتاب کو روکوں یہ ہو نہیں سکتا

حضرت ضامن شہنید کا سہرا پاپا | دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے آپ کا

سہرا پالکھا ہے جس میں سو سے زائد اشعار اصل رسالہ میں ہیں۔ ان میں سے نصف کے قریب مولوی نسیم صاحب نعل کر کے لائے ہیں۔ وہ رسالہ میں درج ہیں ان سے انتخاب کر کے خلاصہ کے طور پر چند امور لکھے ہیں :- حضرت حافظ صاحب بوقت شہادت جوان تھے اور دارمی کے بال سیاہ تھے، خوش رو، بارعجب گور سے چٹے تھے، چیمکت کے کچھ داغ آپ کے چہرہ پر تھے جو بہت خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ آپ کی آنکھیں بارہ معرفت کے نشہ سے مخمور اور سرخ رہتی تھیں۔ آپ سر کو منڈواتے تھے۔ گردن بلند تھی۔ سینہ پر سیاہ بال تھے۔ بھنوؤش آپس میں پیوستہ نہ تھیں بلکہ کشادہ تھیں۔ قد و قامت متوسط نہایت موزوں، چہرہ پر تبسم کی کیفیت نمایاں رہتی تھی۔ فیضِ صحبت ایسا بے نہایت تھا کہ جب لوگ سامنے بیٹھتے تھے خیالِ دنیا نہ آتا تھا۔ عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی۔ خیر و برکت کا یہ مجمع حضرت حاجی صاحب، حضرت حافظ صاحب، مولانا شیخ محمد صاحب وغیرہ قصبہ تقانہ بھون مسجد پیر محمد میں جمع ہو گیا تھا اور محو طے ہی عرصہ میں اس قدر تعلیم و تلقین جاری ہوئی کہ عالم میں شہرہ ہو گیا۔ ہر طرف سے طالبِ خدا اور درویش وقت رجوع ہونے لگے اور اپنے

اپنے حوصلہ کے مطابق فیض یاب ہوتے تھے عجائب کیفیت وہاں رہتی تھیں کہ نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سُنیں۔ ہر چند غور کیا مگر اس مجمع کو رنج و راحت دینا سے بے فکر پایا۔ بجز یادِ خدا کسی شے کا فکر و اہتمام کرنے نہ دیکھا۔ جو اخلاص سے چند روز بھی صحبت میں رہ گیا ایک حال پیدا کر کے لے گیا۔ سالہا سال کے عابد و زاہد دیکھے جو کچھ اُن کے قلب میں اثر ہو جاتا تھا۔ شہادتِ موصوفین کی خدمت میں چند روز کے طالبوں کو اس سے بہتر پایا۔ غرضیکہ وہاں اول ہی ایک نسبت کا اثر ہو جاتا تھا۔

شہادت کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت نعتِ مبارک لینے آئے تھے جسمِ شریف سے عطرِ حسن اور گلاب کی خوشبو آتی تھی۔ اس نالائق (حکیم صاحب) کا دماغ اس خوشبو سے مشرف اور معطر ہوا اور جناب حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ صاحب) نے بھی اس وقت اس کی تصدیق فرمائی۔ حضرت پیر و مرشد نے ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہونے سے اس نالائق کو ایک عنایت نامہ ارقام فرمایا تھا۔ وہ گرامی نامہ فارسی زبان میں تھا بعینہ ترجمہ اس کا درج کرتا ہوں۔

مکتوب حافظ ضامن شہید | برادر دینی حکیم محمد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالیٰ العبد سلام
واضح رائے ہو کہ تمہاری تحریر کے موافق دل میرا متنی ملاقات

ہے۔ لازم ہے کہ بغور (جلد بعد) مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچ آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ توقع میں حسرت ملاقات کی دل میں رہ جائے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ باقی حال بر وقت ملاقات بیان کیا جائے گا۔

مرزا غالب کے شاگرد مولوی عبد السمیع بیدل رامپوری نے ایک قطعہ لکھا تھا جس سے معرکہ جہاد پر بھی روشنی پڑتی ہے وہ تذکرہ میں موجود ہے اور ان کی لکھی ہوئی تاریخ بھی اوپر گزر چکی ہے۔ حضرت حافظ صاحب کی شہادت کے بعد حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مہراٹے وسیع ہموار اور منبرہ نثار ہے، اس کی وسعت اور فرحت و فناء کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس میدان میں ایک درخت اس قدر بلند ہے کہ سر اس کا آسمان کے قریب ملا ہوا ہے اور بہت خوبصورت ہے۔ چند شاخیں اس کی سر جھکائے

جھوم رہی ہیں اور ان میں کجیور کے سے خوشے نہایت خوش وضع کے ساتھ لٹکتے ہیں اور بیچ ان شاخوں کے ایک تخت نفیس و خوب صورت قائم ہے۔ اس پر حضرت پیر و مرشد جلوہ فرما ہیں اور وہ شاخیں ہر جہاں سو پر سایہ فلگن ہیں۔ عجیب آن بان، شوکت و شان اس حال باکال میں شکی تھیں۔ یہ معاملہ دیکھ کر اس قدر فرحت و اطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہوئی کہ بالکل محو اور مستغرق اس حال میں ہو گیا۔ جب بایں ہیبت دیکھا تو اس نالائق کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت کچھ حال اپنی شہادت کا بیان فرمائیں تو بہتر ہے۔ اس بات کے دل میں وارد ہوتے ہی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے اس نے مجھ کو شہداء میں بڑا مرتبہ عنایت فرمایا اور بڑی نعمتیں عطا فرمائیں، مگر حقہ کا ذکر آیا تھا، اس نالائق کے دل میں خطرہ گزرا کہ آپ سے گرفت ہوئی ہوگی۔ اسی وقت فرمایا کہ نہیں، فقط ذکر آیا تھا۔ یہ فرما کر اور اس ہیبت کو چھوڑ کر دکھلایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ درج دہان مبارک میں شکر بھری ہوئی ہے۔ حکیم صاحب نے اس خواب کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ میں نے بخور خیال کر کے دیکھا تھا کہ حضرت حافظ صاحب کے دہن شریف سے حقہ کی بونہ آتی تھی۔ حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت حافظ صاحب تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک جانور مردار (مردہ) پڑا تھا اور دو سگ بچے (گتے) گرد اس کے تھے، ایک دوسرے کو کھانے نہیں دیتے تھے باہم غرا رہے تھے۔ یہ دیکھتے ہی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے بعینہہ مثال دنیا داروں کی ظاہر کر رکھی ہے کہ دنیا مردار پڑی ہے اور دنیا دار کتے لڑتے ہیں۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے حالات قلبی میں کچھ فتور واقع ہوا تو خواب میں آکر یوں فرمایا، تھوڑا کھایا کرو اور لباس جیسا ملا ویسا پہن لیا۔

اس کے بعد صاحب تذکرہ نے حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے مرتبہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں، جو حکیم صاحب نے پورے لکھے تھے۔ ان میں سے چند کا انتخاب کیا ہے۔ یہ قصیدہ قصائد قاسمیہ میں پورا چھپا ہوا ہے اور چونکہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کی فرمائش اور درخواست پر گویا انہی کی طرف سے لکھا تھا۔ اس لئے آخری شعر

میں انہی کے نام پر اختتام کیا ہے۔ مگر چونکہ خود حکیم صاحب نے یہ بتایا ہے کہ حضرت نانوتوی کا ہے اس لئے تردد نہیں ہے اور قصائد قاسمیہ میں چھپا ہوا بھی ہے۔

السید الفیخ العریب جم حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ

جن کے نام نامی سے استبراک حاصل کرتے ہوئے حضرت گنگوہی قدس سرہ نے "امداد السلوک" نام رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت نے کتاب کے خطبہ میں خود تحریر فرمایا ہے۔

اصل اسم گرامی جو آپ کے والد ماجد نے رکھا تھا وہ امداد حسین تھا اور تاریخی نام نسب ظفر احمد رکھا گیا تھا۔ لیکن مسند عصر شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نے اپنی کرامت سے ہونہار بچے ہی کو خلقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی امداد تجویز کر لیا تھا اس لئے امداد اللہ کے ساتھ بلقب فرمایا تھا اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ اسی لقب نے شہرت پائی۔ حضرت حاجی صاحب کے والد کا نام حافظ محمد امین بن شیخ حافظ بڈھا بن شیخ حافظ بلاتی۔ اُس کے کانسب امداد المشتاق میں کئی پشت تک لکھا ہے۔ آپ کانسب پچپن واسطوں سے حضرت ابراہیم بن ادھم نور اللہ مرقدہ پر جا کر ملتا ہے جو روحانی سلسلہ میں بھی آپ کے اجداد میں ہیں۔ لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت حاجی صاحب کے نسب نامہ میں بڑی ہی تحقیق فرمائی ہے جو رسالہ "النور" سوال ۳۱۴ میں مذکور ہے۔ اس میں نسب کے سلسلے میں کچھ اشکالات بھی کہے ہیں اور حضرت ابراہیم بن ادھم کے واسطہ ہونے میں بھی اشکال کیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فاروقی النسب اور حنفی المذہب، طریقت و معرفت کے امام الائمہ تھے۔ حضرت کی متعدد سوانح کرامات امدادیہ، کمالات امدادیہ اور امداد المشتاق کے نام سے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تالیف فرمائی ہیں۔

ولادت | حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۲ھ بروز دوشنبہ بمقام

قصہ نانوتویہ ضلع سہارنپور میں ہوئی جو حضرت حاجی صاحب کی نانمال کا وطن ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے دو بڑے بھائی ایک چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی ہمشیرہ تھی۔ حضرت حاجی صاحب کی عمر تین سال کی تھی کہ حضرت کو اعلیٰ حضرت سید صاحب شہید قدس سرہ کی آغوش میں دے دیا گیا اور حضرت شہید قدس سرہ نے بیعت تیرک سے نوازا دامداد المشاق حضرت حاجی صاحب کی عمر بھی سات ہی سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ چونکہ حضرت کی والدہ مرحومہ کو آپ سے عشق کے درجہ کی محبت تھی اس لئے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے اس بچے کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے۔ اس وصیت کا اثر حضرت حاجی صاحب کی ابتدائی تعلیم پر بھی پڑا کہ اعزہ نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔

تعلیم | لیکن چونکہ حضرت حاجی صاحب کو مرجع الخلاق بنانا تھا بلا کسی کے تحریص و تنبیہ کے خود ہی کلام مجید حفظ کرنا شروع کر دیا اور ۱۲۴۹ھ میں جب کہ حضرت کی عمر شریف سولہ سال کی تھی استاذ الکل حضرت مولانا ملوک علی صاحب نانوتوی کے سامتہ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مختلف علماء سے علوم ظاہریہ کی تحصیل شروع فرمائی اور کتب فارسی اور ابتدائی کتب عربیہ پڑھیں۔ لیکن چونکہ حضرت قدس سرہ کو علوم باطنیہ میں سید الطائفہ بنانا تھا اس لئے شروع ہی سے حضرت نور اللہ مرقدہ کو علوم باطنیہ کی طرف کشش شروع ہو گئی تھی اور ۱۵ برس کی عمر میں شیخ وقت حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نقشبندی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اذکار نقشبندیہ شروع کر دیئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں شیخ کی طرف سے خرقہ اجازت بھی مل گیا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو کلام نبوی کی طرف کشش اور جذب ہوا اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد قلندر صاحب جلال آبادی سے اور حصن حصین اور فقہ اکبر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیں۔ یہ دونوں حضرات حضرت مولانا مفتی الہی بخش صاحب کاندھلوی اور مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے شاگرد و رشید تھے۔

سلوک و بیعت | ان ایام میں حضرت حاجی صاحب کے اوپر علم تصوف کا بہت زیادہ

غلبہ تھا اور مثنوی مولانا دوم کا بہت کثرت سے مطالعہ فرماتے اور ہمیں بہت لطف آتا تھا اور قلب مبارک میں ذوق و شوق اور اضطراب روز افزوں تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی، اس حالت میں کہ رعب کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب کا قدم نہیں اٹھتا تھا کہ حضرت کے جد امجد ملا بلاتی صاحب تشریف لائے اور حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر شیخ المشائخ حضرت میا بنی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ حضرت کو حضرت میا بنی صاحب سے نہ واقفیت تھی اور نہ نام وغیرہ کچھ معلوم اس لئے بیدار ہونے پر بہت ہی اضطراب اور بے چینی میں وقت گزرتا رہا کہ یہ کون بزرگ ہیں، کہاں رہتے ہیں؟ حضرت حاجی صاحب کے اس اضطراب و بے چینی کو دیکھ کر حضرت کے استاد مولانا قلندر صاحب نے مشورہ دیا کہ تم لوہاری جاؤ وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں، شاید ان کی صحبت سے تمہاری بے چینی کم ہو۔ حضرت حاجی صاحب پر اضطراب اس قدر غالب تھا کہ اس فقرہ کو سن کر فوراً اپنا پیادہ لوہاری چل دیئے اور افتان و خیزاں وہاں حاضر ہوئے اور جیسے ہی نظر پڑی تو چہرہ مبارک کو دیکھ کر وہ خوابی چہرہ جس کی ایک زمانے سے جستجو اور تلاش تھی مل گیا اور چہرہ انور کو دیکھ کر فوراً قدموں پر گر گئے۔ حضرت میاں جی صاحب نور اللہ مرقدہ نے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور سینہ سے لگا کر فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت وثوق ہے۔ یہ پہلی کرامت تھی جو حضرت میا بنی صاحب کی دیکھی اور بیعت ہو کر کچھ دنوں قیام کیا اور حضرت میاں جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں سے خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور روانگی کے وقت حضرت میاں جی صاحب نے ایک امتحان فقرہ فرمایا کہ

”کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟“

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ یہ فقرہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ صرف محبوب حقیقی کی خواہش ہے، دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے۔ حضرت میا بنی صاحب نے یہ فقرہ سن کر حضرت حاجی صاحب کو بخلگیر فرمایا اور بہت دعائیں دین۔

شیخ کا انتقال اور سفر حج

۱۲۵۹ھ میں حضرت میا بنی صاحب کا وصال ہوا اور حضرت کے وصال کے بعد حضرت حاجی صاحب پر

پھر ایک بے چینی اور اضطراب کا غلبہ ہوا اور صحرا نوردی شروع فرمادی۔ چھ مہینہ تک یہ سلسلہ رہا کہ نہ دن کی خبر نہ رات کی۔ ہفتوں کا فاقہ۔ ۱۲۶۰ھ میں فخر الرسل سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھر زیارت ہوئی اور حضرت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس آؤ۔ اس خواب سے مدینہ پاک کی حاضری کا اضطراب بڑھا اور ۱۲۶۱ھ کو جدو کے قریب ایک بندر گاہ پر اترے اور سیدھے عرفات تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پر چند روز مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور فخر المحدثین حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی وغیرہ حضرات کے فیومن سے تمتع حاصل کیا۔

حضرت شاہ صاحب نے چند وصایا بھی فرمائیں کہ اپنے کو کمترین مخلوقات میں سے سمجھنا اور حرام مشتبہ لقمہ سے احتراز کرنا کہ یہ لقمہ ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور الم تعلم بان اللہیری کے مراقبہ کی بھی تلقین فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ زیارت اقدس سے فراغ کے بعد ہندوستان جانا ضروری ہے۔ انشاء اللہ پھر انقطاع تعلقات کے بعد دوبارہ آکر ٹھہرنا۔ حضرت حاجی صاحب پر وہاں کے قیام کا اشتیاق غالب تھا۔ حضرت سید قدرت اللہ صاحب بناری ثم الکتی نے جو کرامات و خوارق میں بہت مشہور تھے اپنے چند مریدوں کو حضرت حاجی صاحب کے ساتھ کر دیا کہ ان کو بحفاظت لے جائیں اور ساتھ ہی واپس لائیں۔ مدینہ پاک کی حاضری پر جو فیومن و برکات حاصل ہوئے ان کی تفصیل تو بہت طویل ہے۔ ایک مرتبہ روضۃ من ریامن الجنۃ میں مراقبہ کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحب کے سر پر عمامہ رکھ دیا۔ مدینہ کے قیام کے دوران میں حضرت شاہ غلام تفسی صاحب جھنجھانوی ثم المدنی نور اللہ مرقدہ سے اپنا قیام مدینہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ابھی چندے اور صبر کرو۔ پھر انشاء اللہ واپسی ہو جائے گی۔ اس لئے ۱۲۶۲ھ میں ہندوستان کو واپسی ہوئی تو طالبین کی طرف سے بیعت کا اصرار شروع ہوا اور حضرت حاجی صاحب تواضع

اور انکساری سے انکار فرماتے رہے کہ پھر اشارہ غیبی سے بیعت ارشاد شروع ہوئی۔

ابھی چند ہی حضرات حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے
علماء کا رجوع تھے اور حاجی صاحب کا اور ان کے مہانوں کا کھانا ان کی بھانج

کے گھر سے آتا تھا۔ حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے خواب میں دیکھا کہ سید الکونین فخر الانبیاء
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی بھانج سے فرمایا کہ اُمّہ امداد اللہ
 کے مہانوں کا کھانا نہیں پکاؤں گا، ان کے مہان علماء ہیں۔ اس علماء کی جماعت میں
 سب سے پہلے حضرت اقدس قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں
 اور ان کے بعد فخر المتکلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی بیعت
 ہوئی۔ ان دونوں حضرات کا بیعت ہونا تھا کہ علماء کی بیعت کا سلسلہ چل پڑا۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے قلب اطہر میں حجاز کے قیام کا وہ ولولہ
ہاجرت جو اس سے پہلی حاضری کے وقت سے موجزن تھا بڑھتا رہا کہ اتفاوت

غدر ۱۸۵۷ء کا حادثہ پیش آیا اور انگریزوں نے بادشاہ اسلام کے ساتھ غدیر کیا اور
 اس ہنگامہ کے دلسوز واقعات اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی کرامات اور
 خوارق اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا اجمالی ذکر بھی دشوار ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس
 سرہ کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے متعدد رسائل امداد المشتاق، کرامات امدادیہ
 کمالات امدادیہ میں مختصر طور سے مذکور ہیں۔

بہر حال اس حادثہ جانگاہ کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو ہند کو
 خیر باد کہنا پڑا۔ چنانچہ ۱۲۷۶ھ میں براہ کراچی مکہ مکرمہ پہنچے اور جبل صفا پر سیٹھ اسماعیل کی
 رہا میں قیام فرمایا اور تمام اوقات خلوت اور مراقبہ میں گزرتے تھے۔ ایک مرتبہ
 مراقبہ میں اشارہ غیبی ہوا کہ عارف کو کسی بھی سنت نبوی کا ترک نہیں کرنا چاہیے اس لئے
 نکاح ضروری ہے۔ حضرت قدس سرہ کی طبیعت یکسوئی اور انقطاع الدنیا کی وجہ سے
 اس سے متوحش تھی۔ لیکن اس الہام کی وجہ سے تقریباً پچاس سال تجرد میں گزارنے
 کے بعد ۲۱ رمضان المبارک ۸۲ھ کو نبی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خاں مرحوم رامپوری

سے جن کے والدین پہلے ہی الوداع کہہ چکے تھے بعض ساٹھ ریال فرانسیسی جو تقریباً ایک سو پچیس روپے ہندی سکتے سے ہوتے ہیں مہر پر نکاح کیا۔ ۹۴ھ میں بعض مخلص خدام نے بہت شدید امرار اور الحاح کے بعد حضرت کے شدید انکار کے باوجود محلہ عازۃ الباب میں ایک مکان خرید کر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت قدس سرہ نہایت ضعیف الجثہ اور خلقتہ للعمم تھے۔ اس پر مجاہدات و ریاضات اور قلب منام قلت طعام اور اس سب

آخریات و وفات

سے بڑھ کر عشق الہی کے اضطراب و بے چینی نے اتنا کمزور و ضعیف کر دیا تھا کہ اگر کہا جائے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے تو بے جا نہیں۔ اس سیاہ کار نے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایک چوغہ کی زیارت کی جو اپنی چوڑائی میں آٹھ دس برس کے بچے کے بدن پر مشکل سے آئے۔ بالآخر یہ عرب و عجم کو منور کرنے والا آفتاب دنیا نے اسلام کو نور معرفت سے سیراب کرنے والا سمندر چوراسی سال تین ماہ بیس روز اس عالم تارک کو منور فرما کر ۱۲ یا ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ بروز چہار شنبہ بوقت اذان صبح محبوب حقیقی سے واصل ہو گیا۔ اور جنت المعلیٰ میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ثم الملکی بانی مدرسہ صولتبیہ مکہ مکرمہ کی قبر مبارک کے متصل ابدی آرام گاہ نم کنومت العروس میں تشریف لے گئے۔

اطاب اللہ ثراہ واعلیٰ اللہ مراتبہ العلیا۔

(ماخوذ از رسالہ مشائخ چشتیہ مؤلفہ امین سینہ کار)



دیباچہ امداد السلوک

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ نے امداد السلوک کے شروع میں ایک دیباچہ بھی تحریر فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نے اختصاراً حذف کر دیا تھا اور اس کا خلاصہ "آلتماں از مترجم" کے ذیل میں تحریر فرما دیا ہے۔ اس ناکارہ نے تبرکاً اصل دیباچہ اور اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ العالی ناظم مدرسہ سے کرا کر اس تمہید میں ذکر کر دیا۔

اصل فارسی دیباچہ امداد السلوک

(هو الله)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی الاعظم
 احمد علی ماخصنا بالنعماء السوابع والفضل الاتم وجعلنا من اشرف الامم
 وارسل الینا نبیاً وحیداً هو فخر الانبیاء واولاهم صلوا اللہ علیہ وعلی
 آلہ وامنحناہ واتباعہ واحبابہ وسلم۔

اما بعد! می گوید فقیر خاکسار وحقیر نابکار رشید احمد عفا اللہ واصلہ الی متمناہ
 کہ این فصول چند است از ترجمہ رسالہ مکیہ کہ حسب ارشاد قدوة العارفين زبدة السالکین
 قطب الواصلین حافظ محمد ضامن صاحب تقانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالافضال والتلقین ثبت
 افتادہ و محض پابند ترجمہ، لفظی بنودہ بیشتر در ترتیب فصول و توضیح مجملات و ایجاب از
 تطویلات و حذف مکررات تغیرات مناسب داده بامداد السلوک نام نہادہ و بنام نامی و
 اسم سامی افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص و العوام منبع البرکات القدسیة منظر الفيوضات
 المرضیة معدن المعارف الالہیة مخزن الحقائق، مجمع الدقائق، سراج اقرانہ، قدوة اہل زمانہ،

سلطان العارفين، ملك التارکين، غوث الکاملين، غياث الطالبين الذى کلت السنة
الاقلام من مدائح البالغة واعجزت التوصيف شاملة الکرائم الساطعة يغبطه الاولون والاخرون
من شعاره ويحسده افاجرون والغالون من دناره - مرشدى معتدى وسيله يومى وغدى
مولانى ومعنى سيدى، سندى الشيخ الحاج المشتهر بامداد اللغات و قى تھانوى سلمه اللہ تعالیٰ
بالارشاد والهداية وازال بذاته المطهرة الضلالة والغواية استعانى بموده و باذیال فیضان
وغا طفتش پناه جستہ ورنہ صلاحیت این امر نمی داشت و باین راه پائے نمی توانست افراشت
مربو آنکہ حضرت ایشان خصوصاً و ہر کہ مطالعہ او کند عموماً این محروم راز و عاء خیر خود بفراموشی
ندہد و خطائے کہ بنید اصلاح فرماید کہ خود را از ذلت برمی می کنم والا از حسد حاسد بے باکی
و از چشم غیب بینی پروائے نے کہ گزندش و کمندش برگردن ہوسست و مقصود من ازین
ترجمہ و تسہیل ہم ان است کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمودہ کہ اگر صادق بصدق
مطالعہ آن کند و حق تعالیٰ اور آگہی بخشد - این قدر بدانکہ بارگاہ حق جل و علا بسیار
پاک و نہایت منزہ از کمورات است و آلودہ نجاسات معاصی لائق آن بارگاہ نیست
و او تعالیٰ از بندگان خود اطاعت و موافقت او امری طلبد و از معاصی و مناہی منع می
فرماید و بلسان حال می فرماید کہ ابن آدم من بد لازم تو ہستم بد لازم خود را محکم گیر و تراز
ہمہ چیز کفایت می کنم و از من هیچ شئی ترا کافی نیست - پس چون این قدر علم و یقین او شد
در طلب نجات خود کمر چست بستہ مشغول طہارت ظاہر و باطن بود و رفتہ رفتہ سلوک
طریق حق و زود تا باشد کہ واصل گردد و مقرب شود و انس و مجالست با حضرت صمدیتہ
حسب مصداق او تعالیٰ شانہ کہ من جلیس ذاکر خود ہستم حاصل آید و اکنون
ترجمہ مطالب او می کنم و بجز تعالیٰ می پناہم فاللہ تعالیٰ یعصمى من کل مالا یلیق و
یوفى خیر التوفیق

ترجمہ :- از حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہم، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی اعانت و

عنایت کے بغیر نہ گناہوں سے پرہیز ہو سکتا ہے اور نہ نیکیاں کی جاسکتی ہیں۔ میں اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ اس نے ہم مسلمانوں کو اپنی کامل نعمتوں اور پورے فضل سے مخصوص کیا ہے، ہم کو سب امتوں سے بہتر بنایا ہے اور ہماری جانب ایسے نبی لیکتا کو بھیجا ہے جو فخر الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واتباعہ وابتاعہ واجابہ وسلم۔

بعد حمد و صلوات کے فقیر خاکسار حقیر نابکار رشید احمد عفی عنہ حق تعالیٰ اس کو اس

کے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ مدعی نگار ہے کہ یہ رسالہ مکہ کے ترجمہ کی چند فصلیں

ہیں یعنی رسالہ مکہ کی چند فصلوں کا ترجمہ ہے جو قدوة العارفين، زبدة السالکین قطب

واصلین حضرت حافظ محمد رضا من صاحب تقانوی اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے ان کو

پنی نعمتوں کے ساتھ اور لوگوں کی ارشاد و ہدایت کی تلقین کیساتھ تادیر سلامت رکھنے کے ارشاد

ہتی ہیں۔ ان میں ترجمہ لفظی کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ اکثر فصول کی ترتیب میں اجمال کی تفصیل

میں طویل عبارتوں کے اختصار میں اور مکرر مضامین کے حذف کرنے میں مناسب تغیرات

سے کام لیا گیا ہے اور اس کا نام امداد السلوک رکھا گیا ہے اور فخر مشائخ عظام مرجع خواہ

وعوام منبع برکات قدسیہ منظر فیوض مرضیہ معدن معارف الہیہ، مخزن حقائق، مجمع وقائق

سراج ہمسراں، سرتاج اہل زماں، سلطان العارفين تارکین دنیا کے بادشاہ، غوث کا ملین

غیاث الطالبین جن کی کامل ستائش سے قلمیوں کی زبانیں قاصر ہیں جن کے مکالم اخلاق

تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں جن کے باطن پر متقدمین و متاخرین رشک کرتے ہیں اور

ظاہر پر فاجر اور خدا سے غافل لوگ حسد کرتے ہیں۔ پیر و مرشد اور میرے ذہن کے زاہنا

اور دنیا کے مقتداء، میرے آقا، میرے مولا اور میرے مستند اور معتمد یعنی حضرت شیخ

الحاج امداد اللہ صاحب تقانوی فاروقی اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ ارشاد و ہدایت کے ساتھ

صحیح سالم رکھے اور ان کی مقدس ذات سے ضلالت و گمراہی کو زائل کرے۔ میں نے اس

ترجمہ میں ان کے نام نامی اور اسم سامی سے مدد لی ہے اور دامن فیض و عاطفت میں پناہ لی ہے ورنہ مجھ میں یہ قابلیت نہ تھی اور میں اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ امید ہے کہ حضرت ممدوح خصوصاً اور ناظرین عموماً اس ناکارہ کو دعا خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ اور ناظرین کو جو غلطی نظر آئے گی اس کی اصلاح فرمائیں گے۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو لغزشوں سے بری نہیں سمجھتا ہوں۔ باقی حاسدین کے حسد اور چشمِ عیب بین کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے حسد اور ان کی عیب بینی کا نقصان و خسران خود ان ہی کی گردن پر ہے۔ اس ترجمہ و تہلیل سے میرا مقصود وہی ہے جو حضرت مصنف نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی مخلص صدق دل سے اس کا مطالعہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو معرفت حقیقی عطا فرمائے اور اتنا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کدورتوں سے بالکل پاک ہے اور انتہائی منزہ ہے اور گناہوں کی بنجاستوں میں آلودہ شخص ان کی بارگاہ کے لائق نہیں اور وہ اپنے بندوں سے اپنی اطاعت اور اپنے اوامر کا امتثال چاہتے ہیں۔ گناہوں اور ممنوعات شرعیہ سے منع فرماتے ہیں۔ گویا زبانِ حال سے یہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! میں تیرا لازمی چارہ کار ہوں۔ یعنی میرے سوا تیرے لئے کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہے تو اپنے لازمی چارہ کار کو دامن کو مضبوط پکڑ لے اور میں تجھ کو ہر چیز سے کفایت کرتا ہوں اور مجھ سے تجھ کو کوئی چیز کافی نہیں ہے (یعنی میں ہر چیز کا بدل ہوں اور کوئی شے میرا بدل نہیں ہے) بس اس علم و یقین کے بعد طلبِ نجات کے لئے کمر ہمت باندھ کر ظاہر و باطن کے تزکیہ و تطہیر میں مشغول ہو جائے اور رفتہ رفتہ راہِ حق کے سلوک کو اختیار کر لے تاکہ واصل اور مقرب ہو جائے اور اس حدیثِ قدسی کے مطابق کہ ”میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوں“ بارگاہِ ایزدی کے ساتھ انس و ہم نشینی حاصل ہو جائے۔ میں خدا کی پناہ لے کر اب ترجمہ شروع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہر نامناسب چیز

۱۔ فی الشرح المفارح یعنی انا اللہ تعالیٰ۔ يعطيه حالا فیدرہ لہ بتک الحال

۲۔ هذا المعنى انتہی۔ یعنی اللہ تعالیٰ شانہ مرید میں ایک حال پیدا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس

معنی کا ادراک کرتا ہے جو آگے آ رہے ہیں۔ ۱۲

سے محفوظ رکھے اور اچھی توفیق عطا فرمائے۔

حقیقتِ تصوف پر قطب العالم کی تحریر | قطب عالم حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے اس دیباچہ اور تمہید کے آخری حصہ کے

مناسب خود قطب العالم کی ایک تحریر جس میں علم تصوف کی تعریف اس کی حقیقت اور اخلاق صوفیہ کی اجمالی فہرست خود حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی تذکرۃ الرشید جلد ثانی میں درج ہے جو اس جگہ کے بہت مناسب ہے اور حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا ہے جس کو اس جگہ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ مولانا تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضرت کے صاحبزادے حکیم مولانا مسعود صاحب کے پاس ایک پرچہ میری نظر پڑا جو طریقت کی ماہیت کے متعلق حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا تھا اور جس کو اوائل عمر میں خدا جانے کس ضرورت کے وقت قلمبند فرمایا تھا اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں :-

علم الصوفیة علم الدین ظاہراً و باطناً و قوتاً یقین و هو العلم الاعلیٰ و ہالہم اصلاح الاخلاق و دوام الافتقار الی اللہ تعالیٰ و حقیقۃ التصوف التخلق باخلاق اللہ تعالیٰ و سلب الارادۃ و کون العبد فی رضا اللہ تعالیٰ و اخلاق الصوفیۃ ما ہو خلقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بقول انک لعل خلق عظیم۔ و ما و رد بہ الحدیث و تفصیل اخلاقہم ہکذا التواضع صدقہ الکبر۔ المدارس و احتمال الازی عن الخلق۔ المعاملۃ برفق و خلق حسن و ترک غضب و غیظ المواساتۃ و الایثار بضرط الشفقۃ علی الخلق و هو تقدم حقوق الخلق علی حفظہ۔ السماوۃ التجاوز و العفو، طلاقۃ الوجہ و البشیرۃ۔ السہولۃ و لیس الجانب ترک التعسف و التکلف۔ انفاق بلا اقطار و ترک الادخار۔ التوکل القناعۃ بیسیر من الدنیا۔ الوریع۔ ترک المراء و الجدال۔ و العتب الایمق۔ ترک الغل و الحقد و الحسد۔ ترک الماۃ و الجاہد۔

لہ کذا الخ۔ الاصل۔ ۱۲۰

فَاءِ الْوَعْدِ - الْحَلْمِ - الْإِنَاءِ - التَّوَادُّعِ وَالتَّوَافُقِ مَعَ الْإِخْوَانِ وَالْحَزَلَةِ
عَنِ الْإِعْيَارِ - وَاشْكُرُوا لِمَنْ بَدَلَ الْجَاهِلِيَّةَ لِلْمُسْلِمِينَ - الصَّوْفِي
يَهْتَدِي الْمَظَاهِرَ وَالْبَاطِنَ فِي الْإِخْلَاقِ وَالتَّصَوُّفِ أَدَبُ كُلِّ أَدَبٍ
الْمَحْضَرَةُ الْإِلَهِيَّةُ الْإِعْرَاضُ عَمَّا سِوَاكَ حَيَاءٌ وَاجْتِلَالٌ وَهَيْبَةٌ -
أَسْوَأُ الْمَعَاصِي حَدِيثُ النَّفْسِ وَسَبَبُ الظُّلْمَةِ -

ترجمہ :- صوفیہ کا علم نام ہے ظاہر و باطن علم دین اور قوت یقین کا اور یہی
اعلیٰ علم ہے۔ صوفیاء کی حالت اخلاق کا سنوارنا اور ہمیشہ خدا کی طرف لو لگانے رکھنا ہے۔
تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادہ کا چھین
جانا اور بندہ کا اللہ تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے۔

صوفیاء کے اخلاق وہی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق ہے۔
حسب فرمان خداوند تعالیٰ کہ ”بے شک تم بڑے خلق پر (پیدا کئے گئے) ہو اور نیز جو کچھ
حدیث میں آیا ہے اس پر عمل اخلاق صوفیہ میں داخل ہے۔“

صوفیاء کے اخلاق کی تفصیل اس طرح ہے کہ اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور اس کی ضد
ہے تکبر، مخلوق کے ساتھ تلطف کا برتاؤ کرنا اور خلقت کی ایذاؤں کو برداشت
کرنا، نرمی اور خوش خلقی کا معاملہ کرنا اور غیظ و غضب کو چھوڑ دینا، ہمدردی
اور دوسروں کو ترجیح دینا، خلق پر فرط شفقت کے ساتھ جس کا یہ مطلب ہے کہ
مخلوق کے حقوق کو اپنے حفظ نفسانی پر مقدم رکھا جائے، سخاوت کرنا، درگزر اور
خطا کا معاف کرنا، خندہ روئی اور بے شائبہ جسم سہولت اور نرم پہلور رکھنا، تصنع اور
تکلف کا چھوڑ دینا، خرچ کرنا بلا تنگی اور بغیر اتنی فراخی کے کہ احتیاج لاحق ہو۔
خدا پر بھروسہ رکھنا، مقوڑی سے دنیا پر قناعت کرنا، پرہیزگاری اور جنگ و
جدل اور عتاب نہ کرنا۔ مگر حق کے ساتھ بغض و حسد و کینہ نہ رکھنا، عزت و جاہ کا
خواہش مند نہ ہونا، وعدہ پورا کرنا، بردباری، دوزاندیشی، بھائیوں کے ساتھ موافقت
و محبت رکھنا اور اغیار سے علیحدہ رہنا، محسن کی شکرگزاری اور جاہ کا مسلمانوں کے لئے

خرچ کرنا، صوفی اخلاق میں اپنا ظاہر و باطن مہذب بنا لیتا ہے۔
 اور تصوف سارا ادب ہی کا نام ہے۔ بارگاہِ احدیت کا ادب یہ ہے کہ ماسوا اللہ
 سے منہ پھیر لینا۔ شرم کے مارے حق تعالیٰ کی جلال و ہیبت کے سبب بدترین معصیت
 ہے۔ تحدیثِ نفس یعنی نفس سے باتیں کرنا اور ظلمت کا سبب ہے۔

اختتامِ مقدمہ

امام ربانی قدس سرہ کی یہ چند سطور سرنامہ اور عنوان ہے ان تمام مباحث کا جو
 طریقت کے شریف فن میں ہزار ہا ضخیم کتابوں کے اندر اولیاء اللہ نے جمع کئے ہیں عالم کی
 خلقت کے اصل مقصود اور بطائی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھیلائے ہوئے پاک
 مذہب اسلام کی چودہ سو برس میں جتنی بھی تفصیل اور توضیح لکھو کما کتابوں میں مدون ہو
 کر ہوئی ہے سب کالب لباب یہی ہے جو مذکورہ دس سطروں میں بیان ہوا ہے۔

فقط

ذکر یا عفی عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

بروز ووشنبہ



التماس از مترجم

ساتھ برس سے زیادہ ہوئے کہ امام ربانی حضرت مولانا الحاج الشیخ عارف باللہ فانی فی الشرف الزمان غوث الدوران جامع شریعت و طریقت ناشر فیوضات معرفت و حقیقت سیدی و معتمدی مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بارشاد قطب الواصلین قدوة العارفين حضرت حافظ محمد منان صاحب شہید مقانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ مکیہ کا بزبان فارسی ترجمہ فرمایا اور اپنے شیخ منبع البرکات و مظهر فیوضات حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اسم سامی پر اس کا نام "امداد السلوک" تجویز فرمایا تھا جس کے دیباچہ کی چند سطور میں حضرت امام ربانی نے یہ مضمون لکھا تھا کہ میں نے اپنے روحانی چچا حضرت حافظ محمد منان صاحب کے ارشاد پر اپنے روحانی باپ ہادی و مرشد شیخ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب کے دامن فیضان سے استعانت لے کر ترجمہ کیا ورنہ میرے اندر نہ اس کی صلاحیت ہے اور نہ میں اس راستہ میں قدم اٹھا سکتا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ یہ دونوں حضرات خصوصاً اور جو لوگ بھی اس کا مطالعہ کریں عموماً اس مجرّم کو اپنی دعا خیر سے فراموش نہ کریں اور جو غلطی دیکھیں اس کی اصلاح فرمائیں کہ میں اپنے آپ کو لغزش سے بری نہیں سمجھتا۔ البتہ عاصد کے حسد سے نہ ڈرے اور نہ عیب میں آنکھ سے اندیشہ کہ ان کا گزند اور ان کی کمندان ہی کی گردن میں۔۔۔

اس ترجمہ اور عربی کو فارسی میں لا کر مضمون کہ آسان کر دینے سے میرا مقصد و درپہ ہے جس کو مصنف رسالہ مکیہ نے باین الفاظ خود فرمایا ہے کہ "اگر کوئی صادق طلب والا اس رسالے کو صدق کے ساتھ مطالعہ کرے اور حق تعالیٰ اس کو واقفیت بخشے تو اتنی بات جان لے کہ حق جل و علیٰ کی بارگاہ نہایت پاک اور کدورتوں سے غایت درجہ منزہ ہے اور معصیتوں کی گندگیوں میں بھرا ہوا شخص اس بارگاہ کے لائق نہیں اور حق تعالیٰ

اپنے بندوں سے اطاعت اور احکام کی تعمیل چاہتا اور ممنوعات و معاصی سے منع کرتا اور بلسان حال یوں ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! تجھ کو میرے بغیر چارہ نہیں، میں نے تیری روزی اپنے ذمہ لازم کی اور اپنی اطاعت تیرے ذمہ لازم کی ہے۔ پس تو اپنی ذمہ داری کو مضبوط پکڑ کہ میں تیرے لئے ہر چیز سے کفایت کرتا ہوں اور مجھ سے تجھ کو کوئی چیز بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ (کیونکہ میں مل گیا تو تجھ کو سب کچھ مل گیا اور میں نہ ملا تو سارا عالم بھی اگرتیرے قبضہ میں آجائے تو خاک بھی مفید نہیں)۔

پس جب اس قدر علم اور یقین اس کو حاصل ہو جائے تو اپنی بنجات کی طلب میں لگ کر کوہست باندھ کر ظاہر و باطن کی پاکیزگی میں مشغول ہو اور رفتہ رفتہ سلوک طریق سیکھے یہاں تک کہ واصل بن جائے اور مقرب ہو جائے اور بمصدق ارشاد خداوندی کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوں۔ "بارگاہِ صمدیت سے انس و مجالست حاصل ہو۔ انتہی بہتر جہت۔"

چونکہ اس زمانے میں جب کہ علم کی کساد بازاری عام ہوتی جاتی ہے، فارسی کے جاننے والے بہت کم رہ گئے۔ اس لئے عام مسلمان اس دُر فرید سے منتفع نہ ہو سکتے تھے۔ احباب نے بارہا خواہش کی کہ میں اس کا ترجمہ اردو میں کر دوں، مگر اس راستہ میں قدم اٹھاتے وقت جب کہ امام ربانی جیسا غواص بحرِ طریقت یوں فرمائے کہ "میرے اندر اس کی صلاحیت نہیں" تو مجھ سیہ کار کا کیا پوچھنا جو کہ اس کوچہ سے بالکل نابلد ہے، اس لئے طالت رہا۔ آخر حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہوا کہ یہ خدمت میرے نامہ اعمال میں درج فرما کر وسیلہ بنجات بنائے کہ نیکیوں کا ذکر خیر اور نیک باتوں کا زبان یا قلم سے نکلنا بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا اس لئے بنام خدا تعالیٰ ہمت کی۔ اتباعاً للشیخ اپنے روحانی باپ کے نام نامی پر معنون کر کے اس کا نام "ارشاد السلوک" رکھا اور اُن قلمزم معرفت کے دامن

عاطفت میں پناہ لے کر اس کا ترجمہ شروع کر دیا۔
 الرحمہ الرحمین کا بے حد شکر ہے کہ جس طرح اس نے ابتداء کی توفیق بخشی اسی
 طرح خوبی کے ساتھ انجام پر پہنچایا۔ چنانچہ وہ طبع ہو کر شائع ہوا اور اس وقت آپ
 کے ہاتھ میں موجود ہے۔ لغزش اور خطا گویا انسان کے خمیر میں داخل ہے اس لئے
 امید ہے کہ ناظرین اس ناکارہ کو معذور سمجھیں گے اور جہاں غلطی پائیں گے اس سے
 مطلع فرمائیں گے۔ یہ بھی درخواست ہے کہ جو حضرات اس سے نفع اٹھائیں اس ناکام
 دروسیاہ کے لئے دعا فرمادیں کہ مرضات الہیہ کی توفیق ہو، رضاء حق نصیب ہو،
 اور حق تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر خاتمہ کے
 ساتھ دنیا چھوٹے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة
 والسلام علی رسولہ سیدنا وشفیعنا محمد
 الہ دامحابة جمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کمترین خلائق

عاشق الہی عفی عنہ

(مولوی فاضل)

مدیر رسالہ "الرشاد" سہارنپور سابق مہتمم خیر المطالع میر محمد

۱۰ اشوال ۱۳۳۲ھ



ارشاد الملوک (ترجمہ) امداد السلوک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سلوک سے مراد سلوک طریقت سے مراد ہے تہذیب اخلاق کہ بخل و حسد و ریا اور کبر و خود نمائی وغیرہ تمام اخلاق ذمیدہ دور کر کے سخاوت و اخلاص و تواضع اور تذلل و عاجزی وغیرہ جملہ اخلاق پسندیدہ حاصل کرے تاکہ وصول الی اللہ کی استعداد حاصل ہو اور طریقت صوفیہ کی اصطلاح میں مقامات و منازل الی اللہ کے قطع کرنے کو کہتے ہیں اور اس کا پہلا دروازہ شریعت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت کا تابع بن کر حق تعالیٰ کی عبادت میں لگنا اور بختگی و استقامت کے ساتھ رضائے حق کا متلاشی رہنا طریقت کہلاتا ہے۔

ابتدائے طریقت کے معنی اور ابتدائے طریقت یہ ہے کہ شرعی رخصت اور سہولتوں کو چھوڑ کر مستحب اور محسن افعال کو اپنے اوپر لازم کر لے (مثلاً نوافل کہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے مگر مستحب یہی ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ پس اہل طریقت کو ضروری ہے کہ اولیٰ اور افضل صورت اختیار کریں۔

نہایت طریقت کے معنی اور نہایت طریقت کے معنی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ ہدایت کی طرف لوٹ آنا طریقت کہلاتا ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ ہدایت سے مراد حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے کیونکہ وہی ہر شے کا مصدر و مبتدا ہے اور وہی مرجع و منتہا۔ چنانچہ قرآن شریف میں

ایا ہے کہ :

”اُسی کی جانب لوٹتے ہیں جس کا نام ہے“

إِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلَّهُ -

نیز فرمایا ہے کہ :

”اُسی کی جانب تم سب لوٹ کر جاؤ گے“

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ -

نیز ارشاد ہے کہ :

”اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر کام کا منتہا تمہارے

إِلَى تَرْجِعُ مِنْتَهُمْهَا -

پروردگار ہی کی طرف ہے۔

پس سالک نے جب بتماہ اپنی ہدایت یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا تو نہایت کو پہنچ گیا۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ مرید جب اپنی ہدایت کی طرف لوٹ جائے گا تو نہایت کو پہنچ جائے گا۔ یعنی ماں کے پیٹ میں جبکہ حق تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا۔ صورت عطا فرمائی اور روح پھونکی تو بجز حق تعالیٰ شانہ کے وہاں صودہ بھی اس کا کوئی نگرہان یا مربی نہ تھا۔ یہ کمال فقر و احتیاج اور عجز و کمزوری کی حالت میں خدا پر بھروسہ کئے ہوئے تھا۔ خضوع اور تواضع اور تذلل کے ساتھ متصف تھا۔ حسد و کینہ و خود پسندی و تکبر و غیرہ صفات مذمومہ سے بالکل منزہ تھا اور جملہ عیوب سے مبرا، خودی اور خودی کی نفی تک سے بے خود اور بے خبر تھا۔ پس اسی طرح سالک جب انجام کا اپنی حالت ایسی بنا لے گا جیسی کہ شکیم ماور میں ابتدائی حالت تھی تو نہایت کو پہنچ جائے گا اور یہی حالت صوفی کا کمال ہے اور اسی مرتبہ میں کمال عبودیت اور آزادی (از شوائب نفس) حاصل ہوتی ہے۔

مقاماتِ طریقت | طریقت میں بہتیرے مقامات و منازل ہیں اور ہر مقام کے لئے ہدایت اور نہایت ہے اور ہدایت کے درست کئے

بغیر نہایت کو پہنچنا مجال ہے۔ چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص نہایت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہدایت کو درست نہ کرے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ وصول یعنی حقیقت و معرفت طریقت کے اصول خراب کر دینے سے ضائع

ہو جاتا ہے اور یہی ارشاد ابوسلیمان دارانی کا بھی ہے (پس مزدور ہے کہ اصول اور ہدایت کو ملوارے تاکہ راستہ کھلے اور اصول حاصل ہو) اور اصول طریقت حسب قول جنید رحمۃ اللہ علیہ پانچ چیزیں ہیں۔ یعنی دن کا روزہ، شب کا قیام، ہر عمل میں اخلاص اور جملہ اعمال میں رعایت و ترتیب اور ہر حالت میں حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد۔ سہیل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصول سات چیزیں ہیں۔ کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا، سنت نبویہ کا اتباع کرنا، اکل حلال، مخلوق کو ایذا پہنچانے سے باز رہنا، گناہوں سے بچنا، توبہ کرنا اور جملہ حقوق کا ادا کرنا۔

علم کی ضرورت | ظاہر ہے کہ صوفیہ کے علوم حالات و کیفیات ہیں اور حالات نتیجہ و ثمرہ ہیں اعمال کے پس جب تک اعمال درست نہ ہوں گے تو حالات کیونکر پیدا ہوں گے۔ اسی لئے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص درود و وظائف سے محروم ہے وہ واردات و حالات سے بھی بے بہرہ ہے اور ابوسلیمان دارانی کا ارشاد ہے کہ جس عمل سے دنیا میں حضور قلب و خضوع کی حالت نہ پیدا ہو وہ آخرت میں بھی نافع نہ ہوگا اور چونکہ عمل کی درستی کے لئے علم ضروری ہے خصوصاً علم فقہ کو نماز و روزہ وغیرہ عبادات میں سنت و فرض اور واجب و مستحب معلوم کرے اور معاملات میں حرام و حلال اور مکروہ کو جاننے۔ پس سالک کے لئے لازم ہے کہ عقائد کی تصحیح کے بعد سب سے پہلے جس قدر ممکن ہو مسائل فقہیہ معلوم کرے۔ چنانچہ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ عمل بغیر علم کے مستقیم و بیاد ہے اور علم بلا عمل کے عقیم و بیکار اور علم مع عمل کے صراط مستقیم و راہ استوار ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ "علم طلب کرو اگرچہ ملک چین میں ہو" اور اس علم سے ظاہر ہے کہ وہی علم مراد ہے جس سے عقائد و ایمان کی تصحیح اور افعال و اعمال کی اصلاح ہو اور ایمان کے سبب قلبی وجوب اور عبادات سے اعضاء و جوارح کا وجوب ادا ہو جائے۔ وہ علم مراد نہیں جو شریعت کے مخالف ہو

اور تصنیع اوقات و رسوائی آخرت کا سبب بنے اور ان تمام حقانی علوم کی اصل قرآن مجید ہے۔ کیونکہ قرآن اعتقادات و ایمان و توحید اور معرفت و عبادات و حالات سب کا امام و پیشوا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

مَا آذَيْنَا آلِكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ -
"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کتاب ہم نے تمہاری
جانب وحی کی ہے وہی حق ہے کہ سچا بناتی ہے
کتب سابقہ کو"

نیز ارشاد ہے کہ :-

اتَّبِعُوا مَا آتَاكُم مِّن تِلْكَ الْكِتَابِ
وَأَسْرَأْ لَكُمْ سُرَّتْكُمْ -
"تم کو پہنچا ہے"

اور جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں دو چیزیں تم میں ایسی
چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر ان کو مضبوط تمھارے رہنوں گے تو کبھی گمراہ نہ بنو گے۔ ایک قرآن
اور دوسرے اہل بیت۔"

پس اگر سالک عالم ہو گا تو وہ خود ہی ضروریات دین سے آگاہ
ہو گا۔ ورنہ ایسا شیخ ڈھونڈنا چاہئے جو اس کو اول توجید

شیخ کی ضرورت

درست کرنے والے عقائد اور فقہی مسائل تعلیم کرے اور اس کے بعد مجاہدہ اور زہد و
تقویٰ کا راستہ دکھائے۔ مثل مشہور ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔
سو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جس کا کوئی راہنما نہ ہو یعنی نہ ذاتی علم رکھتا ہو کہ خود راستہ
دیکھ سکے اور نہ مرشد کامل کی صحبت نصیب ہو کہ وہ راہ حق دکھا دے تو ایسے شخص کو شیطان
گمراہ بنا دیتا ہے۔ الغرض اس راستہ میں چلنے کے لئے علم کی مشعل کا جس طرح بھی ہو سکے
ساتھ لینا ضروری ہے تاکہ بھٹکانہ پھرے اور غلطی نہ کھائے کیونکہ علم قلب کا نور ہے اور علم
کے بغیر قلب گویا اندھا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

مَنْ كَانَتْ فِي هَذِهِ الْأَعْمَى ذَهْوَةٌ فِي
الْأُخْرَى أَهْلًا وَأَصْلًا سَبِيلًا -
"جو شخص دنیا میں (علم سے بے بہرہ رہنے کے سبب راہ
حق سے) اندھا ہے (وہ ہدایت نہ پاسکے کی وجہ سے)
آخرت میں بھی اندھا ہو گا"

بوعلیؓ زود بادی نے فرمایا ہے کہ تعقوت میں میرے استاد حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور علم فقہ میں حضرت ابو العباس ابن شریح اور نحو میں ثعلب اور حدیث شریف میں ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور نفس کی اصلاح کے لئے بس یہی علوم ضروری ہیں اور اسی لئے صوفیہ کرام نے طلب علم کو تمام اعمال میں افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ عمل کرنا علم ہی پر موقوف ہے اور بسا اوقات بے علم شخص کبھی عقیدے میں غلطی کھاتا اور بدعت کو سنت اور باطل کو حق سمجھتا ہے۔ چنانچہ تہمیرے فرقے دارھی منڈاتے اور لوہے کے حلقے چوڑیاں یا طوق بنا کر پہنتے ہیں اور دیگر امور قبیحہ کو اپنا طریقہ بنا لیتے اور اس کو وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھے ہوئے ہیں اور کبھی بے علم شخص عمل میں لغزش کھاتا ہے کہ اطاعت اس کی برباد ہو جاتی ہے اور بے علمی کے سبب اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ عمل برباد اور محنت ضائع جا رہی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے درست اور خالص عمل کو قبول فرماتا ہے اور کوئی عمل جب تک شریعت کے موافق نہ ہو خالص درست نہیں ہو سکتا اور خالص اس عمل کا نام ہے جو خاص حق تعالیٰ کے لئے ہو اور ان تمام باتوں کا جاننا علم ہی پر موقوف ہے کہ شریعت کے موافق ہے یا مخالف اور خالص ہے یا نہیں جن تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَمَّا أَمَرُوا أَنْ يَتَعَبَّدُوا لِلَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - «لوگوں کو بجز عبادت اور اخلاص دین کے اور کسی بات کا حکم نہیں کیا گیا»

احکام شریعت کسی وقت ساقط نہیں | نیز اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ قرآن میں

بندوں پر فرض فرمایا ہے اور جو کچھ حدیث سے ثبوت کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اس کی فرضیت اور وجوب بندوں پر لازم ہے۔ اور عقل و حواس ہوتے ہوئے ولی ہو یا حدیق کیسے ہی مرتبہ کمال پر کیوں نہ پہنچا ہوا ہو کسی حال میں بھی کسی کو اس سے نہ پیچھے ہٹنا جائز ہے اور نہ کمی بیشی کا کسی کو اختیار ہے اور سالک کسی مقام پر کیوں نہ پہنچے شریعت کا ادب اس سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مرتبہ کس کا ہو سکتا ہے اب اس فضیلت یہ حضرات شریعت کے مکلف رہے پھر دوسروں کا تو کیا

پوچھنا بلکہ بات یہ ہے کہ جتنا کسی کام میں زیادہ ہوتا ہے، اسی قدر احکام شرعیہ کا اس سے مطالبہ بڑھ جاتا ہے اور ان کے چھوڑنے پر مواخذہ و عتابِ خداوندی زیادہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عمل کی درستی صحت علم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس کے خلاف سمجھا ہوا ہو وہ بھی اس کے جہل ہی کی خرابی ہے کہ علم کی ضرورت بھی علم کے بغیر سمجھنی دشوار ہے۔ اسی لئے سہیل تشریحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ متکبر و غافل اور ضعیف دین والے قاری اور جاہل صوفی کی صحبت سے تیر کی طرح بھاگنا چاہیے کہ ان کے پاس بیٹھنا بھی دینی مصرت سے خالی نہیں ہے۔

علوم مقصودہ یاد رکھو کہ توحید و معرفت اور ایمان علم شریعت کے اصول اور بمنزلہ جڑ کے ہیں اور جملہ عبادات و اعمال اس کی فروع اور شاخیں ہیں، اور احوال و مقامات ان دونوں کے ثمرات اور پھل ہیں اور علم نام ہے اس خبر یعنی قول رسول یا اثر یعنی قول صحابی کا جو ثبوت راویوں کے واسطے سے منقول ہے یا فقہ ائمہ یعنی ان مسائل کا جو حضرات مجتہدین نے استنباط فرمائے ہیں۔ یا علم کلام کا جس میں اہل ہوا اور مبتدعین کا رد اور توحید کا ثبوت مذکور ہے۔ یا حقائق و حالات اور ماسوی اللہ تعالیٰ سے منقطع ہونے کے علم کا اور یہی علم حقائق و حالات، تمام علوم میں افضل و اشرف ہے اور یہی سب کالب لباب اور ثمرہ مقصودہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس علم میں غلطی کھائے تو بجز کامل کے جو اس علم میں پوری دست گاہ رکھتا ہو کسی دوسرے سے نہ پوچھے کیونکہ تمامی علوم اس علم میں مضمحل ہے اور یہ علم اہل علم کے سوا کسی کے پاس نہیں مل سکتا کیونکہ یہ معارف و امرار کا علم ہے اور جو خوش نصیب یہاں تک پہنچ گیا وہ ایک دریائے ناپیدائنا میں داخل ہو گیا اور جس شخص میں چاروں علوم مذکورہ جمع ہوں وہ اپنے زلنے کا قطب اور امام کامل ہے کہ مخلوق کو راہِ حق کی جانب بلانے والا بنتا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

سَيُظْهِرُنِي اُمَّتِي اِنَّهُ تَابَهُ عَلَيَّ الْحَقُّ لَا
 "میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر قائم ایسا ہوگا کہ کسی کی لغت
 اور انکی مدد کرنا ان کو نقصان نہ پہنچا سکیگا اور وہ قیامت تک
 اسی حق پر قائم رہیں گے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ زمین حق پر قائم رہنے والوں سے کبھی خالی نہیں رہتی۔
مقدار میں وہ لوگ ضرور کم ہوتے ہیں مگر مرتبہ میں خدا کے نزدیک بہت بزرگ ہیں۔

غرض سالک کو سب سے اول علم حاصل کرنا ضروری ہے
وصول الی اللہ کا مطلب تاکہ اپنے عقائد اور اعمال کو درست کرے اور

بدایت طریقت و سلوک کی ابتداء صحیح ہو اور وصول الی اللہ کے لائق بن جاوے اور وصال
و اتصال ماسوی اللہ سے منقطع ہو جانے کا نام ہے اور وصال کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ
قلب کا حجاب اٹھا دینے کے بعد محبوب حقیقی کا جمال دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے
لگے اگرچہ دور سے ہوا اسکے بعد ہمت کے موافق مشاہدہ کے دوام کی بدولت ترقی ہوتی
رہے گی اور وصال کے بعد بلند مقامات یعنی انس و بسط وغیرہ تک جا پہنچے گا۔ جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ابو ذر صحابی سے فرمایا کہ ”اے ابو ذر جانتے
بھی ہو کہ جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کو گھر سے نکلتا ہے، حق تعالیٰ کے
ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے چلتے ہیں اور سب کے سب اس کے لئے خدا سے مغفرت
مانگتے اور یوں دعا کرتے ہیں کہ الٰہی جس طرح اس بندہ نے خاص تیرے لئے تیری راہ
میں مواصلت اختیار کی ہے اور محض اسلام کی وجہ سے ایک مسلمان سے ملنے کو نکل کھڑا
ہوا تو بھی اس بندہ کو اپنا واصل بنا لے“

پس اس حدیث سے وصال خدا تعالیٰ ہی کا ثبوت مل گیا اور بندہ و حق تعالیٰ
میں وصال کے بس یہی معنی ہیں کہ غیر خدا تعالیٰ سے انقطاع حاصل ہو کر حق تعالیٰ کے شانہ
میں محویت ہو جائے، نہ جیسا کہ بعض ملحدوں نے سمجھ لیا اور دنیا کی دو چیزوں کے باہم
مل جانے پر خدا تعالیٰ اور بندہ کے اتصال کو قیاس کر کے مرتد بن گئے۔ سو خدا پناہ
میں رکھے اتصال حق کو ایسا سمجھنا کفر ہے۔

پس بات یہ ہے کہ جس قدر ماسوی اللہ سے دوری ہوگی اسی قدر حق تعالیٰ
کا قرب حاصل ہوگا، اور جتنا غیر خدا سے انقطاع ہوگا اتنا ہی مرتبہ وصال میں
عروج ہوگا۔

طالب دین کے لئے اہم نصائح | لہذا طالب کو چاہیے کہ جس مرتبہ پر پڑھے ترقی کا طلب گار ہو اور زیادہ قرب کی کوشش

کرے نہ یہ کہ ٹھہر جائے اور طلب ختم کر دے۔ مولانا فرماتے ہیں :-

اے برادر بے نہایت درگئے دست ہر چہ بروے میری بروئے مہینت

نیز یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بندہ کو زیبا نہیں کہ اپنے آپ کو تمام علوم کا واقف سمجھ بیٹھے اور لگے خاصا خدا پر گرفت کرنے اور بے علمی کے سبب زبان دراز بن کر ان کو زندیق اور بدعتی بنا لے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا لِيَجْزِبُوا بِعِلْمِهِمْ

”کفار ایسے کلام کو جھٹلانے لگے جس کے علم کا ابھی تک

انہوں نے احاطہ بھی نہیں کیا“

سو جس کلام تک اپنی فہم نہ پہنچے اس کا جھٹلانا جہالت کی علامت ہے۔ نیز قرآن مجید

میں ارشاد ہے :-

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا آيَاتُ قَدِيمٍ

”لوگوں نے جب اس کلام سے ہدایت نہ پائی اور نارمانی

فہم کے سبب مطلب تک نہ پہنچے تو اب اس کو انکلوں کی

کہانیاں اور جھوٹی باتیں بتاتے لگیں گے“

اسی طرح جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم میں بعض تو عوام و خواص

سب کے لئے عام تھے۔ مثلاً اقامہ و نواہی کا علم اور احکام شرعیہ کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ

کرو اور بعض علوم خواص ہی کے لئے خاص تھے۔ چنانچہ صاحب سر حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ

کو تعلیم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے مجھ کو علم کے ستر باب ایسے تعلیم فرمائے ہیں کہ میرے سوا دوسرے کو نہیں بتائے

اور بعض علوم خواص کو بھی نہیں بتائے گئے، وہ صرف ذات پاک سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہی کے ساتھ ایسے مخصوص تھے کہ مخلوق میں کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے

ہیں کہ قسم ہے خدا سے پاک ذات کی کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائے تو ہنسو کم

اور روؤ بہت زیادہ اور کبھی بستروں پر اپنی بیبیوں سے لذت نہ حاصل کر سکو اور جنگل و

کوہستان میں نکل پڑو اور دہائی پھاؤ اور فریادیں کرو اور بندائیں پسند کرتا ہوں کہ کاش
درخت ہوتا کہ کاٹ دیا جاتا۔“

غرض جب علوم کے اس قدر مختلف مراتب ہیں تو کیونکر زیبا ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ
کو جمیع علوم کا حاوی و واقف سمجھنے لگے کیونکہ علوم کی کوئی انتہا نہیں اور ہر صاحب علم سے
بالا علیم کا ہونا مسلم ہے اور اسی لئے ہر گفتگو میں کلام کرتے والے کو مخاطب کی رعایت
کرنی ضرور ہے کہ ایسی بات نہ کہے جو مخالفت کی سمجھ سے باہر ہو اور اسی طرح سننے والے
پر لازم ہے کہ بات کہنے والے کو خطا دار ٹھہرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ بھلا گمان کرے
اور یوں سمجھے کہ ممکن ہے میری فہم کا تصور ہو اور میں اس کا واقعی مطلب نہ سمجھ
سکا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سالک کو شیخ کی ضرورت اور شیخ طریقت کی شرائط

فصل ۱

جاننا چاہیے کہ سالک کے لئے شیخ کامل کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ اس کے
راستہ کا رفق بنے اور اس کو اونچ نیچ سمجھاتا رہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا
إِلَيْهِ الدَّوْخَ - ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ
کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔“

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ان اصحابی كالنجم من قباہم - ”میرے صحابی ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی تم پیروی
اقتدیتم اھدیتم۔“
کر لو گے راستہ پا لو گے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ راہ یابی کے لئے کسی اہل حق کو مقتدا بنانا ضروری ہے تاکہ اس
کی پیروی سے منزل مقصود تک رسائی ہو۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں جناب رسول اللہؐ
سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-

ان الشیخ فی جماعتہ کانبی فی امتہ۔ ”شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔“
لہ و قووق کل دعب علیہ علیہ۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ شیخ کامل نائب بن کر نبوت کی خدمت انجام دیتا اور اپنی جماعت کو راہ حق دکھاتا اور گمراہی سے ڈراتا رہتا ہے اور اس طرح پر انبیاء کے مثل لوگوں کی نجات کا وسیلہ بنتا ہے۔ نیز امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی یہ عظمت کچھ مٹاپے اور قوت و تمول کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ثمرہ عقل و فہم اور طریق نجات میں تجربہ کار ہونے کے سبب سے ہے اور اسی لئے شریف النسب ہی نہیں بلکہ بہیرے وہ غریب و نادار اور وہ پیشہ ورجن کو لوگ نظر عقارت سے دیکھتے ہیں باعزت مشائخ بن چکے ہیں پس شیخ کسی صورت شکل کا اور کسی ذات یا قوم کا کیوں نہ ہو، مگر وہ ہونا چاہیے جو طریق حق پر چل رہا ہو اور راستہ کے خطروں اور اندیشوں سے آگاہ ہوتا کہ اپنے مریدوں کو ان کے نفع و نقصان سے مطلع کرتا اور ان کو جتاتا ہے کہ طریقت کی کسوٹی قرآن و سنت اور اجماع امت ہے کہ جو طریقہ اس معیار پر چسپاں ہو کہ کھرا ثابت ہو وہ مقبول ہے ورنہ مردود و مطرود۔ سو ایسے شخص کی بیعت کے نفع کا تو کیا پوچھنا صحبت بھی نعمت ہے اور اس نیکو کار ہم نشین سے کم نہیں جس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ صالح ہم نشین کی مثال عطر فروش کی سی ہے کہ عطر نہ بھی دے گا تب بھی اس کی خوشبو سے بہرہ یابی ضرور ہوگی۔ اور بددین ہمیشہ ایسا ہے جیسے لوہار کہ اگر آگ بدن اور کپڑے کو نہ بھنی جلانے کی تب بھی دھوئیں کی بدبو داغ ضرور پریشان کر دے گی۔

شیخ کامل کی تلاش | البتہ مرید ہونے والے پر لازم ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں پوری کوشش کرے اور خوب جانچے کہ یہ شیخ، شیخ بنانے

کے لائق ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہیرے طالب اس راستہ میں بددنیوں کا اتباع کر کے ہلاک ہو چکے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو اس راستہ میں اکثر بربادی صرف اسی کی بدولت آتی ہے کہ شیخ کامل کی تلاش پوری نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو شیطان پکار کرے گا:

إِنَّا لِلّٰهِ. وَعَدَّكُمْ قَعْدَ الْحَقِّ وَعَدَّكُمْ
 "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک وعدہ
 فَاخْلَفْتُمْ فَلَا تَلْوَأُوا فِيْهِ وَتَلْوَأُوا
 کیا تمہارا کہ نیک کام کرو گے تو جنت ملے گی اور

انفسکم۔ رسولوں کا کتنا نہ مانو گے تو جہنم میں جا ڈگے اور

ایک جھوٹا وعدہ تم سے میں نے بھی کیا تھا کہ قید شریعت سے آزاد بنو گے تو مزہ میں رہو گے اور حشر و حساب و کتاب کے قصوں میں پڑو گے تو مفلس و نادار اور ذلیل و خوار بنو گے) سو میں نے اپنے وعدہ کے درست ہونے پر تمہارے سامنے کوئی سچی دلیل پیش نہیں کی تھی اور بجز بلانے کے اپنے اتباع پر تم کو مجبور نہیں کیا تھا، سو تم نے میری جھوٹی پکار کو قبول کیا اور برضا و رغبت میرے پیچھے لگ گئے جس کا نتیجہ آج بھگت رہے ہو۔ پس مجھے کیوں ملامت کرتے ہو اپنے آپ کو ملامت کرو کہ وعدہ برحق سے تم ہی نے منہ پھیرا تھا۔“

(اس سے معلوم ہوا کہ بہیروں نے راہ یابی میں دھوکہ کھایا اور قابلِ اتباع شیخ کی تلاش میں کوتاہی کی بدولت انسان صودت شیطان کے پیچھے لگ گئے جس کی ندامت قیامت کے دن اٹھانی پڑی اور اس وقت ندامت سے بجز پریشانی و افسوس کے کچھ نفع نہیں) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی کا ظاہری اسلام تم کو سرود نہ بنائے جب تک اس کی قلبی حالت اور عقیدہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لو۔“ (اس سے معلوم ہوا کہ حقانیت کا مدار اصلاح عقائد پر ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قلب کی بھلی بری حالت کا اعتبار ہے سو جس کا دل گندہ ہو اسکی عبادت و مجاہدہ کی ظاہری حالت کسی ہی عمدہ کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں اور نہ اس کے اتباع سے راہ یابی کی امید رکھنی چاہیے۔

پس اچھی طرح سن لو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی عموماً اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خصوصاً فرض ہے اور جملہ انبیاء علیہم السلام اصول دین یعنی معرفت ذات و صفات باری تعالیٰ اور رسل و ملائکہ و امور آخرت وغیرہ میں بالکل متفق ہیں ذرہ برابر بھی ان باتوں میں کسی کا اختلاف نہیں اور نسخ صرف احکام اور اعمال کے متعلق ہوا ہے کہ شریعت محمدیہ نے گذشتہ انبیاء کی شریعتوں کے احکام منسوخ کر دیئے۔ مثلاً پہلی شریعت میں پچاس نمازیں فرض تھیں اور شریعت محمدیہ میں صرف پانچ فرض ہیں۔ عقائد میں نسخ

نہیں ہوا (کیونکہ عقائد سب کے ایک ہیں) اور اُمتِ محمدیہ کے ائمہ مجتہدین کا باہم اختلاف بھی فروری جزئیات میں ہے اصول میں نہیں (کیونکہ چاروں حضرات میں عقائد کے علاوہ اعمالِ شرعیہ کے اصول بھی متحد ہیں) کہ پانچ نمازیں سب کے نزدیک فرض ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو جزئی فرع میں کہ کسی کے نزدیک تکیرات میں رفع یدین سنت ہے اور کسی کے نزدیک نہیں اور جس نے اصول میں غلطی کی وہ مبتدع اور گمراہ ہو گیا اور اس گمراہی سے نجات ملنا کتاب و سنت اور اجماع امت کا اتباع کے بغیر ناممکن ہے اور فرع میں اختلاف ہونا تو موجب رحمت اور امت پر وسعت ہے (کہ جس پر عمل کر لیا عند اللہ صبیح اور معتبر ہو گیا) چنانچہ مجتہدین کے لئے بلسانِ پیغمبرِ علیہم السلام اجتہادِ غلطی پر بھی ایک ثواب کا وعدہ ہے اور اگر اجتہاد سے وہ حکم نکل آیا جو عند اللہ صواب اور حق ہے تب تو دوہرا اجر ملے گا۔ پس جس شیخ کا یہ مذہب ہو اور اجماع امت و کتاب و سنت کے موافق عقائد رکھتا ہو اور باہمہ طریقیت و حقیقت کے علم کا بھی ماہر ہو وہ بے شک شیخ بنانے کے قابل ہے اور مبتدی طالب کو اس کی حقانیت اور مہارت کا حال اُس کے مریدوں کے حالات اور ہم عصر ثقہ و دیندار لوگوں کی زبانوں سے دریافت کرنا چاہیے (کہ اس کے مریدوں کے دین کی نچنگی اور اتباعِ شریعت میں کیا حالت ہے اور صحابہ زمانہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں)۔

سو اگر علماء وقت اس پر معترض نہ ہوں بلکہ بعض اہل علم اور سمجھدار صلحاء اور بوڑھے جوان اہل دانش اس سے فیض بھی حاصل کرتے ہوں، دینی محبت رکھتے ہوں اور طریقیت و حقیقت میں مستند تسلیم کرتے ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ درحقیقت وہ دہ حق کا ماہر ہے (پس اس کا دامن پکڑ لینا چاہیے) اور جب اس سے بیعت کر لے تو دل سے اس کا فرمانبردار بن جانا اور توحیدِ مطلب کے ساتھ اس کی اطاعت کا حلقہ کان میں پہن لینا چاہیے۔

توحیدِ مطلب | توحیدِ مطلب اس کو کہتے ہیں کہ اپنے شیخ کے متعلق اس کا یقین رکھے کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھ کو مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

اور گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں اور اس اوصافِ کاملہ سے متصف بھی ہوں، مگر میرا منزل مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہو گا۔ سو توحیدِ مطلب سلوک کا بڑا رکن ہے اور جس کو یہ حاصل نہ ہو گا وہ پر اگندہ و پریشان اور ہر جانی بنا پھرے گا۔ اور کسی جنگل میں بھٹکتا ہوا کیوں نہ ہلاک ہو جائے حق تعالیٰ کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ ہو گی۔ پس مشائخِ زمانہ میں ہر شخص کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ بھی میری پیاس بجھا کر مطلب تک پہنچا سکتا ہے سلوک کے لئے مفتر ہے، بلکہ جس طرح حق ایک اور قبلہ ایک ہے اسی طرح راہِ ہر شیخ بھی ایک ہی کو سمجھے ورنہ بربادی کے سوائے کچھ حاصل نہ ہو گا اور اسی پر اگندگی میں بہیرے تباہ ہو گئے ہیں۔ سو اگر اس کا وسوسہ بھی آیا کہ عالم میں اس شیخ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مجھ کو مطلب پر پہنچا سکتا ہے تو ضرور شیطان اس پر قبضہ جائے گا اور لغزش میں ڈال دے گا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان کسی پیر کی صورت بن کر اٹے گا اور چونکہ اس کا ضعیف قلب ہر شیخ کی طرف راہِ ہری کا یقین کر لیتا ہے اس لئے شیطان کو پیر بنا ہوا دیکھ کر اس کی طرف بھی جھکے گا اور وہ اس پر اپنا رنگ جما کر ایسا تسلط کر لے گا کہ پھر چپکالا مشکل ہے (غرض اس کو تباہ کر دے گا اور ایسے شعبدے دکھلائے گا کہ اس کا عقیدہ باطل پر جمادے گا۔ اور چونکہ توحیدِ مطلب حاصل ہونے پر شیطان کو راہ نہیں ملتی اور وہ اس کے شیخ کی صورت بن نہیں سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں" اس کے علاوہ آپ نے اپنی امت کے علماء کو بنی امراہیل کے انبیاء کے مثل فرمایا ہے پس شیطان لعین جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

من رانی فقد رانی فان شیطان "جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ ہی

لا یتمثل بی - کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا۔"

اسی طرح شیطان متبعِ شریعت محمدیہ شیخ کی صورت بھی نہیں بنا سکتا۔ پس مرید محفوظ رہتا

اور امن کے ساتھ مقالات و منازل طے کرتا رہتا ہے۔

چار باتیں وصول الی اللہ کی رکن ہیں | اسی لئے عسوفیہ نے فرمایا ہے کہ چار باتیں وصول الی اللہ کی رکن ہیں۔ اول دین حق

میں عبرت رکھ دینداروں کی اچھی حالت دیکھ کر حرمیں کرے اور بددینیوں کی رومی حالت پر متاسف ہو کر اپنے حال کا شکر گزار ہو (دوئم مکاشفات و تجلیات کے مشاہدوں کے وقت عالی حوصلگی رکھ اگر صفائے قلب اور ذکر و شغل کے اثر سے ماضی یا مستقبل کے واقعات یا بعید مقام کے حالات منکشف ہونے لگیں یا حالات و کیفیات کے درجہ میں مختلف نورانی صورتیں نظر آئے لگیں تو ان کو مقصود نہ سمجھ بیٹھے اور کم ہمت بن کر یہیں اپنی طلب کو ختم نہ کر دے بلکہ رضائے حق اور وصول و قرب ذات کو مطلوب حقیقی سمجھے اور آگے بڑھنے پر بدستور ہمت باندھے رہے) سوئم ہمت کی حفاظت رکھ طلب مقصود میں ہمت نہ ہارے اور وصول میں دیر لگنے کی وجہ سے آگتا کر کام کبھی نہ چھوڑے) چہارم شیخ کا احترام و برادرانِ طریقت پر شفقت، جس کا یہ مطلب ہے کہ بڑوں کی توقیر کرے اور چھوٹوں پر مہربانی و ترحم اور یہ باتیں کامل ایمان والوں ہی کو نصیب ہوتی ہیں ناقصوں کو نصیب نہیں ہوتیں۔

مزید نصائح | مرید کو چاہیے کہ صادق ہو یعنی ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھے اور ہر حال میں حق کا

طلب گار رہے۔ بدن، عقل، نفس، ستر، قلب اور روح سب میں اخلاص کی شان ہو کہ سارے حرکات و سکنات اور تمام افعال و اقوال خدا تعالیٰ ہی کے لئے ہوں۔

پس ان دونوں شرطوں یعنی صدق و اخلاص کے حاصل ہو جانے پر قوی امید ہے کہ معرفت وصول حاصل ہو۔ چنانچہ حضرت ابو دردا زوایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

من طلبنی بقدر جدی و من

طلب غیری فلم یجدنی

” جس نے مجھ کو طلب کیا تو پالیا اور جس نے میرے

سوا غیر کو طلب کیا وہ مجھے نہیں پاتا۔“

اسی حدیث کی وجہ سے طالبوں اور عاشقوں کو بہت کچھ امید بندھ گئی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے طلب کو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وصول ذات متوقع ہے، البتہ اخلاق اور صدق اور سچتہ و کامل ارادہ ہونا شرط ہے۔ چنانچہ صوفیہ کرام و مہم الشہ نے فرمایا ہے کہ توحید کامل یہ ہے کہ بجز خدا کے نہ کسی کا ذکر کرے نہ بجز اس کے دوسرے کا علم ہو نہ سمجھ ہو اور نہ اس کے سوا کسی کو محبوب سمجھے اور خدائے تعالیٰ کی محبت اس کی ذات پاک کے واسطے ہو، یعنی نہ جنت کی طمع ہو نہ دوزخ کے خوف سے (بلکہ اس وجہ سے ہو کہ اس کی ذات خود ہی محبوب بننے کی مستحق ہے) اور یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ رحمت الہی کی امید رکھتے اور عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں تو یہ عام مسلمانوں کی حالت بیان فرمائی ہے کہ کیا تم نے قرآن مجید میں دیکھا نہیں کی خواص کی حالت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ”وہ پیغام ہائے خداوندی مخلوق کو پہنچاتے اور خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور بجز اس کے کسی چیز سے بھی ہراساں نہیں ہوتے“ نیز ارشاد فرمایا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے“

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح دعا مانگی ہے کہ یا اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں“ اور ایسی مثالیں قرآن مجید و احادیث میں بکثرت ہیں جن سے صوفیہ کا مطلب بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ و جنت ہی طمع کی چیز نہیں بلکہ ذات بحت حق تعالیٰ شانہ کی مستحق ہے کہ فی حد ذات محبوب ہو اور اسی سے ڈرا جائے (نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس مضمون کو نچنگی سے جانے لہرگا

لہ اس سے ندا و غائب کے جواز کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ پکارنے اور آواز کے سننے کو تعلق ہے کافوں سے جو حقیقت ہے جسم کا پس جب بدن دور ہے تو روحانیت کے قرب سے ندا جائز نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربط قلب پیدا ہو جائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا ہے گا اور مرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئے گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضرمان کر بزبانِ حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القا کر دے گی۔ البتہ ربط تام شرط ہے اور شیخ کے قلب سے ربط ہی کے سبب اس کے قلب میں گویائی پیدا ہوگی اور حق تعالیٰ کی طرف راستہ کھل جائے گا اور حق تعالیٰ اس کو ملہم بنا دے گا جس کو شریعت میں محدث کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس کے قلب میں امر حق القاد فرما دے اور کام کا حسن انجام اس طرح دل میں پڑ جائے گا یا کوئی کہنے والا کہہ گیا اور اس نے کانوں سے سن کر سمجھ لیا، چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گذشتہ امتوں میں محدث ہوتے ہیں۔ اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہے۔“ اس کا مطلب یہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب منور کے ساتھ کمال ربط پیدا ہو جانے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے الہام اور امر حق کا القاد ہوتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کی رائے کے موافق بارہا وحی نازل ہوئی اور ایسے واقعات جن میں ان کی رائے نے موافقت کی ہے اٹھارہ سے زیادہ مروی ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیخ طریقت کی صفات | الحاصل شیخ طریقت وہ ہونا چاہیے جو دین اور شریعت کو مریدوں کے قلوب میں راست و پیوست کر سکے اور

شیخ بننا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ سلوک طریق اختیار کیا ہو تاکہ برے بھلے کو دیکھ بھال چکا اور فائدہ مند و مضر رساں امور کو سمجھا بوجھا ہو۔ اور مجذوب اگرچہ مطلوب تک پہنچا ہوا ہوتا ہے مگر چونکہ راستہ سے آفتوں سے انجان اور راہ کی بلاؤں سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس لئے

یہ علاج و تدبیر ہے ربط قلب کے حصول کی جو وسیلہ ہے وصول الی اللہ کا۔ پس یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں شیخ ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہو، بلکہ شیخ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی اور حق تعالیٰ مرید کے حسن عقیدہ کی بناء پر کرم فرما کر ہدایت والہام کا پیام و کلام شیخ کی صورت میں القاد فرمادیتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی صورت میں بزبانِ رب پہنچی۔ ۱۲

شیخ بنائے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ راستہ قطع کرانا اور راہبری اس سے ہو نہیں سکتی۔

شیخ میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں، کہ قرآن و حدیث کا عالم ہو اور عالم ہی ہونا نہیں بلکہ صفات کمال سے متصف ہو، دنیا اور جاہ و مال کی محبت سے روگرداں ہو ایسے مشائخ رہا نہیں سے طریقت حاصل کئے ہوئے ہو جن کا سلسلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مسلسل ہو، اپنے شیخ کے حکم کے موافق ریاضت و مجاہدہ کر چکا ہو کہ گفتگو کھانا، سونا اور مخلوق سے ملنا جلنا کم اور صدقہ و سکوت و نماز روزہ میں کثرت رکھ چکا ہو۔ مکارم اخلاق اور حسن ادب مثلاً صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، بردباری توابع اور آخرت پر کفایت، صدق، اخلاص، حیا، وقار، سکون، کام کو سوچ سمجھ کر کرنا اور جاہ و مال وغیرہ کو خیر باد کہہ دینا اس کی خصلت بن چکے ہوں، مشغول نبوت کی روشنیاں اپنے اندر پیدا کر کے جملہ اخلاقِ ذمیرہ تکبر و خود پسندی و تجمل و حسد و کینہ و حرص و امل و خفیت الحركات وغیرہ کو مضمحل بنا چکا ہو، بے تکلف مجاہدہ و ریاضت کی صورت تجلیات کے ساتھ حلاوت و لذت پانے کے سبب اس کے چہرہ پر چمک رہی ہو، شاہدہ اور کمالات کے انوار دمک رہے ہوں اور نور قلب کی وجہ سے اس کا شرح صدر ہو چکا ہو۔ دنیا اور اہل دنیا سے خلوت اختیار کر کے دریائے جلال سے سیراب ہوا ہو اور جملہ علل و قیود سے آزاد ہو کر مقام احسان میں پہنچ کر بزبانِ حال یوں کہہ رہا ہو کہ جس معبود کو میں دیکھتا نہیں اس کو عبادت کے قابل نہیں سمجھتا۔

چنانچہ دعیلؒ یمانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے علی! کیا تم اپنے رب کو دیکھتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رب کو دیکھوں نہیں تو اس کی عبادت بھی نہ کروں۔ دعیلؒ نے کہا کس طرح دیکھتے ہو؟ فرمایا کہ اے دعیل اس کو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ البتہ دل کی آنکھیں صدق و ایمان کے ساتھ دیکھتی ہیں۔ نیز وہ شیخ مجاہدہ و ریاضت کے بعد ظاہری محنت سے نکل کر راحت وصال تک پہنچ گیا ہو کہ اب اس کو عبادت میں بجائے مشقت کے لذت آنے لگے، اور مشقت کی تلخی سے گزر کر حالات کی حلاوت چمک چکا

ہو۔ فتنل خاص کی نسیم سے آرام پاتا ہو۔ لامکان کے مقام وسیع میں قرب کی خوشبوؤں سے مانوس ہو، مشاہدات کا دروازہ اس پر کھل چکا ہو۔ اپنے درد ہجر کی دوا پا چکا ہو۔ اپنے سینہ کے ظرف کو لبریز ہو جانے کی وجہ سے، اٹھایا ہو۔ حکمت و دانشمندی کی باتیں اس سے مرزد ہوتی ہوں۔ مخلوق کے دل اس کی طرف جھکتے ہوں۔ بظاہر خلوت میں ہو اور باطن میں جلوت کے اندر مشاہدہ میں مستغرق ہو، جلوت میں اس کو خلوت میسر ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو، شطیحات یعنی ایسی باتیں جو غلبہ حال وستی میں بے اختیار نکل جاتی ہیں جو بظاہر خلاف شرع ہیں۔ اس کی زبان سے نہ نکلتی ہوں، اپنی فراست سے دوسروں کی استعداد و قابلیتوں کو جان سکتا ہو اور اس کے مرتبہ و مقام کو کوئی نہ پہچان سکتا ہو۔

پس وہ شخص شیخ بناٹے جانے کے قابل ہے کیونکہ مجہین کا طریقہ اور مقربین کی حالت نیکو کار برابر کے اعمال کی بدولت اس کو عطا ہوتی ہے اور کبھی اس شیخ کے خلیفہ بھی ہوتے ہیں کہ اس کا علم ان میں منتقل ہوتا اور ان خلفاء کے واسطہ سے اس کے طریقہ میں برکت لہتی ہے اور قلب کی نرمی کی طرح اس شیخ میں جلد کی نرمی بھی نمودار ہوتی ہے اور یہ اس کی علامت ہے کہ قلب کی طرح اس کے بدن نے بھی اعمال کو قبول کر لیا ہے اور یہی محبت خاصہ کے کمال کا باعث ہے کہ حق تعالیٰ اس کو ترقی بخشتا اور تمام اعیانہ سے انقطاع تام عطا فرما کر اپنا واصل بنا لیتا ہے۔ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "بدن کی کھالیں دلوں کی طرح نرم بن جاتی ہیں" اور یہ محبوبین کا حال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا
 مُّشَابِهًا مِّثَالِي تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ
 الْاَذْيَانِ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ
 جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ اِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ

”حق تعالیٰ نے سب سے بہتر کتاب نازل فرمائی جس کے الفاظ باہم ایک دوسرے کے مشابہ اور مکرر ہیں کہ اس کی وجہ سے خلاترسوں کے بدنوں کی کھال پر رُوٹیں کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے دل اور جلد نرم بن جاتے ہیں اور کام

پاتے ہیں اللہ کی یاد سے“

شیخ کا اصطلاحی عالم ہونا ضروری نہیں | حاوی ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عبادت نیز جاننا چاہیے کہ شیخ کا جملہ علوم پر

میں فرائض و سنن و نوافل کی مقدار، محرمات و ممنوعات کی اقسام اور جائز و ناجائز کی تمیز کے قابل علم کافی ہے اور طریقت میں واجب ہے کہ سالکین طریقت کی جملہ بیماریوں کے معالجات اور مجاہدہ و ریاضت کے طرز سے واقف ہو کہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے مناسب تعلیم دے سکے اور شیخ کا دانشمند ہونا ضروری ہے۔ تاکہ مریدوں کے مزاج و طبیعت اور ان کے اخلاق ذمیرہ و عیوب کی کیفیات کا پتہ چلا سکے۔ ان علوم و معارف میں جن کی مریدوں کو سلوک طریقت میں ضرورت پیش آتی ہے مہارت رکھتا ہو۔ حقیقت، مقامات، منازل، تلویحات، تمکینات اور منافع و مضار سے ضرور آگاہ ہو، مکاشفات معائنات اور مشاہدات سے گزر کر فنا، الفناء اور بقاء البقاء سے پیوست ہو عظمت و کبریاء اور وحدانیت و فردیت کی معرفت کا جامع ہو تاکہ سالکین کی تربیت اور مریدوں کو ارشاد و ہدایت کر سکے اور پیر بننے کے قابل ہو سکے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي -

۱۰ کہدوائے محمدیہ ہے میرا راستہ، میں تم کو وصف بصری و مشاہدہ و ردیہ قلبی و تصدیق ایمانی کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی طرح میرے تابین بھی بصری و مشاہدہ کیسے (لوگوں کو دین و ایمان کی طرف) بلاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ کو جو تابع ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بصیرت یعنی وحدانیت و عظمت خداوندی کی معرفت تامہ ضرور حاصل ہوتی ہے ورنہ نیابت رسالت کی خدمت کا انجام دینا اور رشد و ہدایت کی طرف بلانا مخلوق کا بلانا صحیح نہیں ہو سکتا۔

نیز شیخ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ کریم و مہربان اور صابر و بردبار ہو کہ سخت رو نہ ہو، ترش مزاج نہ ہو۔ اس کی گفتگو تلخ نہ ہو، کج خلق نہ ہو، نہ کوپہ گرد اور سیرانی ہی ہو کہ (فضول سیر و سیاحت کرتا پھرے) نہ دنیا پرست ہو، نہ ذہینت و جاہ کا طلب گار ہو نہ مریدوں کی کثرت کا خواہش مند ہو اور نہ مغلوب الحال ہو کہ خلاف شرع الفاظ زبان

سے نکالتا پھرے (کیونکہ ایسا شخص اگرچہ غلبہ حال کے سبب خود مفذور ہوگا، مگر پیر بنائے جانے کے قابل نہ ہوگا) نیز چاہیے کہ اپنے مریدوں کے حال پر ایسا شفیق ہو کہ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ پر شفیق تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

”بیشک تمہارے پاس پیغمبر آیا جو تم ہی میں سے (لیکن) بڑا ہی ہے کہ اس پر گراں ہیں وہ باتیں جو تم پر گراں اور سخت ہیں اور وہ ان پر (آسانی و نعمت خداوندی کے نزول) کا رحیمی ہے اور مہربان و رحم کرنے والا ہے“

پس جب شیخ میں یہ اوصاف موجود ہوں گے اور وہ اخلاق نبوی سے متصف ہوگا تو بے شک مریدوں کی تربیت کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جانشین ہوگا اور جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (ایک خاص قسم کی) ارشاد و ہدایت سیکھنے کے لئے حضرت علیہ السلام کی معیت چاہی اور حضرت علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے (کیونکہ جو علم مجھ کو دیا گیا ہے وہ احکام قضاء و قدر کا اجراء اور اس کی مخفی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم ہے جس کو احکام شرعیہ کا عالم شخص ان پر آگاہ نہ ہونے کے سبب ضبط نہیں کر سکتا کیونکہ بظاہر خلاف شرع ہونا ان کا ممکن ہے) قصہ مختصر موسیٰ علیہ السلام نے ضبط کا وعدہ فرما کر ہمراہی اختیار کی لیکن ضبط نہ کر سکے اور اعتراض کیا۔ آخر تیسری بار میں تفریق کی نوبت آگئی جیسا کہ مفصل حال سورہ کہف میں مذکور ہے۔ اسی طرح مریدوں کو اپنے شیخ کا ایسا اتباع کرنا چاہیے کہ اس پر اعتراض نہ کرے اور ادب و تعمیل حکم شیخ کو فرم سے سمجھے کسی طرح بھی انحراف کرنا مناسب نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر و صاحب شریعت ہونے کی وجہ سے افضل تھے، محض طبعی شوق سے ایک غیر ضروری علم سیکھنے کو حضرت علیہ السلام کے ساتھ رہنے کے خواہاں ہوتے تھے تو اعتراض کرنے کی وجہ سے گونا گونا گونا نہیں ہوئے مگر اس علم سے تو ناکام رہے۔ پھر کیا پوچھنا مرید کا کہ جاہل بن کر

لاہر شیخ کا دامن پکڑا اور ضروری علم یعنی معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لئے اپنے سے افضل و اعلیٰ کی معیت اختیار کی۔ پس اگر اعتراض کرے گا تو محروم رہ کر خسارہ ہی خسارہ اٹھائے گا۔ واللہ اعلم۔

فصل ۳

طریق سلوک | جب طالب صادق کو سلوک کا شوق پیدا ہو تو سب سے پہلے اس کو ایسا شیخ تلاش کرنا چاہیے جس کے صفات اوپر بیان کئے گئے ہیں تاکہ وہ اس کے مناسب حال ذکر کی اس کو تعلیم دے۔ اس کے بعد اس شیخ کے حکم کے موافق اس ذکر پر پابندی کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ذکر کی حرارت اس کے وجود پر حاوی ہو جائے اور یہ دوسروں کو تلقین کرنے کا اہل اور خرقہ تقویٰ حاصل کرنے کے لائق اور حق تعالیٰ کے فضل سے صوفی بن جاوے۔ پس مبتدی کے لئے مناسب ہے کہ سب سے اہم ذکر یعنی نفی اثبات کو بالجہر یا بالسر جس طرح بھی شیخ نے بتلایا ہے ہمیشہ اس طریق سے کیا کرے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے ہر خیر و شر کی نفی کا دھیان کرے اور اِلَّا اللَّهُ سے حق تعالیٰ کی ذات پاک کا اثبات کرے کہ اس کا عدم محال ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے وقت شیخ کا دھیان دل میں لائے اور اُس کی رُوح کو اپنے اندر سمجھے اور اگر ذکر و خلوت کے اثناء میں کوئی چیز اس پر ظاہر ہو اور مچلی بُری صورتیں یا چمک دار انوار یا رنگ ہائے گونا گوں نظر آویں تو ان کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے اور یقین کے ساتھ جانے رہے کہ نور حقیقی صودت و شکل اور جہت و سمت اور حد و تحیز سے پاک ہے۔ پس یہ انوار وغیرہ جو کچھ بھی نظر آئے خیالات کی قسم سے ہوں گے جو فوراً مٹ جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ ناپاٹدار شے دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جب ستاروں کو دیکھا کہ غروب ہو گئے تو فرمایا کہ گم ہو جانے والوں کو میں نہیں پسند کرتا کیونکہ وہ خدا بننے کے قابل نہیں ہیں۔

نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے | جاننا چاہیے کہ جو چیزیں نظر آتی ہیں ان سب کی حقیقتیں عالم معنی میں موجود ہیں اور

یہ جو عالم مثال میں روشن ہوتا ہے انہی حقیقتوں کا ظل اور پرتو ہے۔ تاہم ان سے مانوس ہونا نہ چاہیے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس راہ سلوک میں نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے پیدا فرمائے ہیں اور ان کو عزت و عظمت کی وجہ سے پردہ کعبۂ اسرار قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی راز کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں کہ اگر ان کو اٹھا دیا جائے تو سارا عالم خاکستر ہو جائے۔ اور وہ پردے ہی انوار و مانیہ اور ظلمت جسمانیہ ہیں یعنی حواس خمسہ، طبائع، اعراف، اخلاق ذمیرہ، نفس ہوا و ہوس، شہوت اور شیطان وغیرہ۔ اور پاک نفس چونکہ ظلمت و کدورت سے بالطبع متنفر اور انوار سے طبعاً مانوس ہوتا ہے اس لئے ظلمانی پردوں کا اٹھا دینا طالب پرہیزگاری ہوتا ہے۔ مگر نورانی پردوں کا اٹھانا بے حد دشوار اس کی تفصیل یہ ہے کہ دس ہزار پردے ظلمت تو لطیفہ قالب میں جو سالک کا وجود ہے، خاکی رنگ کے ہیں اور ذکر پر دوام اور مواظبت کے سبب ذکر کی روشنی سے وہ ظلمتیں تو بر تو اور اوپر نیچے چڑھے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں اور جب ذکر کے نور سے جسم صالح ہو جاتا ہے تو ابر سفید کی طرح صاف بن جاتا ہے اور دس ہزار نورانی پردے لطیفہ نفس میں آسمانی رنگ کے ہیں۔ خوب جان لے کہ نفس انسان کے وجود کا تربیت کنندہ ہے اور اپنی برائیاں وجود پر ڈالتا رہتا ہے۔ پس جب تربیت کنندہ پاک صاف ہو جائے گا تو نیکیوں کا فیضان وجود پر ڈالے گا اور اس طرح پر نفس کے تزکیہ سے ظلمانی حجاب مرتفع ہو جائیں گے، اور دس ہزار نورانی پردے لطیفہ قلب میں انگ کی مثل سرخ رنگ کے ہیں۔ اگر حسبِ خواہش غذا کھائی جاتی ہے تو اس میں دھوئیں کی بھی آمیزش ہو جاتی ہے اور جلد اوپر کو نہیں چڑھتے ورنہ سرخ الصعود ہوتے ہیں اور دس ہزار نورانی پردے لطیفہ سر میں برنگ شیشہ سفید و صاف جیسے آفتاب ان پر چمکتا ہو اور دس ہزار نورانی لطیفہ روح میں ہیں زرد رنگ کے کمال درجہ صاف اور دس ہزار نورانی لطیفہ حنفی میں ہیں، صیقل دار رومی آئینہ کے رنگ پر جیسے انسان کی آنکھ کی پتلی کا رنگ اور دس ہزار نورانی لطیفہ حقیقت میں جس کے ساتھ تمام لطیفے قائم ہیں ہر

رنگ کے ہیں کہ اس سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کو فرحت ہے اور وہی دل کی حیات کا رنگ ہے اس کے بعد عتیق کا رنگ باقی رہ جاتا ہے۔

نجم الدین کبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان رنگوں سے متصف ہو گا خواہ سالک قصد کرے یا نہ کرے مقام فنا پر ضرور پہنچ جائے گا، جیسے کہ روح بالذات اگ سے گھبراتی ہے صاحب روح کے اختیار و قصد کو اس میں دخل نہیں ہے کہ چاہے تو اس نفرت کو نہ ہونے دے، اور یہ رنگ بہت دشواری اور بے شمار مجاہدہ کرنے کے بعد سہولت ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور پر وہ ہائے مذکورہ اٹھ جانے کے بعد ساتوں لطیفوں کے انوار مشاہدہ میں آتے لگتے ہیں اور لطیفہ قالب میں جنات کو لطیفہ نفس میں دوزخ کو، لطیفہ قلب میں جنت کو، لطیفہ سر میں فرشتوں کو، لطیفہ روح میں اولیاء کرام کو، لطیفہ حنفی میں انبیاء علیہم السلام کو اور لطیفہ حقیقت میں فخرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کے بعد نور الانوار تجلی فرماتا اور جملہ انوار سابقہ کو مدہم اور ماند بنا دیتا ہے۔ پس سلوک تام ہو جاتا ہے اور طالب کی

لے مشائخ کے مذاق مختلف اور طریقہ تعلیم جدا جدا ہیں کوئی سلوک کو تفصیل کیساتھ طے کرتا ہے کوئی اجمال سے پھر کوئی لطائف کی میر کیساتھ اور کوئی بدون اسکے پھر سیر لطائف میں بھی مختلف طریقے ہیں جس کا جیسا مذاق ہو اس وہی طریق پسند کیا ہے۔ پمدہ ہاں مذکورہ انوار لطائف وغیرہ جو مصنف نے بیان فرمائے ہیں، اگر ایک ایک کر کے طے کیا جائے تو پچاس ہزار برس بھی کافی نہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ہر شیخ کو جدا طرز عطا فرمایا ہے۔ لاریب مشائخ کے جملہ طرق مقبول ہیں، مگر قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے طرق سب زیادہ قریب تر ہیں اور جس طرح آپ کی ذات مستجمع الصفات کو حق تعالیٰ نے امتیاز بخشا اسی طرح آپ کا طریق سلوک بھی دوسرے طریق سے ممتاز بنایا تھا۔ آپ کے بعد قدوسی گروہ میں اگرچہ مختلف وضع پیدا ہوئیں، مگر اصل سب کی ایک ہی ہے۔ ان اوضاع مختلفہ میں بھی اس طریقہ کو جو مجدد زمانہ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو عطا ہوا ہے ایک خاص امتیاز ہے جس سے ماہرین فن ہی خوب واقف ہیں، جس کا جی چاہے کتب سلوک کا مطالعہ کرے اور اللہ جو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت فرمادیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سالک اور مطلوب کے درمیان پڑے حائل ہیں جو مصنف نے ذکر کئے مگر جب سالک جذبہ الہی سے کچھ جاتا ہے تو بجلی کے کوندنے کی طرح ذرا دیر میں سب کو عبور کر جاتا ہے۔ پس کسی کو حراسان اور مایوس نہ ہونا چاہیے کہ اس قدر حجابات کس طرح سے طے کر سکیں گا۔ ۱۲ مترجم

میر جذبہ جلیہ کے ساتھ بدل جاتی ہے۔

سیر الی اللہ | جانتا چاہیے کہ جب حق تعالیٰ کی محبت میں سالک سلوک اختیار کرتا اور افضل عبادتوں اور نماز، روزہ اور طہارت و لطافت میں مشغول

ہوتا اور حق تعالیٰ کا قرب تلاش کرتا ہے تو اس کو جذبہ خفی اور سیر الی اللہ کہتے ہیں اور سلوک کا افتتاح سمجھتے ہیں اور اس جذبہ کے بدون اس راستہ میں چلنا ممکن نہیں اور یہی معنی ہیں ارشاد خداوندی کے کہ **يُحِبُّونَ اللّٰهَ**۔ یعنی وہ محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس پر سالک کی موافقت کے سبب جب حق تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بناتا اور اپنی طرف کھینچتا اور اپنی محبت کے راز سے آگاہ فرماتا اور واصل کر لیتا ہے تو اس کو جذبہ جلی کہتے ہیں اور یہی حق تعالیٰ کے ارشاد کا مصداق ہے **يُحِبُّهُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور اس جذبہ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کا اتباع کے بغیر پہنچنا ہرگز ممکن نہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي
 كَرِهَ اللّٰهُ لِيُحِبَّكُمْ اللّٰهُ ۱۲۔

کہہ دوئے محمد اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو ورنہ اس لئے کہ اگر میرا اتباع کرو گے تو حق تعالیٰ تم

کو محبوب بنالے گا۔

اور یہ ایسا راز ہے کہ جس نے چکھا نہیں وہ واقف نہیں اور طالب ہادق اگر چالیس

روز متواتر شرائط پر کار بند رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ مکاشفات کا دروازہ اس پر کھل جائے گا اور اول انوار روحانی اور کواکب روحانی نظر آئی گے۔ پھر فرشتوں کا مشاہدہ ہونے لگے گا۔ پھر صفات کا مشاہدہ ہو گا کہ ان صفات کے واسطے سے سالک پر بعض حقائق کا ترشح ہو گا اور یہ حال بدایہ میں ہوتا ہے اور جب عالم مثال سے بلند ہو جاتا ہے تو جملہ اشیاء میں حق ہی حق ملاحظہ کرتا ہے اور جب پھر اسی عالم مجاز میں جو سایہ کی مثل ہے واپس آتا ہے تو مخلوق پر ترس کھاتا اور ہنگامہ رحم دیکھتا ہے کہ یہ لوگ جمال حقیقی سے محروم اور اس عالم غرور و عالم ظل پر مغرور اور قناعت کے بیٹھے ہیں اور یہ شخص اگر چہ اپنے وجود و جسم کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے مگر قلب کے اعتبار

سے ان سے غائب اور دور ہوتا ہے اور اس شخص کو تو خلقت کے ظہور پر تعجب ہوتا ہے کہ حق کے ظہور کے سامنے سب محو کیوں نہ ہو گئے اور لوگ اس شخص کے حال پر تعجب کرتے ہیں کہ اس کو کیا ہو گا کہ جسم اور وجود ہوتے ہوئے ایسا بے خود ہو گیا اور اپنے آپ سے بھی بیگانہ بنا ہوا ہے اور یہ سب ذکر ہی کا ثمرہ ہے کہ اول ذکر بانی تھا اس کے بعد ذکر قلبی اور اس کے بعد غلبہ ذکر اور اس کے بعد ذکر میں محویت کہ ذکر مذکور میں محو ہو جاتا ہے اور یہ نتیجہ ہے نیک عمل اور اتباع سنت کا اور نہایت سلوک بھی یہی ہے جو ہدایت کی صحت و درستی کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

اور ہدایت کو درست کرنے کے شرائط امام جنیدؒ

حصول مقصود کے اٹھ اہم طریقے

کے طریق پر کہ حصول مقصود کے لئے سب طریقوں

میں قریب تر ہے آٹھ ہیں :- دوام عبادت، دوام صوم، دوام سکوت، دوام خلوت، دوام ذکر اللہ، دوام نغمی خواطر، دوام ربط قلب بالشیخ، اور اس سے علوم و واقعات کا استفادہ رکھنا یہاں تک کہ اپنے تصرف کو شیخ کے تصرف میں فنا کر دے، اور دوام ترک اعتراض بر خدائے تعالیٰ، ہر حال میں خواہ نفع پہنچے یا تکلیف یہاں تک کہ نفس کی راحت و تکلیف کے خیال سے، جنت کا مانگنا اور آگ سے پناہ چاہنا بھی چھوڑ دے، اور یہ سب موقوف ہے حق تعالیٰ کی توفیق پر کہ جس کو توفیق نصیب فرماتا ہے، وہ خود جانتا اور سوچتا ہے کہ سب سے بڑی ضرورت حق تعالیٰ کے حاصل کرنے کی ہے۔ پس اس مطلوب حق کی محبت کو قلب میں راسخ کر کے مخلوق سے منہ پھیر لیتا اور خالق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور بعد و فراق سے گزر کر قرب و وصال کا طلب گار بن جاتا اور کسل و سستی چھوڑ کر مشقت و مجاہدہ اختیار کر لیتا ہے۔

سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہجرت قیامت تک فرض رہے گی (مگر کون سی ہجرت) جبل سے علم کی طرف اور غفلت سے ذکر کی طرف گناہ سے طاعت کی طرف اور معصیت پر جمے رہنے سے توبہ کی طرف۔ اب ان شرائط کو خدا کے فضل و مدد سے جداجدا فصل میں بیان کرتا ہوں۔

فصل

با وضو رہنا پہلی شرط ہمیشہ با وضو رہنا ہے، یہاں تک کہ ایک ساعت بھی بے وضو نہ رہے۔ اگر پانی میسر نہ آئے تو پانی کے میسر ہونے تک تیمم کر لے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

«استقامت و پختگی اختیار کرو اور کاہل نہ بنو اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب بہتر نماز ہے اور وضو کی محافظت بجز مومن کے کوئی نہیں کرتا»
نیز ارشاد فرمایا ہے کہ «وضو مومن کا ہتھیار ہے» مزید فرمایا کہ «وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے»

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے «احیاء العلوم» میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا «دین کی بناء پاکی پر ہے»
نیز فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے «اور فرمایا کہ طہارت نصف ایمان ہے»
حق تعالیٰ شانہ مسجد نبوی (یعنی مسجد قبا کی تعریف) میں فرماتا ہے کہ اس میں ایسے آدمی ہیں جو خوب پاک رہنے کو محبوب سمجھتے ہیں «

پس چاہیے کہ ہر حالت میں خواہ کھانا ہو یا پینا اور سونا ہو یا بولنا با طہارت و با وضو رہے تاکہ طہارت ظاہری کی برکت سے طہارت باطنی حاصل ہو جائے اور اس کا سینہ صحیح و سالم بن جائے۔ کیونکہ ہنزرہ بارگاہ میں بجز اس کے جس کا قلب بے عیب اور جملہ کدورتوں سے سالم ہو دوسرے کو بار یا بی نہیں۔ اور جو شخص شریعت کے موافق اپنے ظاہر کو پاک نہ رکھے گا اس کا باطن ہرگز بھی طریقت کے قابل نہ بنے گا۔

کیونکہ ظاہر عنوان ہے باطن کا اور اگر طہارت پر مداومت رکھے گا تو قریب ہے کہ انوار بانی اس میں عکس ڈالیں اور ان انوار کا عکس اس کے مخیلہ میں پڑے اور دل کی آنکھیں تار بچی میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ انوار مشاہدہ کریں گی جو اس سے پہلے کبھی اس کو نصیب نہیں ہوا۔

فصل ۵

روزہ رکھنا اور بھوکا رہنا | دوسری شرط یہ ہے کہ (شمرعی ممنوعہ آیام کے علاوہ) روزانہ روزہ رکھے اور افطار کے وقت غذا کم کھائے تاکہ پیٹ میں گرانی بھی نہ ہو اور بھوک کے سبب مر بھی نہ جائے۔ کیونکہ بہت کھانا اور اسی طرح کم کھانا جو ہلاکت کا ذریعہ ہو دونوں نازیبا ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِقُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
المُسْرِفِينَ - ”خوب کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو“

نیز ارشاد فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْسِرُوا
طِبَابَاتٍ مَا آخَلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَعَدِينَ - ”اے ایمان والو! خدا کے حلال اور پاک بتائے ہوئے کو اپنے اوپر حرام نہ بنا لو کہ کھانا ہی چھوڑ دو اور حد سے بھی نہ بڑھو کہ ضرورت سے زیادہ کھانے لگو کیونکہ حق تعالیٰ

زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا“

اسی طرح جب روزہ کی نیت کرے تو اس وقت (سحری کو) بھی روزہ کی تعظیم کے لئے کم کھانا بہتر ہے۔ کیونکہ روزہ کو اس خاص فضیلت کے سبب جو اس میں حق تعالیٰ نے رکھی ہے اسلام کے جملہ ارکان اور تمام عبادتوں میں امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ ہر نیکی کا دس سے ستر گنا تک ثواب مقرر ہے، بجز روزہ کے کہ وہ خاص میرا ہے اور اس کا ثواب بھی میں ہی دوں گا۔ یعنی اس کے ثواب کی مقدار میں ہی جانتا ہوں۔ دوسروں کو معلوم نہیں اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبو دار ہے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کو ڈھال فرمایا ہے اور جو شخص نفس اور شیطان پر جہاد کرے گا اس کے لئے ڈھال کا ہونا ضروری ہے تاکہ شیطان کا تیر نہ کھائے۔ اس لئے کہ بھرنے میں بنی آدم کے پیٹ بھرنے سے زیادہ بدتر کوئی چیز نہیں کیونکہ شہوات و حرص و کینہ وغیرہ کی ساری بلائیں پیٹ بھرنے کی وجہ سے ہیں پس آدمی کو چند نعموں کی جن سے کمر سیدھی رکھ سکے کافی ہیں۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو

فرمایا تھا کہ اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھا کرو اور اپنے جگر و کونپیا سا اور اپنے بدنوں کو دستر کے علاوہ ننگا رکھا کرو تاکہ اس قابل بنو کہ اپنے رب کو اپنے دلوں سے دیکھ سکو۔

بھوکا رہنے کا مطلب | امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ سب چیزوں میں اہم مقصود توسط و اعتدال ہے۔

کیونکہ سب کاموں میں بہتر درمیانی درجہ کا ہونا مسلم ہے اور دونوں کنارے افراط و تفریط کے قبیح ہیں۔ اور بھوک کی فضیلتوں کے متعلق جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید افراط اور کمال درجہ کا بھوکا رہنا مراد ہو حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے امر میں حکمت الہی اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ طبیعت اس کی نہایت درجہ خواہش مند ہو اور ہو وہ شے موجب فساد و تشریعت اس میں اتنا مبالغہ کرتی ہے کہ ابجان کو یوں گمان ہونے لگتا ہے کہ بالکل طبیعت کے مخالف مراد ہے۔ مگر جاننے والا جانتا ہے کہ اس قدر مبالغہ محض طبیعت کے کمال حرص کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مقصود توسط ہے۔ کیونکہ طبیعت تو اس شے کا تقاضا کرے گی اور شرع بالکل ممانعت اور یہ بات بعید و دشوار ہے کہ طبیعت کو بالکل جبر سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ لہذا اعتدال پیدا ہو جائے گا کہ حرص طبیعت اس شے کو چھوڑے گی نہیں اور شریعت اجازت نہیں دے گی۔ پس ڈرتا کانپتا کم کھائے گا اور مقصود کہ اعتدال توسط حاصل ہو جائے گا اور جو شخص طبیعت کی بالکل مخالفت کرنے لگے گا اس کو شریعت اس کام میں گھسنے اور طبیعت کی مخالفت کے چھوڑنے کا حکم دینے لگے گی۔

طریق اعتدال | پس معتدل طبیعت کے لئے بہتر یہ ہے کہ اتنی مقدار کھائے کہ ڈکار نہ آئے تاکہ معدہ کی گرانی سے کہ عبادت کو مانع ہے اور

شدت بھوک سے کہ وہ بھی وقت کو مشغول رکھنے اور ذکر سے روکنے والی ہے دونوں سے بچا رہے اور مقصود یہ ہے کہ اتنا کھائے کہ طعام کا اثر باقی نہ رہے جلد تحلیل ہو جائے تاکہ فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے کیونکہ وہ معدہ کی گرانی اور بھوک

فصل ۴

تقلیل کلام تیسری شرط یہ ہے کہ بجز ذکر و عبادت اور کارِ خیر کے لب نہ کھولے۔ حضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت
پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ کلامِ خیر کے یا چپ رہے۔ نیز فرمایا ہے کہ آدمی آگ میں
اوندھے منہ ناک کے بل ڈالے جائیں گے اور اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ اپنی زبانوں
کی بولی ہوئی کھیتی کو کاٹیں گے اور حضرت علیؓ کہہ اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ساری نیکی چار
چیزوں میں ہے۔ کلام، سکوت، نظر، حرکت۔ پس ہر وہ کلام جو ذکر اللہ نہ ہو بے ہودہ
ہے اور ہر سکوت کہ فکر میں نہ ہو فراموشی ہے اور ہر نظر کہ عبرت کا سبب نہ ہو غفلت
ہے اور ہر حرکت کہ عبادت کے لئے نہ ہو مستی ہے۔ ہم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندہ پر کہ
اس کا کلام ذکر ہو اور سکوت فکر ہو اور نظر عبرت ہو اور حرکت عبادت ہو اور لوگوں کو اپنی
زبان اور ہاتھ کے ثمر سے بچائے رکھے اور اپنے آپ کو تھوٹ اور نفاق سے امن میں رکھے کیونکہ
حق تعالیٰ شکایت کے موقع پر فرماتا ہے :-

يَعْلَمُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي
قُلُوبِهِمْ -
”اپنی زبانوں سے اتنا کچھ کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں
اس میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔“

عزیز من جب عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے بچپن میں گویا کرنا چاہا تو مریم علیہا السلام کو
حکم فرمایا کہ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ یہ بچہ کہاں سے ہو گیا تو کہہ دیجو کہ میں نے روزہ کی نذر کر
لی ہے اس لئے آدمیوں سے کلام نہیں کر سکتی اور ان کی شریعت میں روزہ کی یہی صورت تھی۔
پس جب مریم علیہا السلام نے اپنی زبان بند کر لی تو عیسیٰ علیہ السلام نے بزمانہ طفولیت
کلام کیا۔ اسی طرح جب تو اپنی زبان کو فضول کلام سے بند کر لے گا تو اپنے دل سے جو
طریق الی اللہ کا بطل ہے کلام سننے لگے گا اور قاعدہ ہے کہ جب زبان گفتگو کرتی ہے
تو دل خاموش ہو کر سُنا کرتا ہے اور جب زبان خاموش ہوتی ہے تو دل باتیں کرنے لگتا ہے۔
پس زبان کو بند رکھ تاکہ تیرا دل بے ہودہ کلام کو نہ سنے بلکہ ذکر کیا کر تاکہ تیرا دل بھی اس کو
سن کر ذکر کا خوگر ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

فصل سیک

دوامِ خلوت | چوتھی شرط دوامِ خلوت ہے اور خلوت کے معنی ہیں کہ قلب کے حواس

باطنی کھولنے کی غرض سے حواس ظاہری کو بند کر لے تاکہ بیداری میں وہ چیزیں نظر آنے لگیں جن کو لوگ خواب میں دیکھتے ہیں اور قلب کے حواس بغیر ظاہری حواس کے بند کئے کھلتے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواب میں بہیری چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو بیداری میں نظر نہیں آتیں (کیونکہ خواب میں حواس ظاہری بند و معطل ہو جاتے ہیں) پس اگر بیداری میں بھی حواس ظاہری بند ہو جائیں گے تو دل کے حواس کھل جائیں گے اور جو خواب میں نظر آتا ہے بیداری میں نظر آنے لگے گا اور یہی راز ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پندرہ سال قبل سے خلوت کو پسند فرمایا کہ غار حراء میں ایک ایک دو دو ہفتہ عبادت کرتے اور انوار کا مشاہدہ فرماتے تھے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غار میں ایک ایک مہینہ تک تشریف رکھتے تھے۔ پس چاہیے کہ خلوت خانہ اتنا تنگ ہو کہ بس ذکر کے وقت چار انگوٹھے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور تاریک اتنا ہو کہ سورج کی شعاع اور دن کی روشنی کا گزرنہ ہو۔ اور خلوت کرنے والے کو مناسب ہے کہ بجز دینی ضرورت مثلاً وضو، نماز اور جماعت یا جمعہ کے طبیعت کے قبض اور تنہائی کی گرائی کو دفع کرنے یا اور کسی خواہش نفسانی کے لئے باہر نہ نکلے۔

اور چاہیے کہ مردانہ وار قوی اہمت رہے اور عالی ہمتی میں قدم رکھے حتیٰ کہ خان تک سے دریغ نہ کرے۔ سست و نامرد نہ بنے کہ سرین پر گرنے اور بیٹھنے لگے۔ چاہیے کہ سچا عاشق بنے کہ مطلوب کے ماسوا کو پس پشت ڈال دے اور دل کے آدام اور نفس کے اطمینان اور روح کی راحت میں ثابت قدم رہے، طبیعت کو شہوت سے پاک کرے۔ دل کو تقویٰ سے سنوارے، عقل کو ایمان سے اور اعضاء کو طاعات سے معمور کرے۔ انفاس کو صدق و اخلاص کے نور سے منور فرمائے اور سینہ کو اسلام کی چمک سے کشادہ رکھے کہ اسی کی مردانہ خدا کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دی اور اولوالالباب اور صاحبان عقول فرمایا ہے اور چاہیے کہ اخلاق حسنہ مثلاً ادب، تواضع، نولت،

انکسار، مسکنت، خشوع، خضوع کا خوگر ہو اور نفس کی اتنی گوشمالی کرے کہ ان اخلاق کا عادی ہو جائے۔ دنیا اور جاہ و مال کی محبت سے اعراض کرے۔ کم کھائے، اکثر خاموش رہنے، بکثرت نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، اور صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، امانت سکون اور سوچ سمجھ کر کام کرنے کا خوگر بنے اور خوراک و پوشاک کو حلال طریقہ سے فراہم کرے تاکہ شیطان و وسوسہ نہ ڈالے۔ بلکہ مناسب ہے کہ خلوت سے پہلے بھی ریاضت اور گوشہ نشینی کی عادت ڈالے اور کم کھائے کم سوئے، مخلوق کے سامنے کم رہنے اور پانی کم پینے کو اپنا طریقہ بنائے۔ اور گوشت زیادہ نہ کھائے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تو گوشت کھائے گا تو اپنے نفس میں جماع کی رغبت پائے گا۔ پس گوشت ہفتہ میں ایک دو دفعہ کھائے اور جب کھائے تو آدھ پاؤ سے زیادہ نہ کھائے کہ اتنی مدت میں اس مقدار کی مشائخ سے اجازت ہے تاکہ مبتدی کمزور نہ ہو جائے اور مناسب ہے کہ غذا ہلکی اور جلد ہضم ہو جانے والی طبیعت کے موافق کھائے۔ نہ ایسی جو دیر میں ہضم ہو اور نہ پیٹ بھر کر۔ اور خلوت و غیر خلوت میں کھانے کا ادب یہ ہے کہ نوالہ چھوٹالے اور بسم اللہ کہے اور ذکر میں حضور قلب کا بہت خیال رکھے تاکہ شہوت طعام کی ظلمت ذکر کے نور سے مبدل ہوتی رہے اور جب نوالہ کونگلے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے جس نے نوالہ خلق میں باسانی اتا دیا اور جب وہ معدہ میں پہنچ جائے تب دوسرا نوالہ لے اور اس کے ساتھ بھی یہی عمل کرے، یہاں تک کہ غذا کی مقدار پوری ہو جائے۔ اسی طرح پانی بھی گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے۔ اول بسم اللہ پڑھے اور آخر میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

بعض موفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تجربہ سے ہم کو معلوم ہوا کہ پیاس جھوٹی خواہش ہے۔ پس جو شخص پیاس کے وقت پانی میں کمی کی عادت ڈالے گا حق تعالیٰ اس کی پیاس کو دور فرمادے گا۔ یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ کئی کئی مہینے پانی نہ پیئے گا اور خواہش بھی نہ ہوگی اور اس کے بدن یا مزاج میں کسی قسم کے نقصان کا اثر بھی مطلق نہ ہوگا اور طبیعت پس غذا کی رطوبت پر قناعت کرنے لگے گی۔ شیخ محی الدین نوویؒ

نے ریاض العالمین میں فرمایا ہے کہ زمانہ کے فساد کے وقت اور فتنہ یا حرام یا شہادت وغیرہ میں پڑ جانے کا اندیشہ سے گوشہ نشینی اختیار کرنا مستحب ہے اور حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوا یا ہے :-

فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ تَعَالَىٰ لِيُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ وَيُغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

نَذِيرًا مَّبِينًا۔

سے ڈرانے والا ہوں۔ مزید مسلم بن سعد۔

ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کہ حق تعالیٰ اس بندے کو محبوب رکھتا ہے جو مستحق ہو، پاک ہو اور نفس کا غنی ہو اور کہ مال و جاہ کی طلب میں نیت نہ دوڑائے اور پوشیدہ (یعنی خلوت نشین و گنہگار) ہو۔ اور صحیحین میں ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مال اور جان سے مجاہدہ کرتے۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ اس کے بعد کون شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں بکسو ہو کہ بیٹھ جانے والا تاکہ خدا کی عبادت میں لگا رہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر لوگوں کو اپنے ٹم سے نجات دینے والا شخص دو سمرے درخت پر بہتر ہے۔ نیز ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں روایت ہے کہ وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی کہ ان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جائے اور ان پر دین کے فتنوں سے محفوظ و سالم رہ کر آبادی سے بھاگ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

آنحضرت ﷺ کی خلوتِ طیبہ

روایت کی ہے کہ وحی کا شروع جناب رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سچی خواہشیں تھیں کہ ان کی تعبیر صحیح صادق کی طرح ظاہر و وقوع میں آجاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غارِ حرا میں خلوت گزین ہوئے یہاں تک کہ کئی کئی شب عبادت میں گزارتے اور مکانِ تشریف نہ لاتے کیونکہ ان ایام کا کھانا

ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کے بعد پھر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لا کر کئی کئی دن کا توٹہ ساتھ لے جاتے اور اسی خلوت میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اسی غار میں وحی کا نزول ہوا کہ جبرائیل فرشتہ آئے اور فرمایا کہ پڑھو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوب بیچ کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے پھر خوب بھینپا اور چھوڑ کر کہا کہ پڑھو۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ مَا لَمْ يَلْمَلَمْكَ۔ پس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ کا دل مبارک کانپ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ لو۔ کپڑے میں لپیٹ لو۔ آخر آپ کپڑے میں لپٹے پڑے رہے۔ یہاں تک کہ خوفِ دُور ہو گیا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قصہ بیان فرما کر کہا کہ مجھے اپنی جان کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہرگز خوف نہ کیجئے۔ قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ آپ کو حق تعالیٰ ہرگز سوانہ کرنے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، سچ بولتے، کمزوروں کے بوجھ اٹھاتے، مسکینوں کے لئے کسب کرتے، مہانوں کو کھانا کھلاتے اور سچی بات کے مددگار بنتے ہیں اور ایسے نیکو کارِ صالح نہیں ہوا کرتے بلکہ سدا بھلتے پھولتے ہیں۔ الخ

پس اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت باوجود ان عمدہ خصلتوں اور معصومیت و حفاظتِ خداوندی کے اپنے اوپر آفات سے نڈر نہ تھے اور اپنی جان پر اندیشہ رکھتے تھے پھر کسی دوسرے کا کیا پوچھنا کہ طبیعت میں گندی خصلتیں لے کر سلوک الی اللہ اور عملِ خلوت و چلہ کشی راست آجائے گا۔ بلکہ اگر کسی کو خواہش ہو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ ملے اور شیطان سے نجات پائے تو اس کو چاہیے کہ یہ عمدہ خصلتیں جن کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے اپنے اندر پیدا کرے۔ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ خلوت صالحین اور بندگانِ عارفین کی شان و عادت ہے۔ ابو سلیمان خطابی کا قول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلوت کے ساتھ محبت اس لئے تھی کہ

خلوت میں قلب کو فراغت ملتی ہے۔ فکر پر اعانت ہوتی ہے۔ بشر کو جن اشیاء سے الفت ہوتی ہے ان سے علیحدگی نصیب ہوتی اور مشغوع بخوبی میسر آتا ہے۔

جان لے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب اول غار حراء میں فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے تو قرأت اور تبلیغ کا امر فرمایا۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت کچھ ریاضت کر چکے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے مزہ موڑ چکے تھے۔ دنیا اور دنیا والوں کو برا جان چکے تھے اور خلوت کو انتخاب فرما کر انتہا تک پہنچا چکے تھے۔ شہر اور گھر کو چھوڑ چکے تھے۔ کھانے کی سہرہ مقدر پر قناعت فرما کر کام اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا چکے تھے۔ بلکہ بعض اوقات یہ چند لقمے بھی چھوڑ دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس کھانا اور پیتا ہوں۔ پس جب تمام طریقوں سے درست ہو گئے اور امر تبلیغ کے اہل بن گئے تو حق تعالیٰ نے وحی سے تائید فرمائی اور خلعت رسالت سے مشرف کیا۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کی عادت اپنے خواص بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کے متعلق۔ اور طالبوں کی تربیت کے لئے ان حضرات کی متابعت ضروری ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نوازش و قرب کا حصول ریاضت و خلوت، کم خوری و عزلت اور ترک تعلقات ہی کے بعد ہوگا۔

”دعوات المعارف“ میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت آئی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئیگا کہ اس میں کسی شخص کا بھی دین سلامت نہ رہے گا۔ بجز اس کے جو اپنے دین کو لئے ہوئے بھاگا پھرے، ایک شہر سے دوسرے شہر میں، اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر اور ایک سو راخ سے دوسرے سو راخ کی جانب جیسے لومڑی کہ شکادی سے ڈرتی ہے اور بھاگی پھرتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسی حالت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جب روزی بجز گناہ کے حاصل نہ ہو سکے گی اور اس زمانے میں نکاح نہ کرنا بھی حلال ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! نکاح کا تو ہم کو حکم ہوا ہے پھر اس زمانے میں اس کا چھوڑنا کس طرح جائز ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ ان ایام میں آدمی کی ہلاکت ماں باپ

کے ہاتھ سے وقوع میں آئے گی اور کسی کے ماں باپ اگر نہ ہوں گے تو بی بی کے ہاتھوں آئے گی اور یہ بھی نہ ہوگی تو اقرباء اور رشتہ داروں کے ہاتھوں تباہی چھانے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان لوگوں کے ہاتھوں ہلاکت کس طرح ظاہر ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کنبہ والے اور رشتہ دار اس کو تنگی معاش پر غیرت دلائیں گے اور وہ غیرت کی وجہ سے حد سے بڑھے گا اور خوشحال بننے کے لئے حرام و معصیت پر دلیر بن جائے گا۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے دین کو برباد کر دے گا۔“

نیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دوسری صدی کے بعد سب سے بہتر وہ آدمی ہوگا جس کا باپ ہلکا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہلکے باپ والے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے نہ بیوی بچے ہوں نہ مال، وہ حساب سے ہلکا ہوگا۔ اور جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دین کی سلامتی اور بدن و روح کے آرام کا خواہاں ہو اسے چاہیے کہ لوگوں سے یکسو رہے۔ کیونکہ یہ زمانہ وحشت کا ہے اور عاقل وہی ہے جو اس زمانہ میں تمنائی اختیار کرے۔

اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مسلمان جو خلوت پر ایک شبہ کا جواب لوگوں کے ساتھ رہے اور ان کی ایذاؤں پر

صبر کرتا ہے اس شخص سے بہتر ہے جو صبر نہ کر سکے کی وجہ سے خلوت میں بیٹھ رہے، (جس سے بظاہر جلوت و اختلاط کو خلوت و عزلت نشینی پر فضیلت معلوم ہوتی ہے) تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان ریاضت اور تزکیہ سے نفس کو مہذب بنا چکا اور تسکین دے چکا ہو اور حق تعالیٰ اس کو صبر کے پہاڑ اور رضا کے دریا عطا فرما چکا ہو اور سکینہ و طمانینت اس کے قلب میں ڈال چکا ہو اور بردباری، ثبات، غصہ کا ضبط ایسا کی برداشت، وقار، تمام کاموں میں میانہ روی، پاکدامنی، سخاوتِ نفس، تحمل جو انردی، قناعت، پرہیزگاری اور طبع، حرص، غصہ، تکبر، خود ستائی اور دعوت کا بھڑو دینا اس کو حاصل ہو چکا ہو، ایسے شخص کا لوگوں سے اختلاط رکھنا اور ان کی ایذاؤں کا برداشت کرنا خلوت میں بیٹھ رہنے سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کو

نفع پہنچے گا اور باوجود خلوت و مخالفت کے اس کی خلوت میں کوئی فتور لاحق نہ ہوگا اور جو شخص اس مرتبہ پر نہ پہنچا ہو بلکہ اس میں صفاتِ سلبیہ (یعنی عُقْمَہ و غیظ و غضب وغیرہ) اور بہیمیہ (شہوتِ اکل و شرب و جماع وغیرہ) اور طبعیہ و نفسیہ (حرص و ہوس و حُبِ جاہ و مال وغیرہ) باقی ہوں تو ایسے شخص کے لئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہرگز نہیں ہے کہ اس کا لوگوں سے اختلاط رکھنا خلوت سے بہتر ہے بلکہ اس شخص کے لئے واجب ہے کہ خلوت گزین ہو تاکہ اس کے اختلاط سے لوگوں کو ایذا نہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی شرارتوں مثلاً غیبت، چغلیخوری اور حسد وغیرہ سے محفوظ رہیں (اس لئے کہ غیر مہذب پابند ہوا و ہوس شخص سے بجز ان باتوں کے کیا توقع ہو سکتی ہے) اور بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو یہ حدیث خود خلوت کی تائید کر رہی ہے (کیونکہ مومن کا تذکرہ ہے جس سے مراد مومن کامل ہے اور وہ وہی ہے جو صالح و مہذب بن چکا ہو)۔

اگرچہ بعض لوگ اس کے معنی نہیں سمجھے اور اختلاط کو مطلقاً خلوت پر ترجیح دینے لگے (مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لفظ مومن کے ساتھ یہ قید بڑھانا کہ مخلوق کی ایذاؤں پر صبر کرے "خود بنا رہا ہے کہ مومن مہذب مراد ہے اور اسی میں اس کا اشارہ ہے کہ جو صبر کی طاقت نہ رکھے اس کا معاملہ برعکس ہے کہ خلوت اولیٰ ہے اختلاط سے)۔

پس اے طالبِ برائیوں اور ہوائے نفس کے ترک کرنے میں بہت کوشش کرتا کہ ظاہری و باطنی جمعیت نصیب ہو۔ چنانچہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ کامل وہی شخص ہے جس کے تقویٰ نے کی روشنی کو عوام سے ملنا جلنا کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ نیز معلوم کر لے کہ سالکوں کی تربیت کے لئے مشائخ کے طرز و طریقے مختلف اور بکثرت ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد اکثر مشائخ خلوت و عزلت ہی کے وسیلہ سے سلوک طے کراتے رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام کی خلوت بصورتِ صحبت اور حضرات صحابہ کرام کو خلوت کے بغیر صورتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحبت کی برکت سے فتوحات ہو جاتی اور ایک جلسہ میں اتنے معارف اور نادریں علوم حاصل ہو جاتے تھے کہ دوسروں کو سنا لہا سال کی خلوت میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے اور اس ثمرہ کی وجہ یہ تھی کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا اور صحابہ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ جاہلیت کی رسوم تھیں (جن کے وہ ایمان سے پہلے عادی ہو رہے تھے) پس جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ نبوت سے ان کی یہ حالت ہوئی کہ (سب کو یک لخت چھوڑ چھاڑ کر) ایسے مطیع ہوئے کہ اطاعت میں بہ دل و جان راضی تھے اور بال برابر بھی فرق نہ کرتے تھے تو ان کے ارادت کا امتحان ہو گیا کہ راسخ و صادق اور پختہ ہیں (پس) حق تعالیٰ نے ان کے قلوب میں ایمان پلا دیا اور اپنی ہدایت خاص کے نور سے ایسی تاثیر فرمائی کہ باوجود اہل و عیال اور مال و منال سے مخالفت رکھنے اور مباحات مثلاً مزدوری و تجارت و حرفت سے معاش حاصل کرنے اور جہاد میں مشغول رہنے کے (جس میں صلحاء تو صلحاء بازار یوں، منافقوں اور کافروں تک سے مخالفت کی نوبت آتی تھی) مرتبہ کمال کی چوٹی پر پہنچے ہوئے تھے اور ان کی ساری ہمت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت اور اس سر حلقہ محبوبان کے جمال باکمال کے ملاحظہ و زیارت میں مصروف تھی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام فضائل و کمالات کے مجمع و سرچشمہ تھے۔ جب آپ نے ان کو سچی ارادت میں مضبوط دیکھا تو اپنے قلب مبارک کے آفتاب کا عکس ڈالا اور نظر ہدایت اثر سے ایک نگاہ ڈال کر نبوت کے انوار اور معدن رسالت کے جواہر سے مشرف و مالا مال بنا دیا۔

چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا تھا وہ میں نے ابو بکرؓ سے سینہ میں ڈال دیا۔ پس حضرات صحابہ کے قلوب اس نور سے روشن ہو گئے اور ان کے وجود کا چراغدان منور ہو گیا۔ بشری صفات ان کی بالکل مضمحل ہو گئیں اور اعلیٰ درجہ کے عابد، زاہد، صاحبانِ علم و دانش اہل معرفت، موحد کامل اور جملہ علوم میں راسخ و مستحکم بن گئے۔ پھر انہی حضرات کے معارف کی روشنیاں تابعین کے قلوب پر منعکس ہوئیں کہ جس نے

ان کے دل اور جان کو بھی خالص نور بنا دیا اور اسی طرح اشدہ سلسلہ چلتا رہا۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں جیسے ہیں کہ جس کی بھی پیروی کر لو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ (یہ اسی نور کی طرف اشارہ ہے جو ستاروں کی طرح بحسب فرق مراتب کم و بیش جملہ صحابہ کو ملا تھا اور دوسروں کے قلوب میں منعکس ہو کر نورانی وعارف واصل بنا تا رہا۔)

پس جب اس آفتاب کمالات کی ایک نگاہ اس سعادت پر پہنچائے تو اس مجالست و جلوت سے بہتر پھر کون سی جلوت ہو سکتی ہے اور کون سی عقل ہے جو ایسی صحبت پر جلوت کو اختیار کرے گی اس لئے کہ جلوت تو اسی بات کے حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے جس کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجالست سے حاصل کرتے تھے۔ البتہ جس کو اس نعمت (فیضان نبوت) کا شرف نصیب نہ ہو اس کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصل فعل یعنی جلوت نشینی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ الطافِ خداوندی کی بہک اور لپٹیں حاصل کرنے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے زمانہ کے ایام میں بہک اور لپٹیں ہیں۔ پس ان خوشبوؤں اور ان کی لپٹوں اور مہکوں کے سامنے آکر کھڑے ہوؤ تاکہ ان سے متمتع و متبہج ہو سکو اور سامنے آنا اور ان خوشبوؤں کا حاصل کرنا موقوف ہے۔ احکامات کی عمدہ طریقہ اور پوری طرح سے تعمیل کرنے پر پس جس شخص کا دل اور ہمت و توجہ پریشان ہوگی اس کو احکامات کی تعمیل خوبی و کمال کے ساتھ نصیب نہ ہوگی ناچار وہ جلوت اختیار کرنے کا تاکہ اندرونی انتشار دور ہو اور دل جمعی پیدا ہو کر ایک طرف متوجہ ہو سکے اور جو شخص اس غرض کے لئے جلوت اختیار کرے اسے چاہیئے کہ مداومت رکھے اور چھوڑ نہ بیٹھے۔ کیونکہ جلوت ایک نعمت ہے جو دل کو مخلوق سے فارغ بناتی اور امر خالق میں ہمت کو مجتمع کرتی۔ ارادہ و قصد کو ثابت و قوی رکھتی اور فکر کو دنیاوی نفسانی لذتوں سے غیر مانوس بنا دیتی ہے اس لئے کہ جلوت جو اس ظاہری کا بند کرنا ہے اور آنکھ کا خاصہ دل کا دروازہ ہے کہ قلب کی ساری آفتیں اسی راستہ سے باہر آئیں اور لذتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس جب جلوت اختیار

کرتے گا تو سارے حواس خود بند ہو جائیں گے (جن میں آنکھ بھی شامل ہے اور اس طرح پر قلبی آفتوں سے بھات مل جائے گی کہ نہ کسی کو دیکھے گا نہ مال کی حرص و ہوس یا عورتوں کی طرف میلان و رغبت وغیرہ وغیرہ پیدا ہوگی، مثل مشہور ہے کہ آنکھ پھوٹی پیر گئی)۔ پس دانش منداور دین دار تو خلوت (کی فضیلت) کا انکار کر نہیں سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غار حرا میں جا جا کر عبادت کرنا خلوت کے لئے کھلی ہوئی اصل بھی موجود ہے۔

خلوت کی مقدار | بعض مشائخ نے خلوت کی مقدار چالیس روز رکھی ہے اس بنا پر کہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص چالیس صبح حق تعالیٰ کے لئے اخلاص (کا برتاؤ) کرے گا تو حکمت کے چشمے اس کے دل اور زبان سے ظاہر ہونے لگیں گے۔ اور بعض مشائخ نے ایک بہینہ رکھی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو سند بنایا ہے۔

نیر جانا چاہیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء تو اچھی خوابیں تھیں اس کے بعد آپ کو خلوت مرغوب ہوئی اور اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوت سے پہلے بھی رؤیاء صالحہ کی وحی کی بناء پر نبی تھے اور خلوت کی محبت وحی پر مرتب ہوئی۔ پس خلوت بھی امور دینیہ میں سے ہوئی اور قطع نظر اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو وحی سے پہلے بھی ناپسندیدہ افعال و اقوال سے مہذب اللہ محفوظ تھے کہ کوئی فعل یا قول ناپسند آپ کی ذات پاک سے سرزد نہ ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کے بچپن میں جب خانہ کعبہ کی تجدید ہوئی اور آپ نے بھی تعمیر میں شرکت فرما کر ایک پتھر اٹھایا اور تہمد کھول کر پتھر کے نیچے کندھے پر ڈالا تاکہ کندھا بھی نہ چھلے اور چلنے میں بھی رکاوٹ نہ ہو، تو کشف عورت ہو گیا، جیسا کہ عرب کی عادت تھی کہ برہنہ ہونے کو عار نہ سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی وقت زمین پر گر گئے اور بیہوش ہو گئے۔ اس وقت آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فوراً ستر چھپا لیا۔ اس کے بعد

آپ کے ستر شریف کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ پس جب خلوت کا پے در پے فرمانا آپ سے ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے اس سے آپ کو منع نہیں فرمایا بلکہ خلوت ہی فرشتہ کے ظہور اور وحی قرآن کے نزول کا وسیلہ ہوئی تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ خلوت بھی دینی امر ہے۔ اگر دین کے خلاف ہوتا تو ضرور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی ممانعت کی جاتی اور جس طرح خلوت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مبارک ہوئی ہمارے لئے بھی انشاء اللہ مبارک ہوگی کہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لَقَدْ كَانَتْ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أَسْوَأَ مَا كُنْتُمْ
”اے امت محمدیہ تمہارے لئے آپ رسول کے کاموں میں اقدار نیک موجود ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
”اے محمد! کہہ دو اگر تم حق تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، کہ خود حق تعالیٰ تم کو دوست رکھنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

صحابہ کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد فقہ کے احکام شرعیہ اور جہاد کی مشغولیت کے سبب خلوت کی فرصت نہ ملی۔ مگر تابعین اور تبع تابعین شریعت کے قائم و مستحکم ہو جانے کے بعد خلوت میں مشغول ہو گئے۔

خلوت کے فوائد | خلوت کے فائدے یہ ہیں :- ہمیشہ پاک رہنا، ہمیشہ ذکر زہان و قلبی کا وجود، کثرت تلاوت، زبان اور تمام حواس کا فضول حرکات سے

بچا رہنا۔ ہمیشہ جمعہ اور جماعت کی نمازوں کا اول وقت ملنا۔ کیونکہ یہ شخص جماعت کا منتظر رہے گا اور جو منتظر نہیں رہتا (جیسا کہ جلوت اور اختلاط والوں کا حال ہوتا ہے) اکثر اوقات اس کی جماعت بھی فوت ہو جاتی ہے اور خلوت سے مراد یہی ہے کہ بالکل یہہ تن حد و شرعیہ کا اہتمام اور مصروفیت رکھے۔ یہاں تک کہ مشائخ کرامؒ سردی کے دنوں میں بھی جمعہ کے غسل کی تاکید کرتے ہیں۔ نیز خلوت کا یہ بھی فائدہ ہے کہ کھانا اس وقت کھایا جائے گا جبکہ بھوک کی پوری خواہش ہوگی اور سونا اس وقت ہوگا جب کہ نیند کا خوب غلبہ ہوگا اور خاموشی

حامل رہے گی۔ مگر بوقتِ ضرورت اور حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب اور اخلاص عمل اور
سچی طلب اور خشو و خضوع و عاجزی و احتیاج سونے حق اور اس پر توکل اور دوسروں سے
استغناء حاصل رہے گا۔ فخر اور زیادہ دفع ہوگا اور مخلوق سے طمع فاسد چھوٹ جائے گی۔
یہی ہے اہل دین کی خلوت اور اس جیسے فعل مستحسن کا انکار کرنے والا شخص جاہل و
متعنت ہے۔

نکتہ :- نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پوشیدہ تھی۔
چنانچہ خود فرماتے ہیں :-

كُنْتُ بِنِيَادِ اَدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْلِ - "میں نبی تھا اور آدم ہنوز روح اور بدن ہی میں تھے"
اور ایک روایت میں آتا ہے کہ پانی اور مٹی ہی میں تھے (کہ ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا)
پس جب اس عالم ظاہر میں نبوت کا ظہور چاہا تو خلوت اختیار کی اور ماسوی اللہ سے
انقطاع فرمایا۔ اسی طرح ولایت ولی میں پوشیدہ ہے اور اس کے ظاہر ہونے کو
گوشہ نشینی کی حاجت ہے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان چاندی سونے کی کان کی
مثل ہے۔ پس جس طرح چاندی اور سونا کان سے محنت و مشقت سے باہر نکلتا ہے اسی
طرح کمالات کے انوار مشقت و مجاہدہ کے بعد ہی چمکتے ہیں۔ اسی سبب سے کثرتِ ذکر
اور تلاوت اور ہمیشہ با وضو رہنے اور نماز و روزہ کے پابند بننے اور شہوات و لذات کے
چھوڑنے اور مراقبہ و حضورِ نجدائے تعالیٰ اور اس سے مناجات و دعا کرنے کی ضرورت پڑی
اور یہ سب باتیں اکثر آدمیوں کو خلوت کے بغیر دشوار ہیں۔

تنبیہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :- لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَالْكَرْبُ تَعْمَى الْقُلُوبَ
الَّتِي فِي الصُّدُورِ - (اُن کی آنکھی اندھی نہیں ہیں بلکہ اُن کے دل اندھے
ہیں) پس دل کا اندھا وہ ہے جو عظمتِ الہی کے انوار کا مشاہدہ کرنے سے محروم ہوا
اور اس اندھے پن کا سبب شیطانی و نفسانی وسوسوں کا ہجوم اور ذکر اللہ سے روگردانی
ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ذکر سے باز رہتا ہے اس پر ہم شیطان

کو مستط کر دیتے ہیں اور علاج اس اندھے پن کا ذکر کی کثرت اور نفس کا تزکیہ و تصفیہ کر لینا ہے تاکہ آہستہ آہستہ باذن خداوندی اس کے جناب اٹھ جائیں اور مطلوب تک پہنچ جائے اور جمعیت یعنی خلوت و رخلوت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ فخر رسل علیہ السلام نے اس ارشاد میں کہ "فقہ حاصل کرو اور یکسو رہو" اسی جمعیت قلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور جب قلب ذکر سے قوت پاتا اور ممکن الحال بن جاتا اور خلوت اور اختلاط دونوں برابر ہو جاتے ہیں تو اب اس کو آدمیوں میں رہنا اور اختلاط نقصان نہیں پہنچاتا۔ یہی ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باجسام لوگوں کے ساتھ نہ ہو اور بدل ان سے جدا نہ ہو۔ اور یہی رمز ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ "طنے جلنے والا مسلمان بہتر ہے یکسو رہنے والے مسلمان سے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔"

حاصل کلام | اے عزیز! کوشش کر تاکہ تیرے دل کی آنکھ کھل جائے اور انوارِ عظمت الہی کا مشاہدہ ہو اور جو شخص صفائے اندرون و جلا قلب کے اس مقام پر نہیں پہنچا اور مردانِ خدا کے مرتبے میں نہیں آیا وہ اندھا ہے اگرچہ دونوں آنکھیں اس کی کھلی ہوئی ہوں اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو دنیا میں (مشاہدہ حق سے) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی لایارت رہے گا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ راستہ سے بھٹکا ہوا۔"

پس ہوش میں رہو اور اعتراف من مت کر کیونکہ اصل خلوت کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ہو گیا۔ اور اگر تیری فہم خلوت کے مذکورہ امر تک نہ پہنچے تو تو اس نعمت کے لئے پیدا ہی نہیں ہو تو اس نعمت والوں پر طعن و اعتراف سے زبان کو محفوظ رکھو اور ان حضرات پر حسد مت کر کہ خلوت والا تو اپنے ظاہری اور باطنی حواس کو گناہوں سے اور اپنے پیٹ کو اپنا دین محفوظ رکھنے کے لئے حرام اور شبہات سے محفوظ رکھتا اور حق تعالیٰ سے ڈر کر خلوت کو اختیار کرتا ہے اور تو (خلوت کا منکر و غیر معتقد بن کر) ان باتوں سے منع کرتا ہے اور مومن کی یہ شان

نہیں ہے کہ حفاظتِ دین کی سعی کرنے والے کو تشویش اور پریشانی پہنچائے اور تمہیں کھا اپنے اوپر اور اپنے دین پر کہ دین کی حفاظت سے (دوسروں کو) باز رکھتا ہے (جو صریح بددینی اور مناع للخیر کا مصداق ہے) اور تبہیرے مرید ایسے ہیں کہ خلوت کے بغیر ان کو دل اور دین کی حفاظت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس ان کو جلوت میں رہ کر دین کے محفوظ رکھنے کی تکلیف دینا ناقابلِ برداشت تکلیف دینا اور صریح ظلم کرنا ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ خود یوں فرماتا ہے :-

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دُونَهَا - ”میں ہر شخص کو اس کی طاقت کے موافق ہی تکلیف دیتا ہوں“

اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ خلوت شرع میں جائز ہے کوئی حرام نہیں ہے۔ پس اعتراض کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول جو نقل ہے ابراہیم علیہ السلام کے قول کی کہ :-

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ آلِهِمْ قِيَّ سَيِّدِي - ”میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں“

خلوت ہی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ جاننا ابراہیم علیہ السلام کا وطن اور برادران کو چھوڑنا اور اہل زمانہ سے مفارقت اختیار کرنا تھا اور یہی خلوت سے مراد بھی ہے نیز دوسری جگہ حضرت ابراہیم ہی کے ذکر میں وارد ہے کہ فَلَمَّا اعْتَزَلَ لَهُمْ (جب ابراہیم نے ان سے عزت اختیار کی تو ہم نے ان کو اسحق و یعقوب عطا کئے) نیز مریم کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے :-

كَلَّمَآ دَخَلَ عَلَيْهَا كَهْرًا تَابًا الْمِحْرَابِ وَ جَدَّ عِنْدَ هَابِرٍ نَارًا - ”جب کبھی ذکر یا محراب میں مریم کے پاس جاتے تو ان کے پاس رزقِ اخلاصِ موسم پھل رکھے ہوتے پاتے“

اور یہ محراب (دریچہ) مریم علیہا السلام کا خلوت خانہ ہی تو تھا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے :-

وَدَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَ اَتَمَمْنَا هَابِعَشْرَةَ - ”ہم نے تیس رات کا وعدہ دیا اور دوسری دس راتوں سے میعاد کو پورا کر دیا“

اور یہ میعاد تبرک و وطن و قوم خلوت ہی کی مدت ہے اور اسی طرح حضرت داؤد
 و سلیمان علیہما السلام بھی لوگوں سے خلوت کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ داؤد علیہ السلام
 ایک دن کچھری کرتے اور ایک روز عبادت کرتے اور ایک روز وعظ فرمایا کرتے تھے۔
 اور جب سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت آگیا اور بیت المقدس کی تعمیر میں ایک
 سال کا کام باقی تھا تو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کو ظاہر نہ کرنا اور لاٹھی پر سہارا
 لگائے کھڑا رکھنا۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور جنات آپ کو زندہ سمجھ کر کام کرتے
 رہے۔ پس اگر سلیمان علیہ السلام خلوت کے عادی نہ تھے تو جنات نے آپ کو بلایا
 کیوں نہیں؟ بلکہ یوں ہی سمجھا کہ اپنی عادت کے موافق گوشہ میں ہیں۔ اور جب حضرت
 سلیمان علیہ السلام (لاٹھی کو گھن کے کھا جانے سے) زمین پر گر گئے تب ان کو معلوم ہوا
 کہ وفات پا چکے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ خلوت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔
 اور جو شخص خلوت پر اعتراض کرتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر
 اعتراض کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

جاننا چاہیے کہ بعض مشائخ تو برابر خلوت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ کام انجام کو پہنچ
 جائے اور (تکمیل ہو جانے کے سبب) حق تعالیٰ ان کو مخلوق کی ہدایت و ارشاد کا حکم فرما
 دے اور بعض دو غلو توں کے درمیان ایک ہفتہ کا آرام لیتے ہیں اور یہ صورت بہتر معلوم
 ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجاہدہ کے موافق ہے۔ جیسا کہ حضرت
 جابر و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت گذشتہ سے معلوم ہوا کہ آپ ایک دو ہفتہ
 سے لے کر ایک ماہ تک (غبارِ حرامین) عبادت کرتے اور پھر (شہر میں) تشریف لے آیا
 کرتے تھے۔ نیز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے
 ارشاد فرمایا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ پس شب بیداری بھی کرو اور نیند کا
 آرام بھی حاصل کرو اور یہ حکم اسی وجہ سے ہے کہ ساری عبادتیں نفس ہی کے وسیلہ
 سے ہوتی ہیں اور نفس بمنزلہ گھوڑے کے ہے (کہ اس پر سوار ہو کر مقصود تک پہنچتے ہیں)
 پس اگر ہمیشہ خلوت میں رہے گا اور نفس کو سخت پکڑے گا تو وہ گھبراٹھے گا اور صبر

نہ کر سکے گا۔ پس بدی اور شرارت و سرکشی کرے گا اور شیطان کو موقع مل جائے گا کہ
 دسوسہ اندازی کرے۔ پس ممکن ہے کہ سالک کو تباہ کر دے اور خلوت سے بالکل
 ہی اٹھا دے اور اتنا متنفر بنا دے کہ پھر بجز خاص فضل خداوندی کے خلوت میں آنا ہی
 ممکن نہ رہے اور اگر کبھی کبھی اس کو آرام بھی دے دیا کرے گا تو ضرور اس کی رغبت
 بڑھ جاوے گی اور دوسری خلوت میں پورے شوق اور ارادہ کے ساتھ خوب ریاضت
 کرے گا اور ایام تعطیل کا بھی تدارک کر دے گا اور اطمینان و آرام کے ساتھ رہے گا
 اور سالک کے ساتھ نزاع نہ کرے گا اور بڑے خیالات کم آئیں گے اور قلب کا
 نزاع رفع ہو جائے گا اور اس سالک کو چند روز اور تھوڑی ہی سی مدت میں اس
 قدر فتوح اور فوائد حاصل ہوں گے کہ کسی دوسرے کو مدت دراز میں بھی اتنے
 نصیب نہ ہوں گے۔

فصل ۵

دوامِ ذکر پانچویں شرط یہ ہے کہ ذکرِ زبانی اس کے معنی کو قلب میں حاضر کر کے
 پوری شدت اور طاقت کے ساتھ خفیہ یا بالجہر جیسا بھی اس کو تلقین

کیا گیا ہے ہمیشہ کرتا رہے۔ یہاں تک کہ ذکر کا اثر اس کی رگوں میں پہنچ جائے اور
 سب سے بہتر ذکر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ حق تعالیٰ نے
 حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی کلمہ کے معلوم کرنے کو ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ
 فرمایا فَاَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی پس جان لو اے محمد! کہ کوئی معبود نہیں
 بجز حق تعالیٰ کی ذات کے۔ اور جب ذکر کرنے والا ایک مدت تک پورے حضور اور
 کامل تعظیم کے ساتھ ذکرِ زبانی پر مداومت رکھتا ہے تو ذکر قلبی اور ذکر کے ساتھ قلب کا
 اطمینان حاصل ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

« آگاہ ہو جاؤ کہ قلوب اللہ تعالیٰ ہی کے

الَّذِي يَذْكُرُ اللَّهَ تَطْمَئِنُّ

الْقُلُوبُ ۝ ذکر سے قرار و طماننت پاتے ہیں۔

اور حق تعالیٰ اور اس کے ذکر سے انس اور مخلوق اور ان سے ملنے چلنے سے

وحشت جو قلب کی خلوت سے مانع ہے پیدا ہو جاتا ہے اور جب ذکر میں قلب درجہ استغراق کو پہنچ جاتا ہے تو ذکر زبانی چھڑا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں مشغول کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ذات سے منقطع ہو کر منقطعین کے مقام یعنی وقون و ذمہ صفات میں آجاتا ہے۔

بہت سی کہتے ہیں کہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حیرت و پریشانی بذکر اللہ یعنی مذکور (ذات حق تعالیٰ) میں کمال حضور کے سبب ذکر کو بھی حیرانی جانتا ہے اور انہی سے جہل کی حقیقت دریافت کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا نام جہل ہے۔

نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سالک جب ذکر زبانی پر مداومت کرتا ہے تو مدت دراز کے بعد اس حد پر پہنچ جاتا ہے کہ زبان کے ذکر سے اس کے دل کو تکان محسوس ہوتا اور پریشان ہونے لگتا ہے۔ پس حضور قلب کی وجہ سے اس کی زبان ذکر سے رک جاتی ہے اور بجز فرض و سنت نماز کے جس کے لئے اس کا قلب فتویٰ دیتا ہے اور کوئی ذکر برسوں اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ ہاں فرائض اور سنن مؤکدہ کا چھوڑنا اگرچہ اس میں بھی ذکر زبانی ہے (پہر گز گوارا نہیں کرتا اور یہی قلب ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ ”اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دے چکے ہوں“)

اور یہ شخص اگرچہ زبان سے ذکر نہیں کر سکتا مگر صاحب ایمان و صاحب ایقان ہے اور اب اس کا ذکر انسی ذکر قدسی سے بدل جاتا ہے اور ذکر حقیقی یعنی مذکور میں فنا ہو جانے کے اندر مشغول ہو جاتا ہے اور ذکر صوری سے باز آجاتا ہے اور یہی معنی ہیں صوفیہ کے اس قول کے کہ جو انہوں نے کہا ہے کہ زبان کا ذکر لقلقہ ہے اور قلب کا ذکر وسوسہ ہے۔ کیونکہ حقیقی ذکر یہ ہے کہ اس سے بالا ہو کر مذکور میں فنا ہو جائے۔

جان لو کہ حق تعالیٰ قلب کی اصلاح ذکر کے
قلب کی اصلاح کا طریقہ ذکر و فکر واسطہ سے فرماتا ہے۔ اس لئے کہ قلب

کا مطلوب و محبوب حق تعالیٰ اور اس کی صفت کا ذکر ہے۔ پس اپنے محبوب کے ذکر سے
 قلب غذا اور قوت پاتا اور مطہر و منور و مصفا و مقرب بن جاتا ہے اور جس قلب کو
 حق تعالیٰ محبوب بناتا اور اپنا تقرب بخشا اور نبوت یا ولایت کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے
 اول اس قلب پر اپنا ذکر مستط فرماتا ہے تاکہ اس ذکر کی روشنی و تصرف سے دل پاک
 اور نورانی بن جائے اور تمام اذکار میں کلمہ طیبہ کہ خاص توحید کے لئے ہے سب سے
 برتر اور مفید تر ہے اور حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں دو جگہ اس کا ذکر صراحت کے
 ساتھ فرما دیا ہے۔ ایک سورہ صافات میں **وَإِذَا قِيلَ لَهُمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ**
 ”جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو وہ تکبر کرتے ہیں۔“
 اور دوم سورہ قتل میں **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ”یعنی جان لو کہ حق تعالیٰ
 ہی کی ذات پاک خدائی کی مستحق ہے اور دوسرا خدائی کا سزاوار نہیں اور چونکہ یہ کلمہ
 توحید کی صحت کے لئے ہے۔ پس ضرور فائدہ میں تمام اذکار سے بہتر ہے۔ کیونکہ توحید
 ہی جملہ طاعات کا راز ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**
 تمام اذکار میں افضل ہے۔“

سہیل تستری نے فرمایا ہے کہ جنت تو معاوضہ ہے تمام اعمال کا اور کلمہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی بجز دیدار حق سبحانہ کے کوئی جزا نہیں ہو سکتی۔ یہی کلمہ ہے جس کو اگر
 کافر کہے تو اس کے کفر کی ظلمت دور ہو جائے اور اس کے دل میں ایمان کا نور پیدا ہو
 جائے اور اگر مسلمان کہے تو گودن میں ہزار بار کہے ہر دفعہ اس کے کہنے سے کچھ نہ کچھ
 کثافت ضرور دور ہوگی اور اس کا مرتبہ بلند کرے گا اور حق تعالیٰ کے مرتبہ و علم کی کچھ
 انتہا نہیں اس لئے اگر بے انتہا بھی اس کلمہ کو پڑھے گا تو بے انتہا مراتب پائے گا
 اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ”جان لو بجز ذات
 حق تعالیٰ کے کوئی بھی معبود حقیقی نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ”میں نے جان لیا“ کیونکہ

اللہ کو جاننے اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کو جاننے کی ہرگز کوئی انتہا نہیں رہیں گو حق تعالیٰ کے معبود ہونے کا علم آپ کو پہلے سے حاصل بلکہ ساری مخلوق سے زیادہ حاصل تھا کہ آپ رئیس الموحدين ہیں۔ مگر جب یہ علم ہی بے حد و پائیاں ہو تو ترقی کے لئے اس کے معلوم کرنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور تعمیل میں یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ میں نے جان لیا۔ یعنی پہلے علم پر ایک درجہ علم اور بڑھا لیا۔ اسی طرح ہر بار حکم ہو اور ہر آن تعمیل تب بھی علم غیر متناعی ختم نہ ہو) اور جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اسلام لاؤ۔ تو حضرت خلیل اللہ نے عرض کیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں اللہ پر جو د ہے تمام جہانوں کا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے معنی ظاہر ہیں جب ظاہری اطاعت بجالائے مسلمان ہو گئے رہیں نہ اس کے مراتب غیر متناہی ہیں نہ اس حکم کی تعمیل میں یہ جواب دینا صحیح تھا کہ اسلام لایا یعنی پہلے اسلام پر اور ترقی کر لی، برخلاف علم کے وہاں یہ جواب دینا کہ میں جان چکا ہوں صحیح نہ تھا کیونکہ اس سے علم توحید کے محدود اور ناقابل ترقی ہونے کا شبہ ہوتا تھا) اور بعض صوفیہ نے کہا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والے کو چار چیزیں ضرور حاصل ہونی چاہئیں۔ ایک تصدیق رکہ دل سے بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معبودیت کو خاص سمجھے ورنہ اس کے بدون کلمہ توحید کا اقرار نفاق ہے۔ دوم اس ذکر کی تعظیم رکہ اس کو سب سے بڑا سمجھے ورنہ بدعتی ہے۔ سوم اس ذکر میں علاوت و شیرینی حاصل ہو ورنہ زیادہ ہے۔ چہاڑم اس ذکر کا احترام کرے اور اگر احترام نہ کرے گنا تو فاسق ہے۔

نفل ہے کہ سہیل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جمعہ کے دن مسجد سے باہر نکلے تو لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کہنے والے تو بہت ہیں مگر ان میں اخلاص والے کم ہیں اور یہ چاروں مذکورہ نصلتیں بدرجہ کمال بجز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتیں اور اسی وجہ سے آپ کو ان کلمات کے علم کا حکم ہوا۔ اس لئے کہ حکم اسی کو دیا جاتا ہے جو اس کام کے کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور آپ کا قلب مبارک ذاتی عظمت کی وجہ سے ان کلمات کے علم کا مکلف بننے کا قابل تھا اور وہ صرف

کو صرف اس کلمے کے حکم ہونا کہ علم کا اس لئے کہ دوسروں کے لئے عدم قابلیت کی وجہ سے علم کا حکم تکلیف مالا یطاق تھا۔

اللہ جل شانہ کی یاد جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد طالبین مجتہدین پر ہر حالت میں فرض ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد

خداوندی فاذا كرموا الله قياما ذاقوا ذوقا و دعوا جنتا بهمة کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر اور رات اور دن اور خشکی میں اور دریا میں اور سفر میں اور حضر میں اور تونگری میں اور فقر میں اور تندرستی میں اور مرض میں اور خفیہ اور اعلانیہ اور بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ ہر فرض عبادت کی حق تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی حد اور انتہا ضرور مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور بھی قرار دیا ہے مگر ذکر کی کوئی بھی حد نہیں جہاں پہنچ کر ختم ہو جائے اور (کوئی عذر بھی قابل سماعت نہیں کیونکہ) بجز مجنون کے اس میں کوئی معذور نہیں اور اگر کسی کو معذور قرار دیتے تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام ہوتے کہ باوجود بڑھاپے اور اس قدر ضعف کے کہ بات تک کرنے کی طاقت نہ تھی اس طرح حکم ہوا :-

ایتک اذا تكلم الناس ثلثة ایاحہ
لاذ منرا ما واذ کرم ربک کثیرا و
سبیح بالعشی وایوبکاسی ہ

» تمہارے لڑکا پیدا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تین دن کسی آدمی سے کلام نہ کرو گے، مگر اشاف کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہنا۔ «

اور اگر کسی کے لئے ذکر کے ترک میں کوئی عذر قابل لحاظ ہوتا تو غازی و مجاہد کا مشغل ہوتا مگر ان کو بھی باوجود مشقت اور مشغولی کے یوں حکم ہے :-

یا ایہا الذین امنوا اذا البیتہ فینہ
فانبتوا واذ کرم اللہ کثیرا لعلکم
تفلحون ہ

» اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ جنگ کیا کرو تو پاؤں جھانٹے رکھو اور اللہ کا ذکر بہت کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ «

نیز قیامت کے دن ساری عبادتیں نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائیں گی اس لئے کہ علم آخرت میں بندے مکلف نہ ہوں گے مگر ذکر آخرت میں بھی ذائل نہ ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا
الْخَيْرَاتَ ۝

”اہل جنت کہیں گے کہ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے ہم سے غم دور کیا“

اور دوسری جگہ آیا ہے کہ یوں کہیں گے ”حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے پورا فرمایا جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا“ نیز فرمایا ہے کہ بہشت والوں کی صدا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ ہونگی۔
 (کہ یا اللہ تو پاک ہے) اور ملاقات کے وقت کا تحفہ اُن کا سلام علیک ہوگا۔ اور دوسری صدا اُن کی الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہوگی کہ حمد ہے اللہ رب العالمین کے لئے) اور دوسری جگہ آیا ہے کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کی ذات کے اور وہی حمد کے لائق ہے، دنیا میں اور آخرت میں۔ پس معلوم ہوا کہ اس جہان میں اور اس جہان میں دونوں ہی جگہ اس کی تسبیح و تحمید کا ذکر جاری رہے گا اور تسبیح و تحمید کی مواظبت ذکر ہی کی مواظبت ہے۔ کیونکہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ کے ضمن میں توحید موجود ہے اور یہ بھی منجملہ اذکار ہی کے ہیں۔

جان لے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ طاعات میں ریاء ہو
کلمہ طیبہ کے فضائل | سکتا ہے اور صدقہ میں مشتبہ مال کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے۔ مگر کلمہ طیبہ کو کوئی ایمان والا اخلاص کے بغیر نہ کہے گا اور جو شخص صدق و اخلاص کے بغیر کہے گا وہ صاحب ایمان ہی نہیں بلکہ مناقق ہے کہ عذابِ آخرت سے (کافروں کی طرح) کبھی نجات نہ پاوے گا اور ہماری گفتگو ایمان والوں کی عبادت میں ہو رہی ہے۔ پس مومن کے کلمہ توحید میں ریاء نہیں ہو سکتا برخلاف مومنین کی اور عبادتوں کے (کہ سب میں ریاء ممکن ہے)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دے گا اور عرش کے نیچے سے ہاتھ غیبی آواز دے گا کہ اے جنت اور اے جنت کی نعمتو بتاؤ تم کس کے لئے ہو؟ پس جنت اور اس کی نعمتیں جواب دیں گی کہ ہم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والوں کی مشتاق ہیں، ہم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والوں کے سوا کسی کے

خواہاں نہیں اور ہم میں بجز لا الہ الا اللہ والوں کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جس نے لا الہ الا اللہ نہیں کہا ہم اس پر حرام ہیں اور بجز لا الہ الا اللہ کے ہم کسی کا یقین نہیں کریں گے۔ اور اس وقت دوزخ اور اس کا عذاب یوں کہے گا کہ میرے اندر بجز لا الہ الا اللہ کا انکار کرنے والے کے کوئی نہ آئے گا اور بجز لا الہ الا اللہ کو جھٹلانے والے کے میں کسی کی خواہاں نہیں ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے والے پر نہیں حرام ہوں اور میں نہ بھروں گی مگر لا الہ الا اللہ کے منکر ہے اور میرا عقیدہ اور شور اسی پر ہے جس نے انکار کیا لا الہ الا اللہ کا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت یوں کہتی ہوتی آئے گی کہ میں لا الہ الا اللہ والوں کے لئے ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی مددگار ہوں اور میری عنایت میں لا الہ الا اللہ کہنے والوں ہی پر ہیں اور میں لا الہ الا اللہ کہنے والوں ہی کی محب ہوں اور جنت لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر حلال اور مباح ہے کہ بے تکلف نفع اٹھائے اور لا الہ الا اللہ نہ کہنے والے پر حرام ہے۔ سارے گناہوں کی بخشش لا الہ الا اللہ والوں ہی کے لئے ہے اور مغفرت و رحمت کا لا الہ الا اللہ والوں پر پردہ نہیں۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ مرنے کے وقت وحشت ہوتی ہے نہ قبروں سے اٹھنے کے وقت و رگویا میں دیکھ رہا ہوں لا الہ الا اللہ والوں کی طرف کہ صور پھونکے جانے کے وقت اپنے بالوں سے خاک جھاڑتے ہوئے اُمٹ رہے اور کہہ رہے ہیں کہ شکر ہے خدا تعالیٰ کا کہ ہم سے غم دور کیا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ قیامت کے دن سورج اور چاند اور ستارے ستارے اندھے و بے نور ہوں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے سورہ تکویر میں ذکر فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روز کلمہ طیبہ کا نور جلوہ فرما ہوگا اور ستاروں کا نور مجازی ذکر کے نور حقیقی کے سامنے ماند پڑ جائے گا کیونکہ ذکر کا نور خداوندی ہے اور چاند و سورج و ستاروں کا نور مجازی ہے اور مجاز حقیقت کے سامنے ماند و محو ہو جاتا ہے۔ پس اس وجہ سے تمام انوار بلکہ تمام اشیاء کا وجود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے وجود پاک کے سامنے بجھا ہوا ہوگا۔ چنانچہ

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

كُلُّ شَيْءٍ بِحَالِكِ إِلَّا وَجْهًا - "ہر شے ہلاک ہو جائیگی بجز حق تعالیٰ کی ذات پاک کے کے"

نیز مروی ہے کہ جب کوئی بندہ کلمہ توحید کہنے سے گویا تمام کفار پر حملہ کرتا ہے اس
دجہ سے ان سب کی تعداد کے موافق ثواب پاتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے فرمایا ہے کہ کوئی معبود نہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نقصان پہنچانے والا یا عزت و
ولت بخشنے والا یا دینے والا یا روکنے والا کوئی نہیں بجز حق تعالیٰ کے۔ اور بعض
علماء سے لوگوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے سورہ حج میں معطل و بے کار کنوئیں اور مضبوط
محل کا ذکر فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ چاہے معطل تو کافر کا دل
ہے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے معطل ہے اور قصر مضبوط مومن کا دل ہے کہ اس کلمہ
سے معمور و آباد ہے۔

ذکر اللہ کے فضائل | نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے :- فَادْكُرْ وَحْدَ اذْكُرْ كَلِمَةً

(اگر تم مجھ کو یاد کرتے ہو میں تم کو یاد کرتا ہوں) اسی
مقام سے حضرت ثابت بنانی نے (استنباط کر کے) فرمایا ہے کہ مجھ کو معلوم ہے جب
حق تعالیٰ مجھے یاد فرماتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوتا ہے تو
انہوں نے کہا کہ جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو جان جاتا ہوں کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔
نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "خدا کا ذکر بہت کرو" اور فرمایا ہے :-

وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئَلْ
إِلَيْهِ تَبْتِيلًا - "ذکر کر اپنے رب کے نام کا اور ہمہ تن اس کی
طرف منقطع ہو جا۔"

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے نزدیک افضل مراتب والا کون سا عابد
ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ "بکثرت ذکر کرنے والا" میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا خدا
کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی زیادہ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر غازی تلوار کے
ساتھ کافروں سے قتال کرے یہاں تک کہ اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے اور وہ زخم

کھا کر خون میں رنگ جاتے تب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا شخص درجہ میں اس سے بہتر ہو گا۔ نیز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ذکر صبح شام افضل ہے، خدا تعالیٰ کی راہ میں کثرتِ مقاتلہ کے سبب تلوار ٹوٹ جانے سے۔ اور افضل ہے اس صدقہ سے جو بخل (یعنی تندرستی کی) حالت میں ہو (جب کہ درازی عمر کی توقع پر مال کے دینے میں اکثر آدمی کنجوس ہو جاتے ہیں) نیز آپ نے فرمایا ہے کہ چلو لپکوا سے لوگو! کہ لَقَرْدُونَ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ لَقَرْدُونَ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ذکر پر بہت حرص کرنے والے کہ ذکر نے ان کے گناہوں کا بوجھ ان سے دور کر دیا۔ پس قیامت کے دن وہ لوگ ہلکے پھلکے اُٹیں گے۔ "پس سن لے اے عزیز! کہ بصیرت والوں پر منکشف ہو چکا ہے کہ ذکر تمام اعمال میں بہتر ہے اور اسی سبب سے ذکر کی شان بہت ہی بلند ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ - "واقعاً اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا تمہارے حق تعالیٰ کو یاد کرنے سے بہت بڑا اور بہتر ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد تمام طاعتوں سے بڑی طاعت ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک بندہ میرا ذکر کرتا اور اپنا ہونٹ میرے ذکر سے ہلاتا رہتا ہے میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔" اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زبان تر ہو اور اسی میں موت آجائے۔" اور ذکر سارے سالکوں میں عمدہ اور بہترین طالبِ خدا ہے اور کوئی شخص ذکر کے بغیر اصل حق نہیں ہوتا۔ کیونکہ ذکر کی ابتداء بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس کی انتہا بھی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے :-

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الْمُسْتَقِيمُ
 "خدا تعالیٰ کی طرف کلماتِ طیبات ہی چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو کلمہ توحید اونچا لے جاتا ہے۔"

نیز ذکر بندہ ذاکر کو مذکور کے ساتھ حاصل بنا دیتا ہے بلکہ ذاکر کو مذکور حق کر دیتا ہے
 کہ حق تعالیٰ اس کا ذاکر بن جاتا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم مجھ کو یاد کرو
 گے میں بھی تم کو یاد کروں گا۔ نیز جان لے کہ غرض جملہ عبادات سے یہی ذکر ہے۔ اور
 حق تعالیٰ کا قول اس کا گواہ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

اقِمُ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي - « نماز قائم کرو میرے ذکر کے لئے۔ »

اور ذکر سے مقصود یہ ہے کہ مذکور (یعنی حق تعالیٰ) کی معرفت و محبت اور فنا و بقا کے
 مذکور تک پہنچ جائے اور توحید اور ایمان میں کمال حاصل ہو جائے۔ حق تعالیٰ تمہیں
 اور ہمیں نصیب فرماوے۔ آمین !

نیز حق تعالیٰ نے ذکر کی کیفیت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے:-

قَدْ كَرِهَ اللَّهُ كَذِبَكُمْ إِن بَاءَ كُمْ
 إِذْ أَشَدَّ ذِكْرًا - « جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو کہ محبت
 بھی ہوتی ہے اور فخر بھی اس طرح خدا تعالیٰ کو یاد کرو بلکہ
 اپنے باپ دادا کو بھی یاد کرنے سے زیادہ۔ »

نیز ارشاد فرمایا ہے:-

أَذْكُرُ رَبِّي فِي نَفْسِي نَهْرًا وَخَيْفَةً وَ
 دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْخُدُقِ وَالْأَصَالِ
 وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ - « یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں خون اور عاجزی
 کے ساتھ آہستہ آواز سے ہر صبح و شام اور مت
 ہو غافلوں میں سے۔ »

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے
 زبان تر رکھو اور ہر صبح یا شام ایسی حالت میں کرو کہ تجھ پر کوئی بھی گناہ نہ ہو۔

پس جان لو کہ ذکر کے لئے چند آداب اور شرائط ہیں جن
 ذکر اللہ کے آداب و شرائط کی رعایت ضروری ہے تاکہ اس سے برکات کے

ثمرات اور نتائج و فوائد پیدا ہوں۔ منجملہ اس کی شرائط کے یہ ہے کہ بہترین ذکر یعنی نسی اثبات
 (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پر مواظبت کرے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو
 اور قول سدید کہو اور قول سدید کی تفسیر کلمہ طیبہ سے کی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو تاکہ فلاح پاؤ۔ نیز شرط ہے کہ ذکر کرنے والا اپنے بدن، کپڑے اور اپنی جگہ کو پاک کرے اور وضو و غسل سے طہارتِ کاملہ حاصل کر کے چہار زالو رو قبلہ بیٹھے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے سرے پر (گھٹنوں کے قریب) رکھے۔ یا داہنے ہاتھ کی پشت کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تھامے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا بیرونی حصہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصہ سے پکڑے اور اس طرز کو علمی نے اپنی کتاب میں فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بیان کیا ہے: "اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پست یا معتدل آواز سے جس طرح بھی شیخ نے تلقین کیا ہو دل کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھ کر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو بار بار اس طرح کہے کہ اپنے دل کے اندر سے پوری طاقت اور دل کی طرف کمال توجہ کے ساتھ بھلے اور بُرے سارے خطرات کو دور کر رہا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو دل سے نکالے اور اَللّٰهُ کو پوری طاقت کے ساتھ دل میں پہنچائے اور حق تعالیٰ کی ذات پاک کا اثبات کرے اور قلب کو پوری طرح پر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے۔ یہاں تک کہ اس کلمہ کے حاصل معنی یہ ہوں کہ کوئی چیز بھی موجود نہیں بجز حق تعالیٰ کی ذات پاک کے۔ اور اس ذکر پر اسی طور سے حضور و قلبی مراقبہ و توجہ کے ساتھ زبان سے مداومت کرتا رہے۔ کیونکہ اس کا ادب یہی ہے کہ تمام اوقات ذکر میں اس طرح مستغرق رہے کہ کسی وقت بھی زبان ذکر کے لفظ سے اور دل ذکر کے معنی سے خالی نہ رہے اور ذکر قلب کا جو ہر بن جائے اور وہ پردے جو مشاہدہ سے مانع ہیں دور ہو جائیں اور ذکر اور ذکر کنندہ کو مذکور حقیقی میں فنا حاصل ہو جائے۔ کیونکہ ذکر مسلمانوں پر فرض دائمی ہے۔

نکتہ: - حق تعالیٰ فرماتا ہے: - اَقْمِنُ شَرَحَ اللّٰهِ صَدْرَكَ يٰ اَيُّهَا سَلَامٌ فَهَوَّ

عَلَىٰ نَوْبٍ مِّنْ دِيْبِهِ ط قَوْلِيْ لِلْقَسِيْدَةِ قُلُوْا بِهَمِّ مَيْمَنٍ ذِكْرِ اللّٰهِ ط (وہ شخص جس کا

سینہ اسلام کا مطیع بن جانے کے لئے اللہ نے کھول دیا ہے تارک بد نصیبوں کی برابر جس طرح

ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے۔ پس خرابی ہے ان سنگدل

لوگوں کے لئے جن کے قلوب سخت اور زنگ گرفتہ ہیں اللہ کے ذکر کی طرف سے (غفلت کے سبب)۔"

پس اس آیت میں حق تعالیٰ نے دل کو قسوة اور سختی کی صفت سے ذکر فرمایا ہے اور سختی پتھر کی صفت ہے۔ چنانچہ خود حق تعالیٰ نے دل کو قسوة اور سختی کی صفت سے ذکر کے زندہ ہو جانے وغیرہ معجزات دیکھنے کے بعد :-

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ إِذَا نَسَّتْ تَسْوَةً ۖ
 وہ پتھر تمہارے دل سخت ہو گئے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت بن گئے۔

اور ظاہر ہے کہ سخت پتھر سخت چوٹ اور زبردست جھکاؤ کے بغیر نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح ذکر پوری قوت و طاقت کے ساتھ ہونا چاہیے تاکہ سختی سے پاک صاف ہو جائے اور شیطان سے نجات پائے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ذکر اللہ سے اعراض کرتا ہے ہم اُس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان ابن آدم کے قلب پر زانو بچھائے بیٹھا رہتا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو اُس کے قلب کو اپنے منہ میں دبا کر وساوس و خطرات اور فاسد امیدوں میں مبتلا کرتا ہے۔

ذکر کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ذکر کو صاحب تلقین اہل ذکر شیخ سے حاصل کرے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اخذ کیا تھا حضرت شداد بن اوس روایت کرتے اور عبادت بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدیق کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا تم میں کوئی اجنبی یعنی اہل کتاب بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا دروازہ بند کر دو اور جب ہم نے دروازہ بند کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر ایک ساعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست ہائے مبارک کو اپنی جگہ رکھ لیا اور فرمایا کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے اس کلمہ کے ساتھ مجھ کو معبود کیا اور اس کلمہ کا حکم فرمایا اور اس کلمہ کے کہنے پر جنت کا وعدہ فرمایا اور تو اپنے وعدہ کا ہرگز خلاف نہ کرنے کا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خوشخبری ہو کہ حق تعالیٰ نے تم کو بخش دیا۔ اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کو اور تابعین تبع تابعین کو و علیٰ ہذا ایک شیخ کے بعد دوسرا شیخ اس زمانہ تک لوگوں کو اس کلمہ کی تلقین فرماتے رہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحابہ پر ہم نے کلمہ تقویٰ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو لازم کر دیا اور وہ اس کلمہ کے زیادہ لائق بھی تھے، اس لئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تلقین پائی تھی اور وہ اس کلمہ کے اہل تھے کہ ان کے اندر وہ میں کلمہ کے انوار نافذ و مؤثر ہو گئے تھے۔

پس جب ایسے شخص کی خدمت میں جو طریقت کا سالک، حقیقت کا واقف اور تربیت کے وقائق کا ماہر ہو مرید پہنچے اور تلقین کے لئے مستعد ہو تو اس کو ذکر تلقین فرمادیں اور خلوت و گوشہ کا خوگر بنائیں اور ذکر پر مواظبت کرائیں یہاں تک کہ اس کا شوق اور طلب زیادہ ہو اور خلوت سے انسیت اور مخلوق سے وحشت ظاہر ہونے لگے اور اس کو خلوت (چلہ) میں بٹھائیں۔

نیز صوفیہ رحمہم اللہ کے یہاں ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو وہ راستہ دکھائیے جو بندگانِ خدا پر سب سے زیادہ قریب اور سہل تر ہو اور حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ افضل ہو، آپ نے فرمایا کہ خلوت میں ذکر پر مداومت کو لازم پکڑ لو، علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ ذکر کس طرح کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو اور مجھ سے سنو۔ اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سن رہے تھے۔ پھر حضرت علی نے تین مرتبہ کہا اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے تھے۔ بعد ازاں حضرت علی نے حسن بصری کو اور حضرت حسن بصری نے عبدالواحد بن زید اور جلیب عجمی کو تلقین کیا۔ اور اسی طرح سلسلہ تلقین جاری رہا۔ یہاں تک کہ متعدد سلسلے اور مختلف طریقے اور متفرق شعبے پیدا ہو گئے۔ چنانچہ سب کے شجرے مشہور ہیں بیان کرنے کی حاجت نہیں۔

فائدہ شجرہ مصنف | مصنف درسالہ بکیر نے اس مقام پر اپنا شجرہ مختصر اس طرح بیان کیا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اس طور پر کلمہ طیبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلقین فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ نے حسن بصری کو اور انہوں نے حبیب عجمی کو، انہوں نے داؤد طائی کو، انہوں نے معروف کرخی کو، انہوں نے سمرقندی کو، انہوں نے جنید کو، انہوں نے ابو علی رودباری کو، انہوں نے ابو علی کاتب کو، انہوں نے ابو عثمان مغربی کو، انہوں نے ابو قاسم گرگانی کو، انہوں نے ابو بکر نساج کو، انہوں نے احمد غزالی کو، انہوں نے ابو نجیب سہروردی کو، انہوں نے عمار بن یاسر کو، انہوں نے نجم الدین کبریٰ کو، انہوں نے مجد الدین بغدادی کو، انہوں نے علی لارہ کو، انہوں نے احمد کوربانی کو، انہوں نے عبدالرحمن کرخی کو، انہوں نے برہان الدین سمرقندی کو، انہوں نے فقیر مولف کو، اسم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اور مترجم (مولانا شید احمد صاحب قدم سرہ) نے اپنا شجرہ اس سے بھی زیادہ اختصار کے ساتھ اس طرح نظم کیا ہے :-

بہرامداد و بنور و حضرت عبدالرحیم	عبدالباری عبدالہادی عتدویں مکی ولی
ہم محشدی و محب اللہ شاہ بوسعید	ہم نظام الدین جلال و عبدقدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبدحق و شیخ جلال	شمس دین ترک و علاؤ الدین فرید جوہنی
قطب دین و ہم معین الدین و عثمان و شریف	ہم محمود و ابو یوسف محمد و احمدی
بوسحاق و ہم بمشاد و ہبیرہ نامور	ہم حذیفہ و ابن ادھم ہم فضیل مرشدی
عبدواحد ہم حسن بصری علی فخر دین	سید الکونین فخر العالمین بشری نبی
پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش	بہر ذات خود شقایم وہ نہ امراض ولی

مترجم حقیر بندہ عاشق الہی نے ایک شعر کا اضافہ کیا ہے یہ ہے
 بہر مولانا خلیل احمد ملاذبی فی غدی
 ہم رشید احمد رشید با صفا و سیدی

تنبیہ

مرید کو چاہیے کہ ذکر کی موافقت خالص توبہ کے بعد کرے اور صدق و اخلاص و تقویٰ کو لازم پکڑے اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے لب نہ ہلائے اور تمام حالتوں میں کہ نشست ہو یا برخاست اور حرکات ہوں یا سکنتاں ذکر رہے اور سکون و وقار کے ساتھ اپنے ماہر شیخ عارف کا ایسا فرماں بردار رہے جیسے مردہ اپنے نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کی خواہش ہو کہ مردہ کو زمین پر چلتا ہوئے دیکھے تو ابو بکرؓ کو دیکھ لے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ طلحہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اپنی شہادت کی نذر کو پورا کر دیا یعنی شہید ہو گئے۔ حالانکہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک زندہ تھے۔ (پس معلوم ہوا کہ اس شہادت اور موت سے مراد کمال فنائیت اور کمال اطاعت ہے کہ خدا و رسول کے ہاتھ میں مردہ کی طرح بن گئے کہ نہ اپنا ارادہ ہے نہ اختیار) کثرت میں مذکور ہے کہ فخر رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شہید کو زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مردہ ہو اس سے پہلے کہ مرد (یعنی زندگی میں حکم خدا و رسول کے سامنے اپنے ارادہ اور قصد کو فنا کر دو) اور جب مرید مردوں کے مثل بن گیا تو اب اس کا خدا تعالیٰ کو یاد کرنا خدا تعالیٰ سے ہو گا نہ اپنے نفس سے۔ اور ذکر کنندہ و اصل حق اللہ کے ذکر سے قدیم ہوتا ہے نہ اپنے نفس حادث کے ذکر سے) پس جب نفس مر گیا اور ذکر اللہ میں اپنے نفس حادث کا دخل نہ رہا تو اب اس کے ذکر کو قدم حاصل ہو گا کہ بعد موت بھی قائم رہے گا۔ کیونکہ موت کا اثر نفس و بدن پر ہو گا نہ کہ اس ذکر پر جس میں نفس اور اپنے ارادہ حادثہ کا دخل پہلے ہی اٹھ چکا تھا)۔ (مقابل)

خلاصہ دستور العمل برائے سالکین | مرید کو غفلت سے بیدار ہونے کے بعد لازم ہے کہ اپنے آپ کو ایسے شیخ کے سپرد کرے جو

صاحب معرفت ہو، امانت دار ہو، خیر خواہی و دیانت میں مشہور ہو اور طریقت کی بارہکیوں سے آگاہ ہو۔ پس کسی امر میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے تاکہ وہ شیخ رجوع الی اللہ کی کیفیت سے

اس کو واقع کرنے اور اسلام کے احکام شرعیہ و سلوک اس کو سکھانے کیونکہ شیخ وہی ہوتا ہے جو دین اور شریعت کو مریدوں کے دلوں میں راسخ اور مستحکم کرنے اور کھانے پینے اور لباس کی اصلاح ان تمام باتوں پر مقدم ہے کیونکہ ان کی درستی کے بغیر ترقی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے کہ حلال کی طلب ایمان کے بعد فرض ہے۔ اور بعض صوفی نے فرمایا ہے کہ حلال کی طلب یوں تو نہر مسلمان پر فرض ہے مگر اس گز وہ پر (جو سلوک اختیار کرتا ہے) ضرورت کی حد سے بھی زیادہ فرض ہے اور ان تینوں چیزوں کی اصلاح کے بعد احکام شریعت کے جو فرائض (نماز، روزہ وغیرہ) فوت ہوئے ہوں ان کی قضاء کرنے اور اس کے بعد مظالم (یعنی حقوق العباد جن کو تلف یا مہتم کیا ہو) ان کے مالکوں کو لوٹانے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک دہنگ حرام مال کا (جو ناجائز طور پر دوسرے سے لیا ہے) مالک کو واپس کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک سترج کے برابر ہے۔ اور جس کسی کو ضرب یا زخم وغیرہ پہنچا یا ہو اس کا بدلہ اور قصاص دے۔ اور اگر غیبت کی ہو گالی دی ہو یا کسی کی چغلی کھائی ہو تو اس سے قصور معاف کرانے (اگر وہ زندہ ہو) اور اس کے لئے استغفار کرے (اگر انتقال پا چکا ہو) اس کے بعد نفس کو اپنا سخت دشمن جانے اور زیادت سے اس کو ادب سکھانے کیونکہ نفس میں دو کیفیتیں ہیں ایک خواہشات میں پوری مشغولیت اور دوم طاعت سے باز رہنا۔

پس مجاہدہ اور اس کی مرغوبات کے ترک کرنے اور اس کی منشاء کے خلاف عمل کرنے سے اس کو سخت پکڑنے اور اوراد کی کثرت اور صوم و نوافل کی مداومت اور نفس کی ہمیشہ مخالفتیں کر کے اس کے ذائقہ کو تلخ کرنے اور بد عادتوں سے اس کو باز رکھے اور اس میں کوشش کرے کہ نیند کے بدلے بیداری اور سیری کے بدلے بھوک اور عیش و آرام کے عوض محرومیت اس کے پیش کش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائے اور حق تعالیٰ اس کی خطاؤں کو حسنات سے بدل دے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان شخص توبہ کرنے والا خدا کا پیارا ہے۔ کیونکہ پڑھاپے میں نفس خود ہی کمزور اور دل لذتوں سے سرزد ہو جاتا ہے۔ خوبی یہی ہے

کہ جوانی میں خواہشاتِ نفسانی کا مقابلہ کرے، جان لے کہ تقلیدی ذکر اور چیز ہے اور تحقیقی ذکر دوسری چیز ہے۔ پس عام لوگوں یا ماں باپ اور بھائیوں کے منہ سے سن سنا کر جو یاد کر لیتے ہیں یہ تو ذکر تقلیدی ہے اور یہ ذکر اگرچہ شیطان کو دفع کرتا اور ایمان ضرور بناتا ہے۔ مگر اتنی حمایت نہیں کر سکتا کہ ذکر کنندہ کو ولایت و قرب کے اس مرتبہ پر پہنچا دے جہاں ذکر تحقیقی پہنچاتا ہے۔ چنانچہ وہ تیر جو بازار میں فروخت ہوتے اور عام لوگ خرید کر استعمال کرتے ہیں، اگرچہ دشمن کو دفع کر سکتے ہیں مگر شاہی عمدہ دار نہیں بنا سکتے۔ بلکہ شاہی عمدہ تک پہنچنے کے لئے وہی تیر سزاوار ہے جو باضابطہ سلطان سے حاصل کرے۔

پس وہ ذکر جو ایسے صاحبِ تلقین و تصرف شیخ سے اخذ کیا جائے جس کا اخذ ذکر کا سلسلہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مسلسل ہو وہ تحقیقی ہے اور یہی ذکر مستعد مرید کے باطن میں تصرف کرتا اور اس ذکر کا درخت تلقین کے گھر پہ کے واسطے سے جب مرید صادق کے قلب میں بیٹھ جاتا ہے تو اعمال صالح اور اتباع سنت کے پانی سے پرورش پاتا اور اس پر ولایت کے سورج کی دھوپ پڑتی ہے۔ اس وقت بحکم خداوندی مکاشفاتی اور مشاہدات کے اس پر پھل بہر دم لگتے ہیں اور بشرطِ اخلاص اور صدق ارادہ انشاء اللہ محبت و معرفت کا ثمرہ حاصل ہوگا کیونکہ معرفت و محبت تک پہنچانے میں تلقین کو بڑا دخل ہے۔ اور اسی لئے حدیث شریف میں کھجور کے درخت کو مومن کے سامنے تشبیہ دی گئی ہے کہ جب تک کھجور کے درخت کو کش نہ دیں گے وہ پھل نہ لائے گا۔ اسی طرح مرید جب تک شیخ کامل سے تلقین نہ پائے گا اس وقت تک اس کے وجود کا درخت بھی معرفت کے پھل نہ دے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے درخت کھجور کے پھول کی شاخوں کے مادہ کے پھول میں باندھنے کو فارسی میں کش، عربی میں تابیر اور ہندی میں درختوں کا بیاہ بولتے ہیں۔ - ۱۲ منہ

نے فرمایا کہ ایک درخت ہے جس کے پتے جھڑتے ہی نہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے بندہ مسلمان، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہؓ نے صحرا کے درختوں کو فکر کو دوڑایا اور سوچنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر بزرگوں کے لحاظ سے میں بول نہ سکا۔ آخر صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کھجور کا درخت ہے کہ جب تک کٹ نہ دیا جائے گا پھل نہ لائے گا۔“

تلقین کی شرط یہ ہے کہ اول مرید اپنے شیخ کے حکم سے تین دن متواتر روزہ رکھے اور ان تین دنوں میں با وضو اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔ کھانا، کلام کرنا، سونا اور اختلاط کم رکھے اور تین دن گزرنے پر غفلت سے حضور و مراقبہ مع اللہ کی طرف نکلنے کی نیت سے غسل کرے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص مسلمان ہونے کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا کہ بہ نیت اسلام غسل کر۔ اس کے بعد آپ نے اس کو کلمہ توحید تلقین فرمایا: ”اور غسل کے وقت کہے کہ الہی میں نے اپنے بدن کو تیری توفیق کی بدولت پاک کیا اور میرے اختیار میں اتنا ہی تھا۔ پس تو میرے قلب کو پاک کر اور نور معرفت سے منور فرما دے کہ تو مقلب القلوب ہے اور ہر چیز تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ غسل کے بعد شیخ کی خدمت میں دوڑا نو بیٹھے اور ساکت ہو کر حضور قلب سے شیخ کے ساتھ مراقب ہو یہاں تک کہ شیخ آواز کھینچ کر کہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور مرید کو شیخ سے اپنے دل میں لے اور معنی سمجھے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں خواطر کی نفی کرے اور إِلَّا اللَّهُ سے موجود حقیقی کو ثابت کرے یعنی نہیں کوئی معبود اور مقصود اور مطلوب اور موجود اور محبوب، بجز خدا تعالیٰ کے، اس کے بعد مرید آواز کھینچ کر بلند آواز اور معانی میں حضور قلب کے ساتھ یہی کلمہ کہے۔ پھر دوسری بار شیخ کہے اور پھر مرید کہے۔ اس کے بعد تیسری دفعہ شیخ کہے اور پھر مرید کہے اس کے بعد شیخ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے کہ الہی! اس کلمہ کو اس مرید سے قبول فرما اور جملہ خوبیوں کے دروازے جو اپنا انبیاء و اولیاء پر کھولے ہیں اس مرید پر بھی کھول دے۔ اس کے بعد مرید اس کلمہ پر مداومت کرتا رہے۔ یہاں تک

مقصود کو پہنچنے۔ بفضل اللہ و توفیقہ۔

شیخ نجم الدین کبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اگرچہ صرف زبانی ہو غلبہ عظیم رکھتا

لسانی ذکر بھی بڑی دولت ہے

ہے مگر پردہ وجود کے کمال قوت کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا اور جب سالک بحالت خواب یا ذکر کے کثرت کے سبب وجود کے مضمحل ہو جانے کی وجہ سے پردہ وجود سے برہنہ ہو جاتا ہے تو غلبہ ذکر ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نور اوپر کی جانب یا آگے یا پیچھے پیدا ہو کر سالک کو جگہ سے ہلا دیتا ہے اور یہ مرید اس وقت خون کے سبب کلمہ پڑھتا ہے اور کلمہ پڑھنے سے زیادہ شدت پاتا ہے۔ ناچار خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر سجدہ میں گر پڑتا اور مسلم و مومن بن جاتا ہے کہ اپنے آپ کو خالق و برتر کے حوالے کر کے رضاء و تسلیم کی گردن جھکا لیتا ہے اور یہ صورت خدمت ذکر کی مقدار پر ہوتی ہے کہ جتنی خدمت زیادہ ہوگی اتنا اثر زیادہ اور جلد ہوگا۔

فناء اور فناء الفناء
جان لے کہ حروف کا ذکر بغیر حضور قلب کے ذکر لسانی ہے اور حضور و توجہ ذکر قلبی ہے اور حضور سے بھی غائب ہو

جانا اور مذکور (یعنی ذات حق) میں محو ہو جانا ذکر ستر ہے۔ پس ذکر کے وقت اگر ذکر کرنے والا شخص ذکر کو سمجھتا ہے تو ایک درجہ تنزل رکھتا ہے اور اگر حضور بھی نہیں ہے تو دو درجہ نیچے ہے اور اس ذکر (بلا حضور) کو لقلقہ کہتے ہیں اور خلاصہ ذکر کا مذکور میں اتنا مستغرق ہو جانا ہے کہ اثناء ذکر میں اگر ذکر کو بھی سمجھے گا تو یہ بھی حجاب ہے اور اس مرتبہ (محویت) کو فناء سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور فناء یہ ہے کہ اپنے نفس سے اپنے اعضاء سے اپنے حواس باطنی سے نیز جملہ اشیاء خارجی سے غائب ہو جائے اور سب کو حق تعالیٰ میں فنا کر دے اور جب کبھی ہوش میں آوے اسی کو پاوے۔ پس اس حالت میں اگر اتنا علم بھی باقی ہوگا کہ اس میں ہمہ تن فانی ہو گیا تو یہ بھی کدورت ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ فنا سے بھی فانی ہو جائے کیونکہ فنا سے بھی فنا ہو جانا غایت فنا ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں اور حمایہ اللہ کو یہ مرتبہ نصیب فرمادے۔

ذکر کے لئے چند امور کا لحاظ رکھنا اور جاننا چاہیے کہ کلمہ طیبہ کہنے والے کو چند امور کا لحاظ ضروری ہے کہ ان کے

بغیر فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ اس کو سمجھے کہ میں کیا کہ رہا ہوں؟ کس کی نفی کر رہا ہوں اور کس کا اثبات؟ پس نفی تو ان تمام چیزوں کی ہے جو رب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مثلاً نفس اور شیطان اور ہوائے نفسانی اور شہوت۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-
 اَفْرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ - ”راے مخاطب! کیا تو نے اُسے بھی دیکھا جس

نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔“

اور اثبات حق تعالیٰ کی ذات پاک کا ہے اور اسی کا نام ہے نفی اثبات۔
 دوم یہ کہ ذکر کے وقت دل کو حق تعالیٰ کی عظمت و تعظیم سے پرکھے اور جانے کہ کوئی محبوب اور مطلوب نہیں بجز حق تعالیٰ کے۔

سوم یہ کہ سچے ارادہ اور سچی محبت کے ساتھ مولیٰ کے وصال اور اس کے مشاہدہ کا طلب گار ہو اور اگر ارادہ سُست رکھے گا اور سچی محبت سے اس کا خواہاں نہ بنے گا تو اس کو ہرگز نہ پائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس کا امتحان کرنا چاہے کہ مشائخ نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے کہ فلاں شغل سے فتح یاب ہوتا ہے تو ہرگز نہ نفع نہ ہوگا کیونکہ شغل کرنے سے نیت امتحان اور تجربہ کی ہوگی اخلاص و محبت نہ رہے گی۔ چہاں یہ کہ کلمہ توحید کو حسن ادب اور حرمت کے ساتھ کہے ورنہ سنگدل اور غوی ہوگا اور مشائخ کی محبت کے قابل نہ ہوگا اور اس پر قرب و مشاہدہ کا دروازہ نہ کھلے گا۔ اور کوئی شخص اپنے حسن خلق کی وجہ سے اعلیٰ علیین پر بھی پہنچا ہوگا تو بے ادبی کی وجہ سے اسفل السافلین میں جا پڑے گا۔

پنجم یہ کہ پوری ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے ایام زمانہ میں خوشبو کی لپٹیں ہیں پس سن لو اور ان لپٹوں کے سامنے آؤ اور یہ رحمت الہی کی خوشبو کی لپٹوں کے سامنے آنا بعینہ مراقبہ ہے اور صوفیہ رحمہم اللہ کی اصطلاح میں اس کا نام لمحہ اور لمحہ اور وجد اور

وجود ہے اور ان پانچوں صفات مذکورہ کے حصول کی علامت یہ ہے ذکر کرنے والا اپنے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے حلاوت ولذت پائے اور بغیر ان پانچ باتوں کے حلاوت ہرگز نہ پائے گا۔ نیز ذکر کے لئے شرط ہے کہ ذکر ہر وقت طہارت کا ذکر رکھے اور ایک ساعت بھی حدت پر صبر نہ کر سکے اور جب حدت پیش آوے فوراً وضو کرے اور اگر غسل کرے تو افضل ہے کیونکہ امت کے اجماع سے ثابت ہے کہ غسل کرنا وضو سے اولیٰ ہے۔ نیز شرط ہے کہ فرائض اور سنن مؤکدہ کے ادا میں بال برابر بھی کوتاہی نہ کرے اور اس کے بعد نفی و اثبات میں مشغول ہو کہ یہ ذکر نفی اثبات جملہ اذکار و تسبیحات و نوافل کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ "تمام شکار گور خیر کے شکم میں ہے" اور جملہ معاصی سے بچا رہے اور لوگوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے طے جلنے اور باتیں کرنے سے خصوصاً خلوت اور طریقت و حقیقت کے ابتدائی زمانہ میں دور رہے پس اگر مرید صادق ان تمام شرائط پر متواتر چالیس روز عمل کرے گا تو ضرور اس پر مکاشفات و مشاہدات کا دروازہ عالم روحانیات سے کھل جائے گا۔ چنانچہ وارد ہے کہ جو شخص چالیس دن حق تعالیٰ کے لئے اخلاص کرے گا، حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔

فائدہ: ذکر کے مراتب | حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وَ اذْكُرْ ذِكْرًا كَمَا هَذَا كِتَابٌ**۔
 "خدا تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح میں نے تم کو راہنمائی فرمائی ہے" اور جن امور کی حق تعالیٰ نے اپنے ذاکرین کو راہنمائی فرمائی ہے اس کے چند مراتب ہیں۔ مرتبہ اول ذکر زبانی ہے کہ حروف اور آواز کے ساتھ ذکر ہو اور دل غافل ہو۔ اس کے بعد ذکر نفس کا مرتبہ ہے۔ یعنی دل میں حروف نفسی کا اس طرح سوچنا کہ نفس سن لے۔ پھر مرتبہ ذکر قلب ہے یعنی دل کا ملاحظہ جو غفلت و نسیان کی ضد ہے۔

لے عرب میں ضرب المثل ہے کہ کل السید فی جوف الفری کہ گور خیر کا شکار جملہ شکاروں کے قائم مقام ہے کہ ایک ہی سے کبڑہ شکم میں ہو کر دوسروں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ۱۲

اس کے بعد مرتبہ ہے ذکر ستر کا اور وہ مراقبہ ہے اسرار الہی کے مکاشفہ کے لئے۔ پھر مرتبہ ہے ذکر روح کا اور وہ نام ہے صفات پاک کی تجلیات و انوار کے مشاہدہ کا اور اس کے بعد مرتبہ ہے ذکر خفی کا اور وہ جمال ذات کے انوار کا معائنہ ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے :- **قَدْ خَلَقْنَاكُمْ أَطْوَارًا -**
فائدہ : سات اطوار کا بیان ہم نے تم کو چند اطوار پر پیدا فرمایا ہے۔ پس جان لے کہ وہ سات اطوار ہیں اور ہر طور کی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہوا ہے۔ ایک بدن کہ زبان بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہے اور وہ مٹی کا بنا ہوا جسم کثیف ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ
 سُلْطَةٍ مِنْ طِينٍ - ۱۲
 ادب شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے
 خلاصہ ہے :-

دوئم نفس اور وہ ایسا جسم لطیف ہے جیسے ہوا کہ اجزاء بدن کے اجزاء میں اس طرح
 سرایت کئے ہوئے ہے، جیسے دودھ میں گھی اور بادام میں روغن ہے۔ حق تعالیٰ
 ارشاد فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي -
 اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف رجوع کر :-

اور یہ اشارہ ہے اسی طور کی طرف۔ سوئم قلب اور وہ نفس کا اندرون ہے اور
 لطافت و چمک میں نفس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد کہ :-

يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى -
 ان کے قلوب میں ایمان لکھ دیا گیا ہے :-

اسی طور کی طرف اشارہ ہے۔ چہارم ستر اور وہ روحانی نور اور نفس کا آلہ ہے کہ
 اس کے بغیر نفس اپنے کام سے عاجز ہے اور کوئی فائدہ اور کوئی عمل بدون ستر کے بخو
 نفس کا قصد و ارادہ ہے کہ نہیں سکتا۔ پنجم روح اور وہ بھی ایک روحانی روشنی اور
 نفس کا آلہ ہے کیونکہ عادت الہی اسی طرح ہے کہ حیات کا قیام نفس میں روح کے موجود
 ہونے پر ہے۔ ششم روح خفی اور اکثر اس کا نام خفی رکھتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ اس کا
 نام اخفی رکھنا چاہیے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اخفی ہی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اور ان

تینوں طور پر حق تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ اللہ جانتا ہے سر کو اور اخفی کو اور فرمایا :-
 قُلِ اللّٰهُ دُوْحٌ مِّنْ اَمْرِ نَارٍ حَقِّقْ - ”کہہ دو (اے محمد!) دُوح میرے رب کے

حکم سے ہے“

نیز جان لے کہ طور ششم یعنی اخفی اس کو کہتے ہیں جو پویشیدگی و خفا میں دُوح اور
 سر اور قلب سے بھی بڑھا ہوا ہے اور اخفی ایک نور ہے سب سے زیادہ لطیف اور عالم
 حقیقت کی جانب سب سے زیادہ قریب اور نفس کے لئے جو درگاہ پاک پر بیٹھا ہے، مثل
 دربان کے ہے اور جب نفس اور قلب اور عقل اور سر اور دُوح اس بارگاہ عالی سے
 غفلت اختیار کرتی ہے تو اخفی ایک لطیف اور خفیف نظر سے اس کو دیکھتا ہے۔
 پس سب جاگ اٹھتے ہیں اور اس تبنیہ کے لئے حق تعالیٰ نے دُوح کے وسیلہ سے
 اخفی کو مقرر فرما دیا ہے اور یہ ذہول و غفلت (جس کے ہٹانے کو اخفی کا تقرر ہے) عام
 مومنین اور عام اولیاء کو پیش آتی ہے۔ ورنہ کبار اولیاء اور حضرات انبیاء علیہم السلام
 کو تو اس کا بھی کم اتفاق ہوتا ہے کہ ان کے سر اسفل کی جانب متوجہ ہوں چہ جائیکہ
 غفلت اور انہی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يَخْشَوْنَہٗ ؕ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا ۗ ”وہ حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور بجز
 اِلَّا اللّٰہَ - ”حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتے“

اور صوفیہ نے کہا ہے کہ اس جگہ ایک دوسری دُوح بھی ہوتی ہے جو سب سے
 زیادہ لطیف ہے اور وہ ایک لطیف ہے جو ان اطوار مذکورہ کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتا
 (اور رغبت دلاتا) ہے۔ مگر یہ دُوح ہر کسی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خاص بندوں کے لئے
 ہوتی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَلْقَى اللّٰهُ دُوْحٌ مِّنْ اَمْرِ عَلِيٍّ ۗ ”اللہ تعالیٰ دُوح ڈالتا ہے اپنے حکم سے جس پر بھی کہ
 تَشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ - ”چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے“

اور یہ دُوح عالم قدرت کی ملازم اور عالم حقیقت کا مشاہدہ کرنے والی ہوتی ہے اور
 خلق کی جانب ہرگز التفات نہیں کرتی اور بعض نے کہا ہے کہ نفس اور سر اور دُوح

اور قلب اور انہی سب ایک ہی چیز ہیں۔ مگر یہ قول قابل التفات نہیں اس لئے کہ ہر طور میں حق تعالیٰ نے جداگانہ خاصیت رکھی ہے اور اس قول کی بنا پر ان کا معطل و بے کار ہونا لازم آتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ تخصیص میں کوئی فائدہ ہونا چاہیے اور یہ جو قلب کے لفظ سے کبھی نفس مراد لیتے ہیں اور کبھی عقل۔ پس مجاز ہے بایں اعتبار کہ نفس بھی بدن ہی کے اندر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ ”نفس بدن کا قلب ہے“ اور طور مفتوح عقل ہے اور وہ نور روحانی ہے اور اس کا مقام قلب کی بائیں جانب ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارے اندر عقل کی جگہ کونسی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ قلب اس لئے کہ قلب روح کا قالب ہے اور روح حیات کی قالب ہے۔

جاننا چاہیے کہ شیطان اور اس کے مکر کو مرید سے پھرنے کے لئے ذکر سے بہتر کوئی تدبیر

نہیں ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ الْمَلَأَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ -

”نماز روکتی ہے بے حیائی و معصیت سے اور اللہ کا ذکر البتہ بہت بڑا ہے“

یعنی کبر و غرور کے کھونے اور اوصاف ذمیرہ کے دفع کرنے میں غایت موثر ہے خصوصاً کلمہ طیب کہ اس بارہ میں اس کی تاثیر بہت زیادہ ہے اور اکثر مشائخ نے آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا بڑا ہے تمہارے اللہ کو یاد کرنے سے، اور یہ معنی بھی مناسب ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ہم کو یاد فرمانا بہ نظر رحمت و قبولیت و عطا و فضل ہمارے تمام اوصاف ذمیرہ کو دفع کرتا ہے۔ پس تزکیہ اور تطہیر کے بارے میں بہر حال نماز سے اکبر اور بڑا زبردست موثر ہوا۔

جاننا چاہیے کہ قلب و نفس کے منور بنانے کو عبادت و تابعداری میں فرحت

اور سرور بڑی شرط ہے اور اسی لئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اخلاقِ الہی کے خوگر بنو کیونکہ خوش اخلاقی منجملہ اخلاقِ الہی کے ہے اور تقدیر الہی پر
 راضی و فرماں رہنا خوش خلقی میں داخل ہے۔ اور جانتا چاہیے کہ وصال اور مشاہدہ الہی
 کے لئے راہِ مستقیم کے اتباع اور دوام ذکر کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-
 هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَ
 لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
 عَنْ سَبِيلِهِ
 «کہو (اے محمد!) یہ میرا راستہ مستقیم ہے۔ پس اسی
 کے پیرو بن جاؤ اور دوسرے راستوں پر مت
 چلو ورنہ راہِ حق سے دور جا پڑو گے»

نیز اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:-
 فَأَسْتَمِلكُ بِالذِّعْرِ أَوْ حِجَابِکَ
 إِنَّکَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔
 «جو کچھ تمہاری جانب وحی کی جاتی ہے اسی کو مضبوط
 تھامے رہو کہ تم البتہ راہِ راست پر ہو»
 پس مراقبہ و خلوت و دوام ذکر سے حق کا طالب رہنا مجہدین و طالبین الہی پر فرض
 دائمی ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

قَالَ اللهُ ثُمَّ ذَرَهُمْ
 خَمَّ ضَمِيمٌ۔
 «کہو (اے محمد!) میں بس اللہ تعالیٰ کا خواہاں
 ہوں اس کے علاوہ چھوڑ دو ان دوسروں کو»

یعنی میرا محبوب و مراد اور مطلوب بجز خدا تعالیٰ کے دوسرا نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:-

مجاہدہ کی ضرورت

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى جِهَادِهِمْ
 هُوَ اجْتِنَاكُمْ۔
 «راہِ خدا میں مجاہدہ کرو جیسا کہ مجاہدہ کا حق ہے
 کہ حق تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے»

یعنی اپنی طرف کھینچ لیا اور پسند فرمایا۔ اور اسی نص سے معلوم ہو گیا کہ مجاہدہ سے
 مراد عالمِ حقیقت میں مجاہدہ کرنا ہے۔ کیونکہ کشش اور انتخاب کے بعد مجاہدہ طلب فرمایا
 اور وہ عالمِ حقیقت کا ہی مجاہدہ ہے کہ سالکین اختیار کرتے ہیں اور یہی دلیل ہے
 اس پر کہ مبتدی و منتہی کسی کو بھی مجاہدہ کے بغیر چارہ نہیں ہی منشا ہے اس ارشادِ خداوندی کا کہ:-
 فَاعْبُدُوا رَبَّکَ حَتَّى یَاْتِکَ الْیَقِینُ۔
 «اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے»

یعنی موت اُجائے کیونکہ عارف کی قدر بقدر اس کی معرفت کے ہے اور قدر معرفت بقدر سیر فی اللہ کے ہے۔ اور مرتبہ الہی کی کوئی انتہا نہیں۔ پس سیر کی بھی انتہا نہ ہوگی۔ پس جس کے لئے عالم اعلیٰ کا دروازہ مفتوح ہوا اُس کے لئے جائز نہیں کہ ٹھہرے بلکہ زندگی بھر اُس کو مجاہدہ کرنا چاہیے تاکہ اس کی معرفت اس کی سیر کے مقدار کے موافق بڑھتی رہے اور خود حق تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے :-

الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا - ۱۳

”جو لوگ ہماری طلب کے دستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت فرمادیتے ہیں“

پس منتہی اور واصل اپنے محبوب کے ساتھ مسرور رہے اور مبتدی و طالب وصال وصال کے کنارہ پر ہے (کہ عنقریب حصول مقصود کی توقع ہے) اور ان دو کے علاوہ سب بے قدر ہیں جن کی کچھ عزت نہیں اور مواصلت انہی کا حقہ ہے جو اپنے بدن کو مجاہدہ کے اور نفس کو ریاضت کے اور قلب کو مراقبہ کے اور ستر کو سیر کے اور روح کو طلب محبوب کے حوالے کر دیں۔ یہاں تک کہ ستر روح تک کہ خفی ہے پہنچ جائیں اور عالم حقیقت سے کامیاب ہوں کیونکہ خفی عالم حقیقت ہے اور جب ستر حقیقت پر مطلع ہو جاتا ہے تو اس کے واسطے سے نفس اور عقل اور قلب بھی مطلع ہو جاتے ہیں گویا ستر ایک چراغ ہے کہ نفس و عقل و قلب و حقیقت کو اسی چراغ کے واسطے سے دیکھتے ہیں اور یہ حال ابتداء میں ہوتا ہے اور جس وقت مرید کو تکمیل حاصل ہو جاتی ہے اور حقیقت سے اونچے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو نفس بہ نسبت ستر اور روح اور خفی کے مقدم و قوی اور لطیف تر بن جاتا ہے۔ پس اس وقت نفس اور قلب اور عقل مرید کے بدن کے اندر ہوتے ہیں مگر ان کی شعاعیں عالم جبروت میں اس اونچے سے اونچے مقام پر ہوتی ہیں کہ ملائکہ مقربین بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو گیا۔ یعنی اس کی طلب میں اپنے اعمال کے اندر اخلاص پیدا کر لیا تو حق تعالیٰ اس کا ہو گیا یعنی اس کی تمام مشکلات کا کفیل بن گیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا - ”کیا خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے“

بلکہ وہ سب سے زیادہ کافی ہے۔ اور وارد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ تو میرا کب ہوگا؟ حکم ہوا کہ اس وقت جب کہ تو اپنے نفس کا نہ ہوگا، ”موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا اپنے لئے نہ ہونا کس مرتبہ میں حاصل ہوگا؟ حکم ہوا کہ اس وقت جبکہ اپنے آپ کو بالکل نسیا کر دے گا“

یعقوب سوئی کہتے ہیں کہ صحیح محبت اُس وقت ہوتی ہے جب کہ محب علم محبت سے (گزر کر) محبوب کے علم میں آتا اور علم محبت کو بھی فنا کر دیتا ہے (کہ بجز محبوب کے اپنی محبت سے بھی اگاہی باقی نہ رہے) کہ جس طرح محبوب غیب میں تھا اور محبت نہ تھی۔ اسی طرح کمال مشاہدہ کے سبب ایسا بن جاتا ہے کہ محبت کا علم بھی فنا ہو جاتا ہے اور جب اس حالت پر پہنچ جاتا ہے تو محبت بلا محبت ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا | جان لے کہ طالب حق کو چاہیے کہ

دریغ ہو یا غم اور تنگی ہو یا فراخی ہر حالت میں حق تعالیٰ کے وصال کا طلب گار اور اس کی لقاء کا مشتاق رہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کی جانب اول وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ریج و راحت ہر حال میں حق تعالیٰ کی حمد و شکر کرتے تھے۔ کیونکہ ہر حالت میں حق تعالیٰ کا طالب رہنا محبت کے سچے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو دوست بنانا ہے تو اس کو مبتلا فرماتا ہے۔ پس اگر صابر رہا تو برگزیدہ کر لیتا ہے اور اگر راضی بنتا ہے کہ رضا کا درجہ صبر سے بھی اوسچا ہے، تو منتخب فرما کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت رضا مندی کے ساتھ کرو کہ دل بھی اندر سے بکاش رہے اور اگر رضانا ہو تو نفس کے خلاف باتوں میں صبر کرنا بھی بہت کچھ بھلائی ہے۔ نیز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت سے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم مومن ہیں۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم مصیبت میں صبر کرتے ہیں اور فراخی پر شکر کرتے ہیں اور قنابۃ الہی پر راضی رہتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم کھاتا ہوں رب کعبہ کی کہ بے شک تم مومن ہو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یوں ارشاد فرمایا کہ ”یہ لوگ حکماء ہیں علماء ہیں اور قریب ہے کہ اپنے کمال فقاہت کے سبب انبیاء ہو جائیں“ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کی صفائی کے سبب مصیبت کی تلخی کو بھلا دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے ذاکرین بندوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا ہے یہاں تک کہ ان بندوں پر کھل جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات پاک اور اپنی صفات قدیمہ میں غیر سے بے نیاز ہے اور تمام اعیان اس کی قدرت کی وجہ سے قائم اور اسی کے محتاج ہیں اور جب ان پر مشاہدہ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوی کو فناء پاتے ہیں تو بجز حق تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں دیکھتے۔ پس مصیبت اور اس کی تلخی کہاں رہتی ہے! اور یہ معرفت عارفین و صدیقین کو حاصل ہوتی ہے جو اصحاب مشاہدہ و مکاشفہ ہوتے ہیں۔ اور اسی جگہ سے بعض صوفیہ کا یہ قول مستنبط ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو ہر شے سے پہلے دیکھا“ اور یہ دیکھنا یقین اور اخلاص کے ساتھ چشم مٹر کا دیکھنا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ مصیبت بارگاہ حق تعالیٰ سے ایک عاقبت ہے جو اس کی طرف سے بندوں کو پہنچتی ہے۔ اور سہیل تستری رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر بلا و تکلیف حق تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو بندوں کو حق تعالیٰ کی طرف راستہ نہ ہوتا“

اور ابوسعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ بلاء مجبین کے لئے حق تعالیٰ کا تحفہ اور ہدیہ ہے اور وصال کی محضی نہ بخیر کا ہلانا ہے اور ذوالنون نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں بڑا صابر وہ شخص ہے جو بلاء کو چھپانے میں بڑھا ہوا ہو اور رویم نے فرمایا ہے کہ بلاء کی وجہ سے بندوں کو حق تعالیٰ نے حرکت دی اور وہ متحرک ہو گئے

اور اگر ٹھہرے رہتے (اور صبر کر کے اس کے آستانہ ہی پر پڑے رہتے) تو وصل سے کامیاب ہو جاتے۔ ابو یعقوب نہر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا بلا سے فریاد مچاتی ہے اور اس کے دفع کی خواہاں ہوتی ہے۔ اور عارن بلا میں لذت پاتا اور اس کے ہٹنے کو ہرگز نہیں چاہتا۔ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بلا عارفین کے لئے چراغ ہے اور مریدین کے لئے تئبیہ اور غافلین کے لئے تباہی۔ اور ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ کا سچ اور جھوٹ مصیبت اور فراخی کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ اگر فراخی میں ساکن رہا اور شکر گزار ہو کر عبادت میں ترقی نہ کی اور بلا میں ہلٹے ہو کر نہ لگا تو جھوٹا ہے۔ اور علی بن بندار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ دنیا ایک مکان ہے جس کی بنیاد ہی بلا اور محنت پر ہے۔ پس مشقت اور محنت کے بدوں اس کا رہنا محال ہے۔

الحاصل، ذکر پر مواظبت طالب حق کو رضا و سرور وغیرہ آداب و شرائط پر قائم رہنا اور شیخ کی تلقین کے بغیر پودی مضبوطی کے ساتھ ذکر پر مواظبت رکھنا ضروری ہے تاکہ ذکر کا اثر باطن میں جاوے اور سمپھوں میں سرایت کرے اور وجود کی ظلمت و کثافت و کدورت ذکر کی آگ سے جل جاوے۔ اور ذکر کے نور سے دل کو قرار حاصل ہو۔ کیونکہ ذکر میں نور اور نار دونوں ہیں کہ اس کے نور سے تو دل کو ٹھنڈک و سکون پہنچتا ہے اور اس کی نار سے بشری اور وجودی کثافتیں جلتی اور اصلی خشونت و طبعی بہوت دفع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آثار بشریت سے نکل کر خاکی بوجہوں سے ہلکا ہو کر اپنے قلوب سے ملکوئی میدان کو بھی عبور کر کے ربوبیتِ اعلیٰ کے آسمان پر جا پہنچتا ہے اور ذکر کی پوری اور بڑی تاثیر اس وقت ہوتی ہے جب کہ خلوت خانہ تنگ ہو لوگوں سے اور تمام مشاغل سے خالی ہو۔ کیونکہ لوگوں کا دیکھنا اور ان کی باتوں کا سننا بھی مشغول کرنے والا ہے اور جگہ تنگ ہو اور بہت جمع کر کے ذکر میں بہت مبالغہ کرے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اتنی کثرت سے ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں اور صدق و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی علامت قلب کی رقت اور خون ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: "مومنین وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں" اور یہ اس وجہ سے کہ ان کا ذکر عبودیت اور عبادت کا ذکر اور بیداری و جمعیت و انس کا ذکر ہوتا ہے۔ نہ کہ عادت یا غفلت اور تفرقہ و وحشت کا ذکر۔ اور ذکر کو یہ اوصاف حسنہ اس وجہ سے حاصل ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس ذکر کرنے والے کو اپنی عنایت و مہربانی سے ملائکہ مقربین کی جماعت میں فخر کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے مجمع میں یاد کرتا ہوں جو اس کے مجمع سے بہتر ہے۔"

پس جس کو حق تعالیٰ نے یاد فرمایا اس کو ذکر قلب و ستر اور مذکور میں استغراق اور ذات بحت میں غائب ہو جانے کا مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے اور اس کا قلب عمدہ احوال سے اور اس کا بدن اعمال صالحہ سے منصف بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کس قدر لطف خاص اور رحم اتم نازل فرمایا کہ ذکر کا حکم فرمایا اور اس کے واسطے سے تزکیہ و تصفیہ اور نورانیت و پاکی مقرر فرمائی۔ برے بھلے کی پہچان، خوبیوں کا حصول، برائیوں سے بچاؤ، شیطان کی شناخت، قلب کی حیات و صفائی اور اپنی ذات پاک کا قرب اور ذکر کرنے والے کو نفس پر غلبہ اور نفس کو جھڑکنے، ڈانٹنے، دبانے اور حکم شرع میں اس کو داخل کرنے کی سبیل اور حکمت و معرفت، و علم و احوال صافیہ کا قلب کے لئے حصول سب کچھ ذکر کے واسطے سے عطا فرمایا اور ان تمام عنایتوں کو بنی آدم کے لئے مخصوص کر دیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیطان باوجود اتنی طاعت کے بھی مشاہدہ کے درجہ کو نہ پہنچا اور اسی لئے سجدہ کے حکم پر تکبر ظاہر ہوا، اور جناب آدم علیہ السلام سے عین لغزش کے وقت بھی مشاہدہ فوت نہ ہوا اور اسی لئے خطا پر ندامت اور عفو تفسیر

کی استقامت ہوتی)۔

جان لے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح آسمانوں کو فرشتوں اور آفتاب و ماہتاب کے نور سے منور فرمایا ہے اسی طرح قلوب و ارواح کو اپنی ذات اور صفات کے انوار سے جو ذکر کے سبب ان میں حاصل ہو جاتا ہے منور فرمایا ہے اور اسم ذات یعنی اللہ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا نور سب سے زیادہ روشن اور صاف ہے۔ پس جب ذکر کنندہ اس پر مداومت کرتا ہے تو اس ذکر کا نور قلب کے نور کے ساتھ جمع ہو کر قلب کے اندر ایسی جگہ بکڑھ لیتا ہے کہ الگ نہیں ہو سکتا اور یہاں تک ہوتا ہے کہ قلب کی ذاتی صفت بن جاتا ہے اور یہی مطلب ہے صوفیہ کے اس قول کا کہ کلمہ طیب قلب اور سر میں بیٹھ جاتا ہے یعنی اس کا نور ممکن ہو جاتا ہے۔ پس ذکر کی ابتداء سے علم حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو اس عمل کے صلہ میں ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اب تک حاصل نہ ہوا تھا اور ذکر کی انتہا سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فخر پیغمبران صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ چالیس آیات تک حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عمل کرتا ہے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے زبان پر جاری ہونے لگتے ہیں اور صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مذکور ایک ہے اور ذکر اگرچہ مختلف ہیں مگر ذکر کی اصل یعنی قبولیت حق منجملہ لوازم کے ہے دیکھ ہر ذکر سے حاصل ہوتی ہے)۔

شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک جماعت سے فرمایا کہ تم لوگ ذاکر ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ذاکرین کا ہم نشین ہوں۔ پس تم حق تعالیٰ کی ہم نشینی کا مرتبہ دیکھتے ہو؟

اسی طرح بعض بزرگوں سے بھی سوال کیا گیا کہ جنت میں بھی ذکر ہو گا یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ذکر تو عقلت کے دفع کرنے کو ہوتا ہے اور جب جنت میں عقلت ہی نہ ہوگی تو وہاں ذکر ہونے کے معنی کیا؟ :-

فصل ۹

خواطر کی نفی | تھپٹی شرط خواطر کی ہمیشہ نفی کرنا ہے اور یہ مضمون مجاہدہ والوں پر بہت دشوار ہے۔ اور خواطر کا پہچانا بھی صوفیہ کے علوم میں داخل ہے تاکہ ان میں امتیاز کر کے خاطر حق کی موافقت کریں اور اس کے خلاف کی مخالفت اس کی اس لئے تفصیل جاننا ضروری ہے۔

وارد کی تعریف | پس جاننا چاہیے کہ وارد تو اس کو کہتے ہیں جو بندہ کے کسب کے بغیر قلب پر نازل ہو خواہ خطاب کی صورت میں ہو یا نہ ہو مثلاً حزن و قبض اور بسط وغیرہ کہ بعض دفعہ سالک پر طاری ہوتا ہے اور سالک کو اس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی پھر کسب کو تو کیا دخل ہو۔

خواطر کی تعریف | اور خاطر اس وارد کا نام ہے جو دل پر خطاب کی صورت میں آیا کرتا ہے۔

خواطر کی قسمیں | اور اکثر صوفیاء کے نزدیک خواطر کی چار قسمیں ہیں۔ ایک خاطر حق جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہو اور وہ ایک علم ہے جس کو حق تعالیٰ اہل قرب اور اہل حضور سالکوں کے قلب پر غیب سے بلا واسطہ القافر ماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

قُلْ إِنَّا سَرَّحْنَا بِالنَّحْوِ
عَدَا مَرَّ الْغُيُوبِ -

”کہہ دو (اے محمد!) میرا رب علام الغیوب حق کا القاد فرماتا ہے“

دوّم خواطر ملکی۔ اور وہ ایک کیفیت ہے جس سے طاعات پر آمادگی اور نیکیوں کی رغبت اور معاصی و مکروہات سے بچاؤ اور گناہوں کے ارتکاب اور عبادت میں کاہلی پر طامت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کے ساتھ ایک اثر ہے شیطان کا اور ایک اثر ہے فرشتہ کا۔ پس شیطان کا اثر تو حق کو جھٹلانا اور گناہ پر لذت کی توقع دلانا ہے اور فرشتہ کا اثر نیکی پر جزا کا متوقع کرنا اور حق کی تصدیق ہوتا ہے۔ سوّم خواطر نفسانی۔ یعنی دنیا کی موجودہ لذتوں کا تقاضا اور باطل خواہشوں کی طلب کا

ظاہر ہونا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول ذکر فرمایا ہے کہ :-
 قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا - ”اے میرے بیٹو! تمہارے لئے آراستہ کر دکھایا اس
 (معاذ گم کردگی یوسف) کو تمہارے نفسوں نے“

نیز حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ذکر فرمایا ہے :-
 وَمَا اَذْبُرِيكَ نَفْسِي اِنَّ النَّفْسَ لَآ مَتْرَهًا بِالسُّؤْرِ - ”میں اپنے نفس کو لغزش سے بری نہیں کرتا کیونکہ نفس
 تو بدی کا بہت ہی زیادہ حکم کرنے والا ہے“
 پس معلوم ہوا کہ بدی کی ترغیب اور معصیت کو زینت دینے میں نفس کو بہت کچھ دخل ہے
 اور یہی خواطر نفسانی ہے۔

چہارم خواطر شیطانی۔ اور وہ گناہ و معصیت و مکروہات کی طرف بلاتا ہے۔ حق تعالیٰ
 ارشاد فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ
 ظَلَمٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا
 فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ
 يَمُدُّوْنَهُمْ فِي النِّعَى ثُمَّ
 لَا يَقْصِرُوْنَ - ”پرمیزگار بندوں کو جب کچھ شیطان چھوتا ہے تو اسی
 دم اللہ کے عذاب کو یاد کرتے اور فوراً حق و باطل میں
 امتیاز کر کے اس سے رُک جاتے ہیں اور کفار کو کہ شیطان
 کے بھائی ہیں یہ شیطان گمراہی میں گھسیٹتے ہیں اور
 ہرگز کوتاہی نہیں کرتے“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

الشَّيْطَانُ تَكُوْنُ كَدِّىْ كَاخُوْفٍ دَلٰتًا وَّرَبِّ كَارِي كَاكْحَمِ كَرَتَا
 وَّ اَوْ حَقِّ تَعَالٰى اِپْنِ فِضْلِ وَّر مَغْفِرَتِ كَا وَّ عَدَه فَرَمَاتَهٗ - ”شیطان تلو تلو گدستی کا خوف دلاتا اور بد کاری کا حکم کرتا،
 اور حق تعالیٰ اپنے فضل اور مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے“

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰتَوْا عَلٰى
 اَدْبَابِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
 الْهُدٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ سَوَّلَ لَهُمْ
 وَاٰمَلُوْا لَهُمْ - ”جو شخص مرتد ہو گیا ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد تو شیطان اس
 کے لئے دوسرے کو مزین و خوش منظر بنا کر کہتا ہے کہ دیکھیے یہ
 ثواب کے وعدے کب پورے ہوتے ہیں اور ہوتے بھی ہیں یا
 بعض تسلی کے لئے قہقہے ہی بنائے گئے ہیں“

نیز فرمایا ہے کہ آخرت کے معاملات کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ذوق الشیطان نہ تَقْبِیْ الْأُمُورِ إِلَّا مَا دَعَاكَ اللَّهُ وَدَعَا لِحِیْ وَدَعَا تَكَلَّمَ فَأَخَفْتُمْ وَفَكَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنَ سَلْطَنِ۔ (حق تعالیٰ کے سارے وعدے سچے تھے اور میرے وعدے سارے خلاف اور بلا دلیل تھے)۔ نیز فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے رفیقوں کی طرف وسوسے ڈالتا ہے، نیز فرمایا ہے کہ اسی طرح تمام انبیاء کے لئے شیاطین انس و جن کو دشمن بنا دیا گیا تھا کہ ایک دوسرے کی طرف باطل اقوال کا وسوسہ ڈالتا تھا۔ نیز فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کے قلب پر زانو مارے ہوئے (مستعد) بیٹھا رہتا ہے۔ پس جب ابن آدم ذکر کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنا کر رُمنہ میں داب لیتا اور ابن آدم کے قلب کو وسوسوں اور فاسد آرزوؤں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خواطرِ حق اور خواطرِ ملک میں فرق

اور خاطرِ حق اور خاطرِ ملک میں فرق یہ ہے کہ خاطرِ حقانی کا مقابلہ تو کوئی شے نہیں کر سکتی اور جب اس کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے تو بدن کے سارے اجزاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور دوسرے سارے خطرات محو و مضمحل و نابود بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اکابر سے لوگوں نے پوچھا کہ خطرہٴ حق کی دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک وارد ہے جو قلب پر آتا ہے اور نفوس کو جھٹلانے سے جھڑکتا اور منع کرتا ہے پس نفس کی یا شیطان کی ہمت نہیں کہ اس کو جھٹلائے یا اس کا اثر قبول نہ کرے، اور خطرہٴ ملکی کا معارضہ خطرہٴ نفسانی و خطرہٴ شیطانی کر سکتا ہے اور خطرہٴ نفسانی و شیطانی میں فرق یہ ہے کہ نفسانی خطرہٴ ذکر کر کے نور سے منقطع نہیں ہوتا اور باوجود ذکر کے بھی اپنے مطلوب کا تقاضا کرتا رہتا ہے۔ لیکن ہاں اگر توفیقِ اِزلی اور دستگیری فرمائے اور اس کے تقاضے کی لگ ہی کاٹ دے تو دوسری بات ہے، اور خطرہٴ شیطانی ذکر کے

نور سے منقطع ہو جاتا ہے تاہم ممکن ہے کہ پھر لوٹ کر آجاوے اور ذکر کو بھلا دے۔ چنانچہ حدیث گذشتہ میں تم نے سن لیا کہ ذکر کے وقت یہ بھاگ جاتا اور غفلت کے وقت پھر لوٹ آتا ہے۔

صوفیہ نے یہ فرق بھی بیان کیا ہے کہ خاطر ملکی کی حالت تو یہ ہے کہ بندہ کبھی اس کی موافقت و تعمیل کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا مگر خاطر حق کی مخالفت کسی طرح نہیں کر سکتا۔ نیز کہا ہے کہ خاطر حقانی تو تبنیہ ہوتی ہے اور خاطر ملکی عبادت کا مطالبہ ہے اور خاطر نفسانی لذتوں کی خواہش ہے اور خطرہ شیطانی معصیتوں کا خوشنما بنا دینا ہے پس سبک توحید کے نور سے بدولت واردات حقانی کو قبول کرتا ہے اور معرفت کے نور کی بدولت خاطر ملکی کو قبول کرتا ہے اور نور ایمان سے نفس کو ڈانٹتا اور جھڑکتا ہے اور اسلام کے نور سے دشمن یعنی شیطان کی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے خطرات کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ خطرات چار ہیں۔ خطرہ رحمانی کہ وہ ہدایت اور اسرار کی راہنمائی فرماتا ہے۔ ملکی جو طاعات کا راستہ دکھاتا ہے۔ نفسی جو دنیا اور جاہ دنیا کی طرف کھینچتا ہے اور شیطانی جو معصیتوں اور شہوات کی طرف لے جاتا ہے اور صوفیہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ چاروں خطرات خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ مگر بعض بلا واسطہ اور بعض بواسطہ فرشتہ و نفس و شیطان۔ پس جو خطرہ محض خیر اور بلا واسطہ ہو وہ ربانی کہلاتا ہے اور خیر کے علاوہ دوسرے خطرات کو ادب کے سبب حق تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے اور جو خطرہ خیر ہو اور بلا واسطہ فرشتہ ہو اس کا نام ملکی رکھ دیا گیا ہے اور شر اگر اصرار کے ساتھ اور ایسی شے کی آمیزش سے ہو جس میں نفس کو مزہ آتا ہے تو وہ نفسانی کہلاتا ہے ورنہ شیطانی۔

اور بعض صوفیہ نے یوں کہا ہے کہ اصل خواطر جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں چار ہیں۔ اور یہ اس طرح کہ حق سبحانہ جب چاہتا ہے کہ اپنے بندہ کو اپنی بارگاہ کے قرب کا خلعت بخشے تو اولاً فرشتوں کی جماعت کو جو درحقیقت ارواح و قلوب کے لشکر ہیں قلب کی مدد کے لئے اس پر نازل فرماتا ہے تاکہ روح اور قلب قوی ہو کر ہمت

کے بازو سے قرب کے میدان میں پرواز کرنے اور خاطر حقانی کے وجود کی استعداد حاصل کرے اور جب کسی کو دور فرمانا اور مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس پر گروہ شیطین کو بھیج دیتا ہے تاکہ وہ نفس کی مدد کریں اور نفس اپنی ہمت اور نیت میں جو ہمیشہ پستی اور باطل کی جانب ہوتی ہے شیطان گروہ کی اعانت سے اور زیادہ زور پکڑ کر اپنے طبعی کرہ اور سفلی مرکز کی طرف جاتا ہے اور اس میں خطرات نفسانی ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

خواطر میں امتیاز | خواطر میں پورا امتیاز اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ قلوب کے آئینہ کا طبعی رنگ نہ بدو پر ہیزگاری اور ذکر کے آلہ صیقل

سے صاف کر لیا جائے اور اس میں کیفیات کی صورتیں اپنی اصلی حالتوں پر منکشف ہونے لگیں اور جو شخص نہد و تقویٰ کے سبب اس مرتبہ کو نہیں پہنچا اس کے لئے راہ سلوک کے خواطر میں تمیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو خطرہ قلب میں آوے اول اس کو شریعت کی ترازو میں تول لے۔ پس اگر فرض یا واجب یا سنت یا مستحب معلوم ہو تو اس کو جاری کرے اور اگر حرام یا مکروہ ہو تو دور کرے اور اگر مباح ہو تو وہ جانب اختیار کرے جس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہوتی ہو۔ کیونکہ نفس اپنی کدورت کے سبب اکثر دنیاوی چیزوں کی طرف رغبت و میلان کیا کرتا ہے (پس وہ جانب جو اس کے خلاف ہے ذنابت میں ضرور کمزور ہوگی۔)

نیز جاننا چاہیے کہ بعض ضروری حقوق بھی نفس کے مطالبات میں داخل ہیں اور ان کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ نفس کا قوام اور حیات کا بقا ان کے ساتھ وابستہ ہے (مثلاً نکاح کی خواہش یا پانی و غذا کا تقاضا) پس حقوق اور حظوظ میں امتیاز کرنا ضروری ہے تاکہ حظوظ کو جو حقوق سے زائد چیزوں کا نام ہے دفع کرتا رہے اور مبتدیوں کو حقوق اور حد ضرورت کا جاننا واجب ہے اور حد ضرورت سے آگے بڑھنا ان کے لئے گناہ ہے۔ البتہ منتهی کے لئے وسعت کا دروازہ کھل جانا ہے کہ ضرورت کی تنگ گھاٹی سے باہر نکل کر سہولت کے میدان میں آجاتا ہے اور اس کو حظوظ کا پورا کرنا

بھی ہاؤن اللہ تعالیٰ نقصان نہیں دیتا اور بعض صوفیہ نے اس خطرہ کو جو واجب و ضروری ہو خاطر حقانی کہا ہے اور وہ خطرہ جو حرام کا ہو خاطر شیطانی اور مستحب کا خطرہ خاطر ملکی اور مکروہ کا خطرہ خاطر نفسانی نام رکھا ہے اور مباح کو جس کی دونوں جانبیں مساوی ہیں دکھ کرے تو اجر نہیں اور نہ کرے تو عتاب نہیں، خطرہ ہی نہیں کہا۔ کیونکہ خطرہ ہونے کے لئے ایک نہ ایک جانب کی تریغ ضروری ہے۔

شیخ محمد الدین بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مشرب ہے کہ مذکورہ چار خواطر پر خاطر روح اور خاطر قلب اور خاطر شیخ میں خواطر کا اضافہ ہونا چاہیے۔ اور بعض مشائخ نے خاطر عقل اور خاطر یقین کو بھی زیادہ کیا ہے۔ مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ جملہ خطرات، انہی چار خواطر کے تحت میں داخل ہیں۔ کیونکہ خاطر روح و قلب تو خاطر ملکی میں داخل ہیں اور خاطر عقل اگر روح و قلب کی امداد کے لئے ہے تب تو ملکی ہے اور اگر نفس و شیطان کی مدد کرتا ہے تو شیطانی ہے اور خاطر شیخ ایک قسم کی اعانت ہے کہ شیخ اپنی ہمت کے واسطے سے مرید کے قلب میں پہنچاتا ہے اور جب مرید کو کوئی مشکل پیش آتی اور مرید اس سے نجات پانے کا حاجت مند ہوتا ہے تو شیخ کی طرف توجہ کرتا ہے تو فوراً وہ مشکل بعونہ تعالیٰ حل ہو جاتی ہے۔

پس یہ خطرہ داخل ہے خطرہ حقانی میں کیونکہ شیخ کا قلب مثل دروازہ کے ہے جو عالم غیب سے کھول دیا جاتا ہے پس دروازہ سے آنے والی شے درحقیقت عالم غیب سے آ رہی ہے اور حق تعالیٰ کے فیوض کی امداد جو ہر لحظہ مرید تک پہنچتی ہے وہ شیخ ہی کے واسطے سے پہنچتی ہے۔ اور خاطر یقین اس وارد کا نام ہے جو دل میں آتا ہے اور ظن یا شک یا وہم کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس وہ بھی خطرہ ربانی میں داخل ہے اور صاحب "عوارف المعارف" نے خاطر عقل کو چاروں مذکورہ خواطر میں متوسط قرار دیا اور کہا ہے کہ خاطر عقل کبھی تو نفس و شیطان کے ساتھ ہوتا ہے اور دلائل عقلیہ پیش کر کے بندہ کو کسی لذت یا معصیت میں داخل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو عذاب و ثواب سے بڑی ہو جاتا اور چنانچہ مجنون پر لذت و معصیت میں

پڑنے کا کچھ بھی گناہ نہیں۔ پس یہ عقل ہی کا کارنامہ ہے کہ لذت و معصیت میں لگا کر مستحق عذاب بنا دیا، اور کبھی خاطر عقل فرشتہ اور روح کا ساتھی ہوتا ہے تاکہ بندہ اپنے اختیار سے فعل مستحسن کرے اور ثواب پاوے (ورنہ بے عقل کو نیکو کاری پر ثواب بھی نہیں) اور خاطر یقین ایمان کی راحت اور علم کی زیادتی کا نام ہے (کوئی مستقل بالذات خاطر نہیں)۔

اور جان لے کہ اہل مجاہدہ سالکوں پر خطرات کا
سالکین پر خطرات کا مجموعہ | اور وسیلہ تند کی طرح آتا ہے۔ پس حالت ابتدا

میں بجز اس کے کچھ چارہ نہیں کہ جملہ خطرات کو دور کرے خواہ وہ خیر ہوں یا شر کیونکہ مبتدی کو تمیز کی اہلیت تو ہے نہیں (پس ممکن ہے کہ شر کو خیر سمجھ جائے اور جب سب کی نفی کرے گا تو خواطر محمود، یعنی خاطر ربانی و ملکی قلب میں جم جائیں گے اور اس کے دور کرنے سے وہ دور نہ ہوں گے اور شیطانی و نفسانی دفع ہو جائیں گے اور نفی خواطر کی تدبیر یہ ہے کہ ذکر کی صورت اور معنی میں اتنا خون کرنے کہ کسی چیز کی طرف التفات ہی نہ رہے بلکہ امتیاز کی طرف بھی ہرگز توجہ نہ کرے کہ ان میں بعض تو نفس اور شیطان کے ڈالے ہوئے ہیں اور بعض ملکی و الہام ربانی ہیں۔ کیونکہ خطرات اور ان میں امتیاز کی طرف مشغول ہونا بڑا اور صریح نقصان ہے۔ پس جملہ خطرات کی نفی کرے اور یہ مضمون بغیر اس کے حاصل نہ ہو گا کہ ذکر کے الفاظ اور معنی کی پوری رعایت کرے اور توجہ تام اسی طرف مبذول رکھے۔ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میں ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوں۔“

پس اثناء ذکر میں جناب حق تعالیٰ کی اتنی تعظیم ملحوظ رکھے کہ گویا وہ ایک شہنشاہ کے حضور میں بیٹھا ہوا ہے کہ مرید صادق اور طالب واثق کو پلک جھپکتے درجہ تجرید حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ درجہ تفرید بڑی مدت میں خواطر کی نفی کے بعد نصیب ہوتا ہے کیونکہ مبتدی جن خارجی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اس کے مخیلہ میں نقش ہو جاتی ہیں اور جب وہ خلوت میں بیٹھ کر ذکر شروع کرتا ہے تو یہ محسوسات کبھی تو

اس کو خطرات دلاتے ہیں اور کبھی اس کے مشاہدات میں دل ملکر سامنے آتے اور اس کے مزاحم ہوتے ہیں اور نفس کے عارضی خطرات جو ادھر آئیں اور ادھر نکل جائیں جن کو ہوا جس کہتے ہیں اور خواہشات کا داعیہ اور شیطان و سو سے طرح طرح کی آمیزش کے ساتھ اس پر غلوت کے معنوں کو متوش اور چشمہ قلب کو مکر اور باطن کو پریشان بنا دیتے اور ذکر کی حلاوت اور مناجات کی لذت کو سلب کر لیتے ہیں (مثلاً مکان، بیوی، بچے، روپیہ پیسہ وغیرہ جن کو عمر بھر دیکھتا رہا چونکہ اس کے مخیلہ میں منقوش ہیں اس لئے ذکر کو مکر اور باطن کو پریشان بنا دیتے اور ذکر کی حلاوت اور مناجات کی لذت کو سلب کا راغب بن جائے گا اور کبھی خواہ مخواہ توجہ کو ہٹا کر ذکر کی لذت و نورانیت سے باز رکھے گا۔ پس اس سے نجات پا جانا تفرید کہلاتا ہے اور اس کا حصول مدت ہائے سیارہ کے بعد ہوتا ہے۔ البتہ تجرید یعنی یہ معنوں کہ حق تعالیٰ شانہ کے برابر کوئی با عظمت قابل محبت مطلوب و مقصود اعظم نہیں ہے جلد حاصل ہو جاتا ہے پس جب جملہ خواطر کی نفی پر مداومت کرنے لگا کہ یہی سب سے بڑی شرط بلکہ خلوت کا مقصود اعظم ہے تو تفرید و انس کی حقیقت تک پہنچ جائے گا اور القاد شیطان الامام ربانی سے بدل جائیگا اور حدیث نفس انشاء اللہ مکالمہ روح و قلب سے مبدل ہو جائے گا۔

فصل ہفتم

ساتویں شرط شیخ کے ساتھ پوری ارادت سے ہمیشہ قلب کا مرتبط رکھنا ہے کیونکہ شیخ راستہ کا رفیق ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

”اے ایمان والو! پرہیزگار بنو اور سچوں کے ساتھ (مرتبط) رہو۔“

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

”اگر کوئی کسی بات کا علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔“

نیز ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ
الْوَسِيلَةَ

”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور حق تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔“

اور حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس کا بھی اقتدا کرو گے راہ پا جاؤ گے۔ اور شیخ وہی ہے جو حق کا راستہ دیکھا بھالا اور ہلاکت و اندیشہ کے موقعوں سے آگاہ ہوتا کہ مریدوں کو ہدایت اور مفید و مضرت سے واقف کر سکے۔ پس اس کی صحبت اس نیکو کار ہم نشین کی صحبت سے کس طرح کم ہو سکتی ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیکو کار ہم نشین کی مثال عطر فروش کی سی ہے کہ اگر عطر نہ بھی ملے گا تو خوشبو ضرور سونگھائی دے گی۔ باقی اس فصل کے متعلق شرطیں وغیرہ فصل دوم میں گزر چکی ہیں۔

فصل ۱۱

ترکِ اعتراض | اٹھویں شرط یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر کبھی اعتراض نہ کرے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْتُ قَالَ أَسْلَمْتَ
لِمَ يَا أَعْلَمِينَ - "جب براہیم کو میں نے کہا کہ اپنا دین خالص کرو تو انہوں نے کہا کہ میں نے خالص کیا اور اپنی گردن رکھ دی۔" (الاعلیٰ حکم پر) نیز ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ تَسْلِمُ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ
مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَسْلَمَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
نیز صحابہ کی تعریف میں فرمایا ہے کہ (غزوة خندق کے دن) -
وَمَا تَرَاذَهُمْ إِلَّا يَمَانًا وَسَلِيمًا - "لقدار کے گروہ ہائے کثیرہ کے دیکھنے سے ان کا

ایمان اور تسلیم ہی بڑھا۔" پس مرید جب غلوت میں بیٹھے تو اس کے مناسب یہ حال ہے کہ اول غسل کرنے اور اس میں موت کے غسل کی نیت کرے اور حق تعالیٰ لاشائہ کے سامنے ایسے بن جائے جیسے مردہ اپنے نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور پھر وضو و تسلیم اختیار کر کے اپنے آپ کو ہمہ تن حق تعالیٰ کے سپرد کر دے اور پورا توکل اختیار کرنے اور کسی حال میں بھی حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے خواہ تنگی ہو یا فراخی۔ پس اگر

الشرح قلب و بسط عطا ہو تو شکر کرے اور بالیقین جانے کہ اس کا فیضان کرنے والا وہی حق تعالیٰ ہے اور مرید کو حق تعالیٰ کے حضور ایسا رہنا چاہیے کہ جیسے بیمار اپنے طبیب کے سامنے ہوتا ہے کہ مریض جب جان لیتا ہے کہ طبیب اپنے فن کی باریکیوں سے خوب واقف اور میری حالت پر بہت مہربان ہے تو اپنی ساری حالتوں کو اُس کے حوالے کر دیتا ہے اور کسی حال میں بھی خواہ دوا و غذا مزہ دار میٹھی ہو یا بد مزہ و کڑوی اُس پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ بہ جان و دل قبول کر کے پی جاتا اور کھا لیتا ہے اور اسی میں اپنی شفاء سمجھتا ہے۔ اسی طرح مرید نے جب جان لیا کہ اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر مہربان و لطیف اور کریم و شفیق ہے اور ماں باپ بھائی وغیرہ سب سے زیادہ شفقت فرمانے والا ہے اور تمام آسمان و زمین کے ذرہ ذرہ کے نفع و نقصان کو اچھی طرح جانتا ہے اور ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں اور بندہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے اور اُس کی ساری کوشش روح و قلب کو برباد کرنے میں صرف ہو رہی ہے اور اپنی نجات و کامیابی سے ناواقف ہے کہ کس چیز سے ہوگی۔ پس اپنے سارے معاملہ کو سپردِ خدا کر کے اُس کے قضاء و قدر پر گمراہی نہ رکھو گے گا اور جب حق تعالیٰ اس کو خوش وقتی اور بسط نصیب فرمائے گا تو وہ شکر کرنے کا اور یقین کے ساتھ جان لے گا کہ اس کے قلب کی شفاء اور مرض کا علاج اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر اس پر تنگ وقتی اور قبض میں مبتلا واقع ہوگا تو سمجھے گا کہ میرے دل کی تندرستی اور بیماری کی تدبیر اسی صورت میں وابستہ ہے کیا اچھا کہا ہے کسی نے یہ

سے سپردم بہ تو تانیہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

بہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے: -

عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْلَمُونَ

مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز تم ناگوار سمجھتے ہو حالانکہ وہ

خیر تم کو ہے اور عسیٰ ان کے خیر تمہارا حق میں بہتر ہوتی ہے اور ایسا اوستا ایک شے کو تم بہتر

پس چاہتے ہو اور وہ تمہارے لئے بدتر ہوتی ہے اور حق تعالیٰ

بہتر و بدتر ہی کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اخلاقِ برگزیدہ کا افاضہ فرمایا اور پھر خود ہی تعریف فرمائی کہ
 إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ - ”اے حبیبِ سلام اللہ علیہ تم بڑے خلق پر ہو“

واسطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق سے زیادہ خلقِ اعظم کیوں رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی روح شریف سب سے پہلے پیدا ہوئی تھی۔ پس جس قدر تکلین آپ کی روح پاک کو حاصل ہوئی اتنی کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ سب آپ کے بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ ”میں نبی تھا اور آدم ہنوز روح و جسد ہی میں تھے“ اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے مخلوق کے دلوں کا معائنہ فرمایا تو کسی کا دل فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل سے زیادہ شائق نہ پایا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی معراج شریف میں عجلت فرمائی کہ دنیا ہی میں نبوت کے دسویں سال نصیب ہوئی اور آپ کے کمال شوق کے سبب آپ کو مکالمہ اور رویت کی طرف کھینچا۔ خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکالمہ اخلاق کو پورا کروں۔ چنانچہ منقول ہے کسی نے پوچھا کہ دین کیا ہے؟ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”حسن خلق“ نیز فرمایا کہ ”حسن خلق خدائے تعالیٰ کا خلق ہے“ نیز فرمایا ہے کہ ”سب سے افضل مومن وہ ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو“ نیز فرمایا کہ ”اسلام بزرگ ترین اخلاق اور محاسن آداب سے گھرا ہوا ہے (کہ ان کو اختیار کئے بغیر کوئی اسلام میں پورا دخل نہیں پاسکتا) پس جب سالک شانِ تسلیم میں مستحکم ہو جائے گا تو اسلام اور حسن خلق سے متصف ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ مراتبِ عالیہ پر پہنچ جائے گا۔

نتیجہ: مذکورہ اٹھ شرائط کے فوائد کا بیان | جان لے کہ ان اٹھوں شرطوں کا فائدہ یہ ہے

کہ جوہر انسانی کا تصفیہ ہو جائے اور وہ بارگاہِ بے نیاز تک پہنچنے کے قابل بن جائے اور تزکیہ و استعداد چونکہ اغیار یعنی وجود اور نفس و شیطان کو دفع کئے بدوں حاصل نہیں

ہو سکتی۔ اس لئے یہ اٹھ شرطن بیان کی گئیں کہ ان کے بغیر عیار دفع نہیں ہو سکتے اور وجود ایک گہری تاریکی ہے جو چار ارکان یعنی آب و خاک اور ہوا و آتش سے مرکب ہے کہ ان میں سے ہر ایک عنصر کی ظلمت اوپر تلے ہے اور اس کا تصفیہ بذریعہ مجاہدہ کے ضروری ہے اور نفس بدن میں ہوا کی طرح ایک لطیف شے ہے اور وہ بھی تاریک و مکدر ہے اور تمام اجزاء بدن میں پھیلی ہوئی ہے اس کا تزکیہ بھی ریاضت سے لازمی ہے۔ اور شیطان ایک مکدر آگ ہے جو مخلوط ہے کفر کی ظلمتوں سے کہ ابن آدم میں جہاں تک خون پہنچتا ہے وہ بھی سرایت کرتا ہے۔ پس اس کا نکالنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ کہیما کے طریق پر ہوتا ہے کہ ان تینوں ظلمتوں سے لطیفہ نورانی کو نکالتے ہیں۔ کیونکہ قلب نے جب سے کہ دنیا میں آکر ہوٹل پکڑا ہے طرح طرح کی شکلوں کے نقوش اس میں ممتثل ہو گئے ہیں اور یہ شرطن خود ظلمات اور مجسم تاریکیاں ہیں جن سے قلب رنگ پکڑ گیا ہے اور غفلت قبول کر بیٹھا ہے۔ پس خلوت و ذکر اور صوم و طہارت اور سکوت و نفی خواطر اور ربط و توحید مطلب سے آئینہ دل کا رنگ صاف کرنا چاہیے کہ ذکر بمنزلہ آگ اور سوہان اور بھٹی کے ہے اور خلوت بمنزلہ کوزہ اور ظنون کے اور روزہ صیقل کا آلہ ہے اور سکوت و نفی خواطر اور ربط قلب شاگرد پیشہ و کاریگر ہیں اور توحید مطلب گویا استاد ہے اور جب بندہ ان شرائط مذکورہ پر موافقت کرتا ہے تو معیت و شہود کی روشنی قلب کو حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ - "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں

بھی تم ہو۔"

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

إِنَّمَا تَوَلَّوْا الْفِتْرَةَ وَجْهَ اللَّهِ - "جس بھی تم منہ پھیرو گے اسی طرف اللہ تعالیٰ

کی ذات پاک ہے۔"

یہ جیسے تانبے کی کٹافٹوں کو دوزخ کے کیمیاگر اکسیر بناتے ہیں۔

فصل ۱۲

مقاماتِ سلوک کا اجمالی بیان | جان لے کہ سالک کو چاہیے کہ ہر حالت میں انواعِ عبادت میں کسی نہ کسی عبادت کو لازم پکڑے رہے اور جانے

رہے کہ حق تعالیٰ ذرا ذرا کا اس سے محاسبہ فرمائے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

إِنْ كَانَ بِمُقَالَ حَبَّةٍ تَمْرٍ خَيْرٌ دَلِيٍّ
وَأَكْرَبَانِيَّ كَيْفَ دَانِيٍّ كَيْفَ دَانِيٍّ
اٰتَيْنَا بِهَا - کو حاضر کریں گے۔

اور یہ معنوں چند مقامات سے حاصل ہوتا ہے۔ اول توبہ۔ اور وہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کا نام ہے۔ ہمیشہ نادم رہنے اور استغفار کی کثرت کے ساتھ۔ دوم انابت اور وہ غفلت سے ذکر کی جانب لوٹ آنے کا نام ہے۔ اور بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ توبہ نام ہے ظاہری رجوع کا اور انابت نام ہے اس رجوع کا جو باطن سے ہوتا ہے اور انابت کے بعد عفت ہے اور وہ شہوات کے چھوڑنے کا نام ہے۔ اس کے بعد ورع ہے یعنی اس شغل سے بچنا جو حق تعالیٰ سے مشغول کرنے والا ہو۔ چنانچہ ابراہیم بن ادھم نے فرمایا ہے کہ حرام سے زہد کرنا اور بے رغبت ہو جانا تو فرض ہے اور حلال سے زہد کرنا فضل ہے کہ جس پر حق تعالیٰ رحم فرمائے مباحات کی رغبت بھی نکال لے اور شبہات سے بے رغبت ہونا مکرمات ہے اور ورع کے بعد ارادہ ہے اور وہ ہمیشہ مشقت اٹھانے اور راحت کے چھوڑ دینے کا نام ہے۔ اس کے بعد فقر ہے۔ یعنی کسی شے کا بھی مالک نہ رہنا اور جو چیز پاس نہ ہو اس سے دل کو بھی فارغ کر لینا کہ نہ ہاتھ میں کچھ ہو اور نہ دل میں تحصیل کی ہوس یا ناداری کا غم ہو اس کے بعد صدق ہے جو ظاہر و باطن کے برابر ہو جانے کا نام ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استقامت ہو ظاہر و باطن میں اور ستر و اعلا نیہ اس کے بعد تصبر ہے اور وہ نام ہے نفس کو تلخ عیشی و مکروہات و ناگوار طبع امور کے خوگر بنانے کا اور اس کے بعد صبر ہے یعنی ماسوائے اللہ سے شکوہ چھوڑ دینا اور اس کے بعد رضا ہے۔ یعنی مصیبت میں لذت پانا۔ اس کے بعد اخلاص ہے اور وہ نام ہے خالق کے ساتھ معاملہ رکھنے کا کہ مخلوق کا

دغل ہی درمیان میں نہ رہے کہ کوئی برامانے یا بھلا مگر طاعت میں فرق نہ آئے اس کے بعد تو کُل ہے۔ یعنی وعدہ و وعید میں حق تعالیٰ پر اعتماد رکھنا اور ما سوائے اللہ تعالیٰ سے طمع کا قطع کر دینا۔ سَمَّا قَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَاٰیَاکُمْ۔

فصل

جان لے کہ مشائخ رحمہم اللہ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کلام بھی کلام نافع کا بیان کرے اس میں نصیحت و ہدایت کے قصد اور عوام کے نفع کی نیت

رکھے اور منیٰ طلب کے حوصلہ و فہم کے موافق بات کہے اور حسن بات کا لوگ سوال نہ کریں اس کو نہ بیان کرے اور جب سوال کریں تو مسائل کی استعداد کے موافق جواب دے۔

چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص آپ سے ایک سوال کرتا ہے تو آپ ایک جواب دیتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا شخص وہی سوال کرتا ہے تو آپ اس کو دوسرا جواب دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ عقل و فہم کے موافق جواب دینا چاہیے پس جس میں جتنی فہم دیکھی اس کے مطابق جواب دیا اور مسائل کو بھی چاہیے کہ اپنے مرتبہ کے موافق سوال کرے اور جہاں تک رسائی نہ ہو وہاں کی بات ہی نہ کرے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اپنے مرتبہ سے اونچی بات کا سوال کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہتیرے فقہ کے اٹھانے والے اپنے سے زیادہ سمجھ داروں کو پہنچانے والے بنتے ہیں۔ پس وہ کلام کو مسائل کے مرتبہ کا نہیں ہے مگر ہو سکتا ہے کہ دیکھو جواب سن کر دوسروں سے نقل کرے اور دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھادیں۔ اور چاہیے کہ علم کو نااہل پر خرچ نہ کریں اور بعض کا قول ہے کہ اہل و نااہل دونوں پر خرچ کرے۔ کیونکہ خود علم اپنے آپ کو نااہل سے باز رکھے گا پس نااہل قبول ہی نہ کرے گا، نیز چاہیے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے کے سامنے کلام نہ کرنے لے۔

چنانچہ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی شخص نے سفیان ثوری کے روبرو

کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ استادوں کے سامنے میں کلام نہیں کر سکتا۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس علم تصوف کی گفتگو اسی شخص کو زیبا ہے جو صاحبِ حال ہو اور اپنے احوال و افعال بیان کرے اور محض نقل آتارنے والے کو زیبا نہیں کہ اس علم میں بحث کرنے لگے۔ نیز یہ بھی ادب ہے کہ قبل از وقت کوئی بات نہ کہے۔ کیونکہ اس سے اتنی آفتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس شخص کو فائدہ سے بالکل جدا کر دیتی ہیں اور لوگوں اور دنیا والوں میں جاہ و منزلت کی طلب سے بہت ہی بچنا چاہیے ورنہ اپنے علم سے ہرگز نفع نہ پائے گا۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو نفع نہ دے۔ نیز فرمایا ہے کہ جس شخص نے علماء میں نمائش پانے اور جہلاء و سفاء کو اپنے گرد جمع کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ بنانے کے لئے علم سیکھا تو اس کو چاہیے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے۔ نیز چاہیے کہ جو کچھ سُننے یا سیکھے اُس پر عمل کرنے میں بہت کوشش کرے۔ کیونکہ علماء کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے علوم میں سے کچھ سیکھ کر عمل کیا تو یہ علم اس کے قلب میں حکمت بن جاتا ہے اور پھر جو شخص اس سے سنتا ہے نفع پاتا ہے اور جو شخص اس پر عمل نہیں کرتا گویا ایک حکایت یاد کر لیتا ہے۔ آخر چند روز کے بعد بھول جاتا ہے اور مشائخ کا قول ہے کہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں سمرایت کرتی ہے اور جو بات صرف زبان سے نکلتی ہے وہ دوسروں کے کان سے آگے نہیں بڑھتی۔

شیخ پر مکمل اعتماد و انقیاد کی ضرورت | نیز جانتا چاہیے کہ جس کے دل میں سلوک الی اللہ کے ارادہ

کا تخم قائم ہو تو اس کو اس کی بہت حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ یہ غیبی مہمان ہے کہ ذرا بے توجہی میں خفا ہو کر چلا جائے گا اور پھر آنے کا نام لے گا پس اس کو غنیمت سمجھے اور اس کے مناسب غذا میں لا کر سامنے رکھے تاکہ پوری خوشی کے ساتھ ہضم کرے اور ایسی غذا میں درحقیقت سوائے شیخ طریقت کے کہیں نہیں ملتیں کیونکہ ارادت

کا تخم مرید کے دل میں اس بچہ کی مثل ہے جو عالم غیب سے پیدا ہوا ہے جو عالم شہادت یعنی دنیا میں آوے۔ پس اس کی غذا بجز عالم غیب کے اس دودھ کے جو اس کی ماں کے پستان سے نکلتا ہے دوسری نہیں بلکہ بازار کا دودھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح ارادت کا نور جو مرید کے دل میں بتوفیق الہی عالم غیب سے پیدا ہوا ہے اس کی تربیت بھی بجز معرفت کے اس پانی کے جس کو فیاض باذی عز اسمہ چشمہ غیب سے اہل غیب کے دل پر پہنچائے دوسری شے نہیں ہو سکتی اور اہل غیب وہ مشائخ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے مشرف ہوئے اور فیوض و ارادات خداوندی کا ان پر فیضان ہوا اور وہ اللہ والے ہو گئے۔

چنانچہ عوارف میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت منقول ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا تھا، صدیق اکبرؓ کے سینہ میں ڈال چکا۔ پس جس شخص کو ارادت حاصل ہو تو اس کو اپنی رائے اور عمل پر قناعت نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ ایسے عارف شیخ کی تلاش میں کھرا ہو جانا چاہیے جو صفات مذکورہ سے متصف ہو خواہ شرق میں ملے یا غرب میں کیونکہ بغیر اس کے چارہ نہیں اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر کے اپنے تصرفات سے خارج ہو جانا چاہیے اور ہر چند کہ شیطان نفس کو موافق بنا کر یہ وسوسہ دل میں ڈالے کہ خدا جانے یہ شیخ کامل ہے یا نہیں مگر چاہیے کہ ایسے شیخ کے متعلق جس میں اوصاف مذکورہ موجود ہوں اس وسوسہ کو قلب میں بالکل جگہ نہ دے اور قوت مردانہ سے بلند ہمت بن کر اس کو دفع کرے اور اس حدیث کو یاد کرنے کہ سننا اور اطاعت کرنا اپنے اوپر لازم پکڑو، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام اور کم صورت ہی کیوں نہ ہو۔

پس بہر حال اپنے آپ کو اپنے تصرف میں نہ چھوڑے بلکہ اس شیخ کا تابع بن جائے۔ کیونکہ صوفیہ نے کمال ارادت اور شیخ کی عدم مخالفت کے سبب یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ فرماتے ہیں مرید کو بلی کے تصرف میں ہونا بھی اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ اپنے تصرف میں رہے۔ ہاں شیخ کی جو شرطیں ہم نے ذکر کی ہیں ان کا لحاظ رکھنا بھی واجب

ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے اسی لئے بھیجا کہ امت کو دعوت دیں اور حق تعالیٰ کی طرف بلائیں اور آپ کو اپنے اذن سے راہ مستقیم کا ہادی بنایا اور فرمایا :-

إِنَّكَ تَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - ”(اے محمدؐ) واقعی تم راہ مستقیم کی ہدایت کرتے ہو“

اور حکم فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرًا لِّمَن يَشَاءُ
ہم نے ایمان والوں اور ہمارا رسول بلائے والا ہے ہماری طرف ہمارے اذن سے اور ہمارا رسول روشن چراغ ہے“

اور جب آپ کی عمر شریف تمام ہو گئی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ چھوڑا اور اسی طرح قیامت تک ہر زمانے میں ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں جس سے بھی ہدایت چاہو گے راہ یاب ہو جاؤ گے، مگر یہ ہدایت اسی شخص کے پاس ہوگی جس نے ظاہری و باطنی علم کی میراث اپنے واسطوں سے جناب سرور عالم سے پائی ہو۔ پس جس شخص کو ایسا شیخ مل جائے اور وہ شیخ اس کو اپنی غلامی میں قبول بھی فرمائے تو چاہیے کہ اس کے ظاہری و باطنی احترام میں کوتاہی نہ کرے۔

شیخ کا ظاہری و باطنی احترام کرنا | احترام ظاہری تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ مناظرہ نہ کرنے اور جو کچھ اس سے سُننے اگرچہ

یقیناً جانتا ہو کہ غلط ہے تاہم اس کے ساتھ حجت نہ کرے کیونکہ اُس کی نظر اس کی نظر سے اور اس کا علم اس کے علم سے بہر حال بڑھا ہوا ہے اور کامل ہے۔ نیز شیخ کہ سامنے جاننا نہ پڑے بیٹھے مگر بضرورت نماز اور نماز کے بعد فوراً جاننا نہ اٹھالے اور زمین پر آ بیٹھے اور نوافل بھی اس کے سامنے نہ پڑھے اور جو کچھ شیخ فرمائے اس کی تعمیل کرے اور حتی المقدور اس میں کوتاہی نہ کرے اور شیخ کی جاننا نہ پر قدم نہ رکھے۔ اور شیخ کے سامنے بلکہ دوسروں کے سامنے بھی ایسی حرکت نہ کرنے جو اہل معرفت کی خصلتوں کے خلاف ہو اور مشائخ کے چہرہ پر بار بار نگاہ نہ ڈالنے اور ان کے ساتھ انبساط و

بے تکلفی کا برتاؤ نہ کرے مگر یہ کہ وہی اجازت دیں۔ اور کوئی کام ایسا نہ کرے جو شیخ کی گرانی طبع کا سبب ہو، بلکہ ہمیشہ گردن جھکائے رہے اور لوگوں کے منہ بھی نہ سکے کہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

باطنی احترام | باطنی احترام یہ ہے کہ شیخ پر کسی امر میں انکار نہ کرے اور ظاہر کی طرح باطن میں قوں و فعلًا اور حرکت و سکون ہر انداز سے لحاظ قائم رکھے ورنہ نفاق میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر اپنے اندر کسی قسم کی غلش پاوے تو اس کو نکال دے تاکہ بتوفیق الہی ظاہر کے موافق ہو جائے۔

سالک کے لئے نوافل کی ضرورت اور ان کا بیان | نیز سالک کو ان اوقات کی جن کی فضیلت

حدیث سے ثابت ہے نوافل و اذکار سے مزور معمور رکھنا چاہیے جن میں ایک اشراق ہے جس کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر آفتاب کے ایک نیرہ اونچے اٹھتے تک ہے اور اس میں چار رکعت (اور بروایتے دو رکعت) مستحب ہیں۔ دوم چاشت اور اس کا وقت طلوع سے لے کر زوال تک ہے اور بارہ رکعت (یا دو چار چھ آٹھ رکعت) اس میں مستحب ہیں۔ سوم فی الزوال۔ اس کا وقت زوال کے بعد ہے اور اس میں چار رکعت (اور بروایتے دو رکعت) مسنون ہیں۔ چہارم مغرب و عشاء کے درمیان اور اس میں چھ رکعت ہیں اور اگر بیس رکعت پڑھے تو بہت اچھا ہے (اس کو صلوة الاوابین کہتے ہیں) اور یہ سب نوافل حدیث سے ثابت ہیں اور اس کے بعد ذکر خفی یا جلی میں بھنور قلب مشغول ہو۔ پنجم رات کے وقت تیرہ رکعت جن میں تین وتر ہیں اور اقل مرتبہ دو رکعت تہجد علاوہ وتر کے اس کے بعد صبح تک ذکر میں مشغول رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک ذکر کرتا رہے۔ نیز تحیۃ الوضوء دو رکعت اور دو رکعت تحیۃ المسجد پر بھی ضرور مواظبت کرے اور تحیۃ الوضوء کا پڑھنا عصر کے بعد علمائے مکروہ سمجھا ہے اور بعض مشائخ نے جائز رکھا ہے۔ پس جو شخص مذکورہ آٹھوں شرائط پر مواظبت کرے گا اور اوقات مذکورہ کا لحاظ رکھے گا اور

آداب و محاورات مسطورہ کی حفاظت کرے گا وہ مخلص بن جائے گا اور شیطان کا اس پر غلبہ نہ ہوگا اور خاص اہل اللہ اور جنتی ہو جائے گا۔ کیونکہ جنت و دوزخ اہل سلوک کے نزدیک آج بھی موجود ہیں (یہ کہ کہ قیامت کو پیدا ہوں گی) چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جنت میں گیا اور بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی سہراہٹ اپنے آگے آگے سنی! نیز فرمایا ہے کہ میں جنت میں پہنچا اور ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا! پس مجھ کو عمرؓ کی غیرت یاد آئی اور اسی وجہ سے میں اس کے اندر نہیں گیا! نیز فرمایا ہے کہ میں نے ابوطالب کو دوزخ کے مخصّاح میں دیکھا۔ اور اگر میں اس کا بھتیجا نہ ہوتا تو اس کا مقام وسط دوزخ میں ہوتا۔

فصل ۱۲

اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت | جان لے کہ اولیاء کی بڑی کرامت یہ ہے کہ غیب جس کا ثبوت کتاب و سنت سے ہے یعنی آخرت اور وعدہ جنت و وعید جہنم اور حشر نثر وغیرہ پر اس کا ایمان شہودی ہوتا ہے کہ جس کا انکار نفس کسی طرح بھی نہیں کر سکتا اور نہ شیطان امر اخروی میں کسی قسم کا شبہ ڈال سکتا ہے اور یہ ایمان اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ اگر پردہ اٹھ جائے اور یہ واقعات غیبی کھل جائیں (تو ان کے یقین میں کچھ بھی بیشی نہ ہوگی۔ نیز وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی قدرت خالی از حکمت نہیں ہے اور جان لے کہ بندہ جب تک تصدیق کے مرتبہ کو نہ پہنچے گا حقیقت ایمان تک نہیں پہنچے گا۔

چنانچہ حضرت عارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مخصّاح دریا کے درے جتے کو کہتے ہیں جہاں ٹخنوں تک پانی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ابوطالب کے قدم آگ میں ہیں جسکی خوارت سے داغ تک اندر ہی اندر مجلس جاتا ہے اور یہ تخفیف اسلئے ہے کہ وہ میرا معاون رہا ہے۔ ۱۲

نے پوچھا کہ اے حادثہ! کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ سچے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا سوچ کر کہو کیونکہ ہر دعوتے کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ پس بتاؤ تمہارے دعوتے کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اپنے نفس کو میں نے دنیا سے باز رکھا دنوں کو روزہ کے سبب، پیاسا بنایا۔ راتوں کو تہجد کی وجہ سے، بیدار کیا اور گویا عرش الہی کی طرف ظاہراً دیکھ رہا ہوں کہ درحقیقت وہ موجود ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ شرع میں ثابت ہے، اور اہل جنت کو آپس میں ملاقات کرتے ہوئے اور دوزخیوں کو ایک دوسرے کو عار دلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک جواب دیا تم نے۔ اور جب حادثہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ ”یہ بندہ ہے جس کے دل کو حق تعالیٰ نے منور فرما دیا ہے۔“

فائدہ: ذکر کے اثرات اور مرید کی ذمہ داریاں | جان لے کہ ذکر کے قلب میں نور کے ڈال دیئے

جاننے کی علامت یہ ہے کہ ذکر کرنے والے کو انشراح صدر اور ذکر سے اطمینان حاصل ہونے لگتا ہے (گہرائی و وحشت نہیں رہتی) اور انشراح صدر کی علامت یہ ہے کہ دنیا چھوٹ جاتی اور دنیا کے فنا ہونے والے سادہ و سامان کی رغبت نہیں رہتی اور ذکر سے اطمینان حاصل ہونے کی علامت یہ ہے کہ دنیا چھوٹ جاتی اور دنیا کے فنا سے خنکی حاصل ہوتی ہے جو غلبہ ذکر کے وقت اس کے قلب میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور سننا چاہیے کہ ہر صورت کے ایک معنی ہیں اور ہر محسوس شے کا ایک عقلی وجود ہوتا ہے اور ہر ظاہر کے لئے عالم غیب میں ایک صورتِ مشابہ ہے۔ پس جو شخص معنی کے لئے صورت کے ثبوت کا معتقد نہ ہو گا وہ ملحد اور باطنی معاند ہے اور جو شخص صورت کے لئے معنی کا منکر ہو گا اس کا ظاہر پلید ہے اور جو شخص ظاہر و باطن کا جامع بنے گا اور محسوسات کے لئے وجود عقلی کو ثابت مان کر عالم دنیا میں عالم غیب کا مطالعہ کرے گا وہ صوفی سنی سعادتمند و صاحبِ رشد ہو گا۔ اور ائمہ مسلمان کے بارے میں متعصب نہ ہونا چاہیے بلکہ سب

کو برحق سمجھے گو عمل ایک مذہب پر کرے، اور کلمہ توحید کے قائل اور رسالت کے قائل پر جب تک بھی اُس کے کسی بُرے کلام کی مناسب تاویل ہو سکے طعن نہ کرے۔

شیخ بننے کے لائق کون ہے؟ | جاننا چاہیے کہ شیخ بننے کے لائق وہی ہے جو اپنے نفس کو مجاہدوں سے ادب دے چکا اور مشقت و

سختی و تلخ کشی کا عادی و خوگر اور متحمل بنا چکا ہو اور ادب کا ذرا نوصلیا، و مقتدا، مشائخ کی خدمت میں تہہ کر چکا ہو اور سختوں کی صحبت میں رہ چکا ہو اور دین کے احکام و حدود اور مذہب کے اصول و فروع کو پہچان کر مقاماتِ علیہ سے بھی اُگے بڑھ چکا ہو اور جو شخص ان اوصاف سے متصف نہ ہو اسے شیخ بننا حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے افعال کے عیوب اور اپنے نفس کی سرکشی کو نہ سمجھے اور ان عیوب کا ذرا اتل کرنا اجتہاد سے نہ سکھے اور اس راستہ (سلوک) کے آداب حاصل نہ کر لے اس کا اقتدار جائز نہیں ہے۔ پس مرید اول ان امور کو معلوم کرے اس کے بعد اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈال کر زیادتی و کمی اور نفع و نقصان کی تلاش میں لگے اور جو کچھ بھی حالات پیش آتے جائیں ہر دم شیخ کی خدمت میں پیش کرے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ جس نے اپنا حال طبیب تک نہ پہنچایا وہ عاقل نہیں ہے۔ اس کے بعد اپنے لئے مقامات و منازل کا ترتیب وار طالب ہو اور ایک مقام سے اس کی تکمیل و تصحیح ادب سے پہلے دوسرے مقام کی طرف منتقل نہ ہو مثلاً ذہد میں اس وقت مشغول ہو جبکہ مقام ورع سے فارغ ہو چکا ہو و علیٰ ہذا یہاں تک کہ اس کے دل پر معاملات بفضلِ اللہ وارد ہونے لگیں اور بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ قلب کی حرکتوں سے عمل اعضاء کی حرکتوں کے عمل سے بدرجہا بہتر ہے۔“

چنانچہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ابو بکرؓ کے ایمان کو وزن کیا جائے تو تمام اہل زمین کے ایمان پر غالب آجائے۔“ نیز فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ نے کثرتِ صوم و صلوٰۃ کے سبب سب پر فوقیت نہیں پائی بلکہ ایک چیز کی وجہ سے پائی ہے جو اس کے قلب میں ہے۔“ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات شریف کے بعد جو استقلال و کمال متانت صدیق اکبرؓ کو حاصل رہی وہ کسی صحابی کو بھی نہ تھی کہ ممبر پر چڑھ گئے اور

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا سو پھر جاوے کہ آنجناب والا تو وفات پا گئے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا وہ جہاں ہے کیونکہ حق تعالیٰ زندہ و قائم ہے۔“ نیز آپ نے مرتد لوگوں سے مقاتلہ کیا۔ اور حضرت اسمائہؓ کے لشکر کو بھی (جو مرض نبوی کے سبب روانہ ہونہ سکا تھا) اسی وقت روانہ کیا۔ اور گو سارے صحابہ منع فرماتے تھے کہ عجلت میں انتشار و تفریق کا اندیشہ ہے، مگر آپ نے کچھ بھی اندیشہ نہ فرمایا۔ آخر حق تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں دین کی حفاظت فرمائی۔

مُرید کے دو فرائض | نیز مرید کو واجب ہے کہ اپنے ظاہر کو وظیفہ سے اور باطن کو ارادت سے خالی نہ رکھے، یہاں تک کہ اس پر واردات

کا ورود ہونے لگے۔ پس اس وقت ارادت سے یکسو ہو کر بتوفیق خداوندی واردات مشغول ہو جائے گا۔ چنانچہ ابوسلیمان درانی فرماتے ہیں کہ جب معاملات قلب کی جانب پہنچ جاتے ہیں تو اعضاء بدن آرام اختیار کرتے ہیں۔ پس باطن کو آباد کرنے اور احوال کے مباشر رہنے اور اسرار کی رعایت رکھنے اور اپنے سانسوں کی شمار رکھنے میں مشغول رہنا چاہیے۔

چنانچہ صوفیہ کا ارشاد ہے کہ فقیر کی عبادت خواطر کی منتفی کرنا ہے (جو امر باطنی اور محافظت دائمی ہے) اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب تو مرید کو اس حال میں دیکھے کہ وہ شہواتِ نفسانیہ کے ساتھ قائم اور نفس کے حظ و لذت میں مبتلا ہے تو اس کو جھوٹا سمجھ اور اگر مدح و ذم اور رد و قبول میں تمیز نہ کرے تو اس کو بھی جھوٹا سمجھ کہ پہلی بد حال کا تعلق بدن سے ہے اور دوسری کا قلب سے (جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ علامتیں نہ ہوتیں تو ہر شخص سلوک کا دعویٰ کرنے لگتا،“ حق تعالیٰ فرماتا ہے
وَلْتَعْرِضْنَهُمْ لِيَّ لِيُنزِلَ الْقَوْلَ - (البقرہ) اے محمد! تم پہچان لو گے منافقوں کو ان کی پیشانی سے اور پہچان لو گے ان کو آواز سے، کہ اُن کا طرز عمل اور لہجہ گفتگو ہی علامت کفر و نفاق بنی ہوئی ہے۔ نیز مرید کو واجب ہے کہ یقین کے ساتھ جان لے کہ کوئی مزا اور کوئی حال اور کوئی عبادت اخلاص کے بدوں اور ریاء کے دور کئے بغیر درست نہیں ہوتی۔

نیز واجب ہے کہ نفس کی ہر آن نگہداشت رکھے اور اس کے اخلاق کو اچھی طرح جانچے کہ وہ بجز بدی کے دوسرا حکم نہیں کرتا اگرچہ درجہ معرفت کی انتہا کو پہنچ جائے پھر بھی اس سے غافل نہ بیٹھے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (با این عظمت و معرفت) نفس کی نگہداشت فرماتے اور اس کے شر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے نفس کے لئے ایسا ہوں جیسا بکریوں کے لئے چرواہا کہ جب ایک طرف سے اکٹھا کرتا ہوں تو دوسری طرف سے بھاگنے لگتی ہیں اور ابو بکر و راق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس ہر حالت میں ریاء کا رہے اور اکثر حالتوں میں منافق ہے اور بعض حالتوں میں مشرک بھی ہے کہ اپنی خواہش اور دعوے میں اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی ضد و ٹھیک کہتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی ثناء اور حمد و مدح طلب فرماتا ہے تو نفس بھی اپنی مدح چاہتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میرے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کرو" اور نفس بھی یہی کہتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اپنی ذات کو مرہوب و مرغوب جاننے کا حکم فرماتا ہے اور نفس بھی چاہتا ہے کہ اس کی رغبت کی جائے اور اسی سے ڈرا جائے۔ یہی اس کا شرک ہے اور اس کا نفاق و ریاء تو بہت ہی کھلا ہوا ہے۔

مشارح نے کہا ہے کہ نفس ایک لطیفہ ہے قالب کے اندر جو اخلاقِ ذمیرہ کا محل ہے۔ اور روح بھی اسی قالب میں ایک لطیفہ ہے مگر وہ اخلاقِ حمیدہ کا محل ہے جیسا کہ ناک اور کان اور نفسِ شتر کی کان ہے اور عقلِ روح کا لشکر ہے اور توفیقِ الٰہی روح کی مدد ہے۔ اور خدلان (یعنی توفیق کا اٹھ جانا) نفس کی مدد ہے اور قلب لشکرِ غالب کا تابع ہے کہ شتر نے غلبہ پایا تو وہ بھی شتر ہو گیا اور خیر نے فتح پائی تو قلب بھی سنور گیا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل ۱۵

خرقہ صوفیاء کا ادب | جب مرید توبہ کے مقام کو صیح کر چکے اور ورع و تقویٰ کے مقام میں قدم مضبوطا جما کر زہد کے مقام میں قدم رکھے اور اپنے نفس کو ریاضت و مجاہدہ سے ادب دے چکے تو اس کو خرقہ پہننا جائز

ہو جاتا ہے اگر اس کو رغبت ہو۔ لیکن غرقہ کی ادب کی نگہداشت رکھنی بھی لازمی ہے۔
پس جان لے کہ انسان نام ہے ظاہر و باطن کے مجموعہ کا اور ان میں ہر ایک کا لباس جدا ہے۔
چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَبِئْسَ اللَّتَّافُونَ ذٰلِكَ جَعِيْرًا
”اور تقویٰ کا لباس بہتر ہے“

ظاہر انسان اور باطن انسان | الحاصل ظاہر انسان یعنی بدن کا لباس تو وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے

اور جو بچہ حق تعالیٰ نے اسے میسر فرمایا ہے۔ چنانچہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بیش قیمت بڑی آستین کا جبہ پہنتے تھے اور کبھی تنگ آستین کا اور کبھی بیش قیمت قمیص و چادر پہنتے اور کبھی کھر درے اور موٹے باطن انسان میں یہ چند چیزیں داخل ہوا۔

نفس۔ اس کا لباس شریعت ہے (کہ جملہ حلال و حرام میں شرع کا تابع رہے) اور قلب۔ اس کا لباس طریقت ہے اور راسخ۔ اس کا لباس حقیقت ہے اور روح اور اس کا لباس عبودیت ہے اور خفیہ اور اس کا لباس محبوبیت ہے اور پردوں کی تفصیل جن سے انسان مستور ہے پہلے گزر چکی ہے۔ پس جس کو حق تعالیٰ نے اتباع شریعت کی توفیق بخشی وہ کمال عبودیت تک پہنچ جاتا ہے اور عبودیت کے سبب حق تعالیٰ اس کو نور روح کے حجاب سے بجات بخشتا ہے یہاں تک کہ وہ کمال محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ
يُحِبِّكُمْ اللّٰهُ - (اے محمد!) کہدوان لوگوں سے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو کہ خدا تعالیٰ تم کو محبوب بنا لیا۔

اور ظلمت کے پردے دور ہو جاتے ہیں تو اللہ والا اور مخلص بن جاتا ہے اور جسم کی ارضیت اور روح کی سما دیت دونوں سے خلاصی پا کر بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچتا اور مقصد صدق عند ملیک مقتدر پر قرار پکڑتا ہے اور یہی مطلب ہے حضرت خضر کے اس قول کا کہ

صوفی کے لئے نہ زمین میں گنجائش ہوتی ہے اور نہ اُس کو آسمان چھپا سکتا ہے۔ " پس متابعت شریعت تو صورت ہے اور عبودیت اس کی حقیقت ہے اور متابعت سے جو بمنزل صورت کے ہے اور عبودیت سے جو بمنزل مغز کے ہے منقطع ہونا کسی حالت میں بھی ممکن نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں اور شریعت کی مخالفت بجز مردود بارگاہ الہی کے کوئی نہیں کرتا اور تباہی و روسیاء ہی میں وہی گرتا ہے جو شرع شریعت کا مخالفت ہو۔ چنانچہ بلعم اور برصیعا وغیرہ کے قصے سن چکے ہیں (یا اللہ ترقی کے بعد تنزل سے محفوظ رکھیو) پس چاہیے کہ طبیعت اور عادت کے تصرفات سے ظاہر و باطن کو محفوظ رکھے اور جاوہ شریعت سے بال برابر بھی سجاوڑ نہ کرے (یا اللہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت ہم کو نصیب فرما ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اور قول میں بھی فعل میں بھی اور عبادت میں بھی عادت میں بھی۔ امین)۔

جان لے کہ باطنی مدرکات کے لئے ایک پردہ اور بھی ہے یعنی نفس **حجاب کا بیان** کے لئے شہوتیں اور لذتیں پردہ ہیں اور قلب کے لئے بجز حق کے دوسرے کا دھیان اور ملاحظہ حجاب ہے اور عقل کے لئے معانی معقولہ میں فکر کرنا اور متر کے لئے اسرار میں توقف کرنا اور روح کے لئے مکاشفات اور خفی کے لئے حجاب عظمت و کبریا۔ اور دراصل کامل وہی شخص ہے جو ان میں سے کسی ایک چیز کی طرف بھی توجہ نہ کرے۔ چنانچہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج میں ان دنیوں خزانوں وغیرہ پر جو سدرہ مقام پر آپ کے سامنے موجود تھے کچھ بھی التفات نہ فرمایا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۗ
مَا تَرَغِ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۗ
"جبکہ سدرہ کو ڈھانپنے ہوا تھا جو کچھ بھی ڈھانپنے ہوتے تھا ہمارے
حبیب اپنی نگاہ کو منظور حقیقی سے ہرگز بھی نہ ہٹایا۔"

اور عقلمند صاحب توفیق شخص جب تک ذرہ برابر بھی دنیا کا خیال رکھے گا اور پردہ ہائے مذکورہ بھی دنیا ہی میں داخل ہیں (شیطان سے امن نہ پائے گا۔

نقل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی امیٹ پر سر رکھ کر سو گئے جب بیدار ہوئے تو شیطان

کو اپنے سر کے پاس دیکھا۔ فرمایا کہ میرے پاس کیوں آیا؟ اس نے کہا کہ آپ میں دوسرے
 ڈالنے کی طرح مجھ کو لاحق ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون میں تو روح اللہ ہوں، تیری
 طرح خام میرے بارے میں کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے متعلق مجھ کو
 طرح اس لئے پیدا ہوئی کہ میری متاع آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیا؟
 اس نے کہا کہ یہی اینٹ جو آپ کے سر کے نیچے ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اس اینٹ کو
 دور پھینک دیا اس وقت شیطان بھی بھاگ گیا۔ خدا ہم کو اس سے محفوظ رکھے کہ ذرا متعلق
 دنیا بھی اس کی طرح اور جرات بڑھا کر ہماری طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

فصل ۱۶

تصوّف کے ظاہری و باطنی ارکان | خان لے کہ تصوّف کے ظاہری ارکان پانچ
 ہیں۔ خدمت، حرمت، خلوت، صحبت،

اور جوانمردی۔ نیز باطنی ارکان پانچ ہیں۔ عمل، علم، حال، قلب، معرفت۔ اور بعض
 صوفیہ نے کہا ہے کہ تصوّف کا اول حصہ علم ہے اور اوسط عمل اور آخری عطا الہی۔ پس علم
 نام ہے پردہ اٹھ جانے کا اور سالک کی مراد ظاہر ہو جانے کا۔ اور عمل اعانت ہے
 مراد کی طلب پر اور عطاء الہی عمل کا انجام تک پہنچ جانا ہے اور راہ حق کی سیر کرنے
 والے بھی تین قسم کے ہیں یعنی مرید طالب، متوسط سائر اور منتہی واصل۔ اور مرید کا
 مرتبہ تو یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت اور نفس کشی لازم پکڑے اور حظوظ نفسانیہ سے
 بالکل اجتناب کرے اور بجز ضروری حقوق کے بالکل الگ رہے اور متوسط کا مقام یہ
 ہے کہ طلب مقصود میں ہولناک امور کو اختیار کرے اور ہر حال میں سچی طلب کا لحاظ رکھے۔
 اور ہر مقام کا ادب بجالائے۔ اور منتہی کا مقام یہ ہے کہ ہوش اور استقامت میں رہ کر
 تعمیل حق کا حق ادا کرے اور سختی و وسعت و تنگ دستی و فراغ اور وفاد و جفاہر صوت
 میں یکساں حالت میں رہے کہ اس کا کھانا اور بھوکا رہنا برابر ہو اور بیداری و خواب
 یکساں اور حظوظ نفسانی مٹ مٹا کر فقط حقوق ربانی رہ جاوے۔ بظاہر خلق کے ساتھ ہو
 اور بہ باطن خالق کے ساتھ اور یہ ساری حالتیں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول ہیں

کہ آنجناب والائے اول غارِ حراء میں خلوت فرمائی اور انجام کار مخلوق کے داعی بنے اور
گو خلق کے ساتھ مشغول نظر آتے تھے مگر ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالیٰ سے جدا نہ تھے
آپ کی جلوت و خلوت برابر تھی اور اہل صفہ بھی حالتِ تمکین میں امراء و وزراء بنے کہ مخلوق سے
میل جول ان کے اندر بھی کوئی اثر یا ضرر پیدا نہیں کر سکا۔

ادب تصوف کا رکن اعظم ہے اور ادب تصوف کا رکن اعظم ہے۔ ابو عبد اللہ بن
نخیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے

اویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصیحت کی کہ صاحبزادہ اپنے عمل کو نمک کی مثل بناؤ اور
ادب کو مثل آٹے کے (کہ آٹا اصل غذا ہے مگر نمک کے بغیر کھانا مشکل ہے) اسی طرح
ادب سلوک کی اصل ہے مگر عمل اس کے لئے لازم، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سارا تصوف
بس ادب ہے اور ہر وقت اور ہر مرتبہ کا ایک ادب جدا ہے۔ پس جس نے ادب
کو لازم پکڑا وہ مردانِ خدا کے مرتبہ پر پہنچ گیا۔ اور جو ادب سے محروم رہا وہ جہاں
قرب یقینی ہو وہاں سے بھی دور جا پڑے گا اور جہاں قبولیت کی توقع ہو وہ وہاں بھی
مردود بن جائے گا۔ اور یہی مطلب ہے اس قول کا کہ جو شخص ادب سے محروم رہا
وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم رہا اور اہل تصوف کا راستہ بڑا خطرناک ہے۔ اگر ادب
ذرا بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا خسران میں آجائے گا۔ اسی لئے صوفیہ کرام دنیا اور
مخلوق بلکہ نفس اور اپنے بی بی بچوں کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر ان کا
خیال کریں گے تو رغبت پیدا ہوگی اور جب ماسوائے اللہ کی رغبت ہوئی تو بھلائیوں
سے محروم رہ جائیں گے۔

تصوف کیا ہے؟ اور صوفیہ کون ہیں؟ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے
پوچھا گیا کہ صوفیہ کون ہیں؟ آپ نے

فرمایا کہ ایک گروہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ساری مخلوق پر برگزیدہ بنایا ہے کہ محنتی
رکھتا ہے تب بھی ان کو دوست رکھتا ہے اور ظاہر فرماتا ہے تب بھی دوست رکھتا
ہے باور ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ تصوف کس چیز کا نام ہے؟

تو آپ نے فرمایا ہے کہ طبیعت کی پاکیزگی ہے کہ انسان میں چھپی رہتی ہے اور خوش اخلاقی ہے کہ ظاہر انسان کو گھیرے ہوئے ہے اور اویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ صوفی کی صفت ذاتی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پچو پچو اے ابا محمد ظاہر کو لو اور صفت ذاتی مت پوچھو۔ مگر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ وہ ایسا گروہ ہے جس کو حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ اور ان کی معیت کی حقیقت کو بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور سہیل تستریؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا۔ مگر اس طرح کہ اس معیت کو بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا۔

صوفیاء کے اخلاق | صوفیاء کے اخلاق یہ ہیں: بردباری، تواضع، خیر خواہی و شفقت ایذا کا برداشت کرنا اور نرمی احسان اور

دوسروں کے نفع کو اپنے نفس کے نفع پر ترجیح دینا، خدمت و اُلفت اور بشارت و کرم اور جاہ و مال کو خیر باد کہہ دینا اور مروت و مروانگی، محبت و سخاوت، عفو و صلح اور سخا و وفا، حیا و تملط، ہنس مکھ ہونا اور سکینہ و وقار و دعا و ثنا، اور خوش خلقی اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا اور اپنے بھائیوں کی توقیر کرنا، مشائخ کی عظمت دکھنا، چھوٹوں پر مہربانی کرنا، دوسروں کے احسان کو بڑا اور اپنے احسان کو کم سمجھنا۔

سہیل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ خوش خلقی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ خوش خلقی کا یہ ہے کہ ایذا برداشت کرے اور انتقام کا ارادہ نہ کرے اور ظالم پر ترس کھائے اور اس کے لئے دعا کرے (کہ اس کو ظلم سے باز آنے کی توفیق نصیب ہو)۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسن خلق کشادہ رو اور ہنس مکھ رہنا ہے اور کسی کو ایذا نہ پہنچانا اور کمال درجہ بخشش کرنا ہے۔

معرفت کا بیان | معرفت ہدایت ہے حق تعالیٰ کی طرف سے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک استدلالی دوم شہودی۔ استدلالی تو یہ ہے کہ دنیا

کی چیزوں کو دیکھ کر واجب الوجود تک رسائی ہو۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

سَتَرِيهِمْ اَيْتَانَا فِي الْاَفَاقِ وَ
فِي الْاَنْفُسِهِمْ -
”عنقریب میں اُن کو دکھاؤں گا اپنی قدرت کی نشانیوں
اطراف زمین و آسمان میں اور خود ان کے نفسوں میں۔“

اور یہ درجہ علماء و راہنما کا ہے کہ نشانیوں سے اُن کے خالق کی طرف راستہ پاتے ہیں اور درحقیقت یہ معرفت بھی اس کو حاصل ہوتی ہے جس پر کچھ غیبی امور کا کشف ہو چکا ہوتا کہ اشیاء ظاہری و باطنی دونوں سے وجود پاک پر استدلال قائم کر سکے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے جس طرح عالم ظاہر کو معرفت کی دلیل بنایا ہے عالم باطن کو بھی اسی (دلیل) معرفت بننے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ پس جو شخص فقط عالم ظاہر سے استدلال کر سکتا ہے اور عالم باطن سے نہیں کر سکتا ہے اس کا استدلال ناقص ہے۔ مثلاً نفس کہ اس کی ایک طرف ظاہر ہے اور دوسری باطن۔ پس جو شخص ظاہر نفس سے استدلال کرے اور باطن نفس سے نہ لاسکے اس کی دلیل دونوں مثنوی میں ناتمام رہی بلکہ باطن نفس میں بے کار و معطل رہی اور وہ دلیل جس میں تعطل ہو واقع میں دلیل ہی نہیں۔ اگرچہ ظاہر نفس سے ہر ایک استدلال ہو سکتا ہو۔ پس چاہیے کہ ظاہر سے تو دلیل لاوے اور اخلاق کے مہذب بنانے میں کوشش کرے تاکہ عالم ملکوت اس پر کھل جاوے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر بنی آدم کے قلب کے گرد شیطان نہ گھومتے تو بنی آدم ملکوت سموات میں نظر کرتے۔“

پس خوب سمجھ لو کہ جس کا باطن نور معرفت اور مشاہدہ سے مفتوح و منور نہیں ہوا وہ اندھا ہے۔ اگرچہ اس کی ظاہری دونوں آنکھیں کھلی ہوں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِي
الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَصْحٰبُ سِیْدَا
”جو دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا
ہے بلکہ زیادہ گمراہ۔“

پس جو شخص غیر مفید کاموں میں مشغول ہوا تو فقیح الہی اس کی توفیق نہیں دہی اور معرفت الہی اس کے نصیب میں نہیں۔ چونکہ وہ مخلوقِ نفس میں کمر بستہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کو دور ڈال دیا اور اپنے اوصافِ قدیمہ کے مشاہدہ سے محروم بنا دیا۔ دوسری قسم معرفت شہودی بدہمی ہے کہ فکر کے بغیر پہلی ہی نظر میں حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

أَدَلَّمْ يَكُنْ بِرَبِّكَ أَفَّا عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا۔ ”کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے“

اور یہ درجہ اہل مشاہدہ صدیقین کی معرفت کا ہے اور اس میں آثارِ قدرت کے باطن سے اشیاء پر استدلال ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز سے پہلے میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا اور اس معرفت کا نام یقین اور احسان ہے کہ اشیاء کا علم خالق سے حاصل کرتے ہیں نہ کہ خالق کا علم اشیاء مخلوقہ سے۔

مردی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے داؤد جانتے بھی ہو میری معرفت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے رب نہیں جانتا۔ حکم ہوا کہ وہ قلب کی حیات ہے ہمارے مشاہدہ میں۔ احمد بن عاصم انطاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مجھے کسی پر رشک نہیں آتا بجز اس کے جس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی اور میری کمال درجہ خواہش ہے کہ جب تک عارفین و مجتہدین کی معرفت مجھ کو حاصل نہ ہو جائے موت نہ آئے اور میں معرفت تصدیق کی تمنا میں رہتا ہوں۔

معرفت باری تعالیٰ کے بارے میں صوفیاء کے اقوال | واسطی نے فرمایا ہے کہ معرفت

اس کا نام ہے کہ اپنے حس سے مشاہدہ ہو جائے اور علم اس کا نام ہے کہ خبر سے حاصل ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ معرفت اس علم کا نام ہے جو غفلت کے بعد حاصل ہو اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ پر معرفت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو عارف کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ ازل و ابد میں علمِ قدیم سے عالم ہے (غفلت کا وہاں وجود ہی نہیں)۔ تسری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عارف کا راستہ یہی ہے کہ اپنے نفس کو گندگیوں سے پاک کر کے اوامر و

نواہی کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لے اور سنت کی پوری اقتداء اور آداب کی پوری رعایت رکھ کر قعد کرے اور صاف ستھرے نفس کو بارگاہِ الہی کا مقرب بنائے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے ایسا معاملہ رکھے کہ جو کچھ انعام و عنایتیں اس کی پہلے ہو چکی ہیں ان میں غور کرنے سے پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا بھی عجیب بات نہ معلوم ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ہر کام اتنا عجیب ہے کہ کوئی چیز بھی اس سے زیادہ عجیب نہیں۔

شہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ معرفت کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب تو حق تعالیٰ سے ایسا معاملہ رکھے گا کہ نہ اپنے اعمال پر نظر کرے گا اور نہ ماسوئی اللہ پر نگاہ ڈالے گا تو اس وقت کامل المعرفت بن جائے گا۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کا دیدار ایسا ہی ہو گا جیسا کہ دنیا میں معرفت ہے کہ یہاں دنیا میں ذات پاک اور وجود حق کی کنہ کا احاطہ حاصل نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ اطراف و جوانب اور حدود و تناسل سے منزہ ہے۔ اسی طرح آخرت میں (رویت بلا احاطہ ذات) حاصل ہوگی۔ اور ادراک کنہ کے معلوم کرنے کا نام ہے اور اسی کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

لَا تَدْرِي كُهُ اِلَّا بِنَاصِئِ - ”میری ذات پاک کو آنکھیں کسی کی بھی ادراک نہیں کر سکتیں“

اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس کو معرفتِ الہی حاصل نہیں ہوئی اس کو واجب ہے کہ چپ رہے (مبادا کہ خلاف ادب کلمہ ناواقفیت کے سبب زبان سے نہ نکل جائے) اور جس کو معرفت حاصل ہوگئی اس پر خود بخود سکوت لازم آجاتا ہے (کہ بے کیف ذات کا کچھ حال ہی بیان نہیں کر سکتا) اور اسی سے مشائخ کا قول ہے کہ جس نے اپنے لب کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ بعض مشائخ سے کسی نے پوچھا کہ معرفت کا مقصود کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہونا۔

حضرت صدیقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سن لو جس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا اس کو فاقہ اور وحشت ہرگز نہ پہنچے گی۔ اس لئے کہ وہ ہر دم خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

اور اسی میں محو ہے۔ اور بعض موفیاء نے فرمایا ہے کہ عارف اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل پر معلوم حقیقی جمل شانہ کے علوم پئے درپئے وارد ہوں اور اس کی غفلتیں بالکل زائل ہو جائیں اور ان علوم کے آثار و علامات اس پر ظاہر ہونے لگیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کی معدن ہوتی ہے اور تقویٰ کی معدن صاحب معرفت کا دل ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کا نام عارف رکھا ہے کہ معدن کی طرح ان کی معرفتیں غیر محدود ہیں۔

فصل بیسوا

اصول دین کا بیان | جان لے کہ سالک پر واجب ہے کہ دین کے اصول سے بخوبی واقف ہو تاکہ اس کی معرفت اور عبودیت و عبادت درست ہو جائے۔

چنانچہ حدیث قدسی ہے :

”اے میرے بندہ پرہیزگار بن تاکہ مجھ کو پہچانے اور مجھ کو کارہ تاکہ مجھ کو دیکھے اور آزاد ہو تاکہ معرفت و عبودیت اور میری عبادت تک پہنچ جائے“ اور دین کے اصول اسلام اور اعتقادِ حق اور ایمان اور ابقان اور معرفت اور توحید ہیں۔

ظاہر اسلام | پس ظاہر اسلام پانچ چیزیں ہیں۔ چنانچہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قائم رکھنا نماز کا اور زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا اور بشرطِ قدرت حج کرنا ہے۔

حقیقت اسلام | اور حقیقت اسلام ایک نور ہے جو مومنین کے سینہ میں طاق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

آقَمَنَّا شَرَاخَ اللّٰہِ صَدْرًا یُؤَدِّیْ سَلَامًا ۝ نُوۡحٰی عَلٰی نُوۡبِیۡۡتِیۡنِ تَرٰۤیۡہُمۡ

”جس کا سینہ حق تعالیٰ نے کھول دیا اسلام کے لئے وہ اللہ کے نور پر قائم ہے۔“

اور جب اسلام کی حقیقت ظاہر ہو انور ہوا اور ظاہر اسلام بین ارکان مذکورہ تو اس حدیث کا مطلب کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے ثمر سے مسلمان بھی محفوظ رہیں۔ یہ ہوا کہ اسلام کا کمال اور ثمرہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ثمر سے ان میں رکھے۔

اعتقاد | منیبات رجب و دوزخ وغیرہ کے موجود ہونے کے علم کا نام ہے جو قلب میں راسخ ہو جاتا ہے۔

حقیقت اعتقاد | قلب میں ایک نور ہے جو شک اور شبہ کو مٹاتا رہتا ہے۔ اور

اعتقاد صحیح | وہ ہے جو بیابانہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقائد کے مطابق ہو اور حق تعالیٰ کے نورا با اللہ معطل

ہونے اور الہام اور تشبہ اور جسمیت و حلول اور اتحاد و انبیت وغیرہ ان خرافات سے خالی ہو جو بدعتیوں اور اہل ہوسنی کی من گھڑت ہیں جو عتیہ کتاب و سنت اور تینوں قروں کی اجماع کے موافق ہو گا وہ صحیح ہے ورنہ ذاسد۔ چنانچہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ہی کی مدح فرمائی ہے نہ سب سے بہتر قرن (زمانہ) میرا قرن ہے۔ اس کے بعد وہ جو اس کے متصل ہے اور اس کے بعد وہ زمانہ ہے جو ان سے متصل ہے۔

علم راجح | اس اعتقاد کا نام ہے جو واقع کے مطابق ہو اور زوال قبول نہ کرے اور حقیقت اس علم کی وہی نور ہے جو قلب میں تازہ ہوتا ہے اور اس نور کی شعاعیں معلوم کے ساتھ اس طرح متعلق ہوتی ہیں جیسے آنکھ کی شعاعیں اس چیز کے ساتھ جس کو دیکھتا ہے متعلق رہتی ہیں اور یہ علم بواسطہ مشکوٰۃ نبوت حق تعالیٰ سے بندوں کے قلوب پر وارد ہوتا ہے اور یہ نور اپنی قوت اور مرتبہ کے موافق بندہ کو حق تعالیٰ کی طرف کہ معرفت ذاتی ہے یا حق تعالیٰ کے امر کی طرف کہ معرفت مضافی ہے یا حکم الہی یعنی شریعت کی طرف کہینچتا ہے۔ پس اس علم کے بھی مراتب ہیں :-

علم الیقین: جو دلیل سے حاصل ہو ذہن الیقین جو معاشرہ اور مشاہدہ سے میسر ہو۔
 حق الیقین: کہ دیکھ بھال کے علاوہ مباشرتہ بھی حاصل ہو جاوے۔ چنانچہ مثلاً اور ایمان
 پانی ہونے کا علم (جو علم الیقین کہلاتا ہے) عادتہ بہر شخص کو حاصل ہے۔ مگر دریا کے کنارہ
 پر گزرنے اور پانی کے دیکھنے کا اتفاق (جس کا نام عین الیقین ہے) کم لوگوں کو حاصل
 ہے اور وہ لوگ تو بہت ہی کم ہیں جن کو دریا میں غوطہ مارنے اور نہانے کا اتفاق
 ہوا ہو (اور ایسے شخص کو پانی کا جو علم ہوا وہ حق الیقین کہلاتا ہے) اور علم لدنی جس
 کے متعلق حق تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو اپنے
 پاس سے علم عطا فرمایا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت علم یقینی کے
 درجہ میں ایسی حاصل ہو جائے کہ قلب کے مشاہدہ کا مذاق پائے اور علم صحیح یقینی ایمان
 صحیح کا ثمرہ ہوتا ہے اور ایمان کی صحت اور درستی کے بغیر اس علم کے درجہ تک ہرگز
 نہیں پہنچ سکتا اور جب تک ثمرہ ایمان قلب کی منزل میں نزول نہیں فرماتا اس وقت تک
 علم یقین سینہ کے میدان میں جلوہ افروز ہرگز نہیں ہوتا۔
 اور ایمان اس کا نام ہے کہ رسول کو ان تمام باتوں میں جو حق تعالیٰ کی طرف
 ایمان سے وہ لائے ہیں سچا سمجھے اور حق تعالیٰ کی وحدانیت کا پوری طرح
 سے یقین رکھے۔

اور حقیقت ایمان وہ نور ہے جو صاحب ایمان کے قلب میں ہوتا
حقیقت ایمان ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ - ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا۔

اور یہ جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنی ایذاؤں سے
 اپنے ہمسایہ کو امن میں رکھے۔ اور مثل اس کے دوسری احادیث میں اس سے مراد ثمرہ ایمان و
 کمال ایمان ہے۔ اور ایمان ایک تو عطا و خداوندی ہے۔ چنانچہ دل میں ایمان کے لکھ
 دینے سے حق تعالیٰ نے اس کی جانب اشارہ فرمادیا اور دوسرے کسبی سے جو بندہ کے
 اکتساب سے حاصل ہوتا ہے اور ایمان عطا کی اس کی وجہ سے قوت پکڑتا ہے یعنی

توحید و رسالت کی گواہی دینا (جو فعل ہے بندہ کا) اور ایمان کامل وہی ہے جو جامع ہو توحید اور تعظیم کا۔ چنانچہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کہ حق تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں؛ اشارہ ہے توحید کی طرف اور هُوَ الشَّيْخُ الْمُبِينُ (کہ وہی سننے دیکھنے والا ہے) اشارہ ہے تعظیم کی طرف کہ جب بندہ جانے گا کہ حق تعالیٰ یگانہ ہے اور ذات و صفات میں یکتا ہے اور بندے ہر وقت اس کے حضور حاضر ہیں اور کوئی ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں تو تعظیم پیدا ہوگی اور اس کی رمضاء کے خلاف کا شائبہ بھی صادر نہ ہو اور یہی ایمان کا کمال ہے۔

کفر اور گنہگار نام ہے رسول و رسالت اور مرسل کے جھٹلانے کا۔ اگر رسول کی لائن ہوتی ایک چیز کا بھی منکر ہوگا تو کافر بن جائے گا۔ اگر یہ انکار کھلم کھلا ہوگا تو کفر کہلائے گا اور اگر باطن میں ہوگا تو نفاق کہلائے گا اور کفر و نفاق سے بجات اس وقت ملے گی جب کہ دل سے بھی اس کا معتقد ہو کہ حق تعالیٰ یکتا ہے اور فرشتے اور انبیاء اور آسمانی کتابیں اور روز آخرت اور مرنے کے بعد زندہ ہونا اور محشر میں حساب کتاب کے لئے جمع ہونا اور جنت و دوزخ وغیرہ سب حق ہیں اور نیکی و بدی اور فراخی و تنگی سب کا اندازہ (جس کو تقدیر کہتے ہیں) خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور زبان سے بھی اس عقیدہ کو ظاہر کرے اور اسلام کے ارکان کو سچا سمجھے اور عمل کرے اور قرآن پاک کی تمام آیتوں کو حق تعالیٰ کا کلام اور کعبہ کو قبلہ جانے اور کتاب و سنت و اجماع امت کے موافق جملہ امور میں راسخ عقیدہ رکھے اور شریعت نبویہ کو قیامت تک قائم رہنے والا سمجھے اور اگر مذاہب باطلہ میں کسی مذہب سے تائب ہوا ہو تو اس سے بیزاری کا اظہار بھی کرے اور اجماع کے خلاف کوئی عقیدہ نہ لکھا ہو تو اس سے صراحتہ بیزاری ظاہر کرے۔ مثلاً کوئی شخص یہودی ہو اور اسلام اختیار کرے تو اقرار توحید و رسالت محمدیہ کے بعد یہ بھی کہے کہ میں یہودیت سے بیزار ہوں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ - جو شخص شیطان (و مذہب باطل) کا منکر ہو اور ایمان لایا اس نے مضبوط کرنا پکڑ لیا۔

معرفت کا بیان اور اس کی اقسام | اور معرفت حق تعالیٰ کی ہدایت ہے چنانچہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن مجید

میں مذکور ہے :-

لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنَا رَبَّنَا لَكُنَّا مِنَ الْخٰلِفِيْنَ
 اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ فرمائے گا تو البتہ میں
 گمراہوں کے گروہ میں ہو جاؤں گا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکان کا ستون بمنزلہ بنیاد کے ہے اور دین کا ستون حق تعالیٰ کی
 معرفت اور یقین ہے اور عقل وہی ہے جو قانع (یعنی روکنے والی ہون) عاقل نے عرض
 کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں عقل قانع سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا
 کہ معصیتوں سے روکنے والی اور اطاعت الہی پر آمجانے والی اور معرفت الہی
 دین کی جڑ ہے اور استغفار و عبادت اس کی شاخیں ہیں اور ظاہر ہے کہ جڑ شاخوں سے
 مقدم ہوتی ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ
 ”جان لو کہ اے حبیب! بجز حق تعالیٰ کے کوئی معبود

لَذُنُوبِكَ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِيذْكُرَكَ
 نہیں اور استغفار کر و اپنے گناہوں کا“

نیز فرمایا ہے :-

أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَأَقِمِ
 ”واقع میں ہی معبود ہوں بجز میرے کوئی بھی عبادت

الصَّلٰوةَ لِيذْكُرَكَ
 کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کرو“

ان دونوں آیتوں میں معرفت و توحید کو استغفار و عبادت پر مقدم فرمایا اور معرفت
 لغت میں تو مطلق علم کا نام ہے اور عرف میں اس علم کا جو غفلت کے بعد حاصل ہوا اور
 صوفیہ کے نزدیک معرفت خاص اس علم کا نام ہے جس کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات
 کے ساتھ تعلق ہو اور شک و شبہ میں اس میں مطلق گنجائش نہ ہو اور معرفت ذاتی
 اس کا نام ہے کہ حق تعالیٰ کو موجود یکتا یگانہ و بے نیاز قائم بذاتہ جاننے نہ کسی کو اس
 کے مثل سمجھے اور نہ اس کو کسی کے مشابہ اور معرفت صفاتی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو

زندہ صاحب علم، سننے والا، دیکھنے والا، صاحب قدرت، مشیت والا، جملہ صفات کمال سے متصف اور زوال و عیوب سے مبرا سمجھے اور توحید معرفت کی رُوح ہے کہ جب تک موقد نہ ہوگا اس کی معرفت جہل سے بھی بدتر ہے اور معرفت کی علامت یہ ہے کہ مشاہدہ حق تعالیٰ اس کے قلب کی حیات بن جائے جیسا کہ قصہ داؤدی میں بیان ہو چکا۔ اور معرفت شہودی تصدیق سے بہت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن عاصم انطاکی کا قول گزر چکا اور معرفت شہودی اس وقت صحیح ہوتی ہے جب کہ سر قلب سے ذویت و مشاہدہ کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ کیونکہ معرفت حقیقی رویت کے درمیان ہی ہوا کرتی ہے کہ حق تعالیٰ بعض پردے اٹھا کر اپنی صفات و ذات کی روشنی حجاب سے ورے دکھاتا ہے تاکہ معرفت حاصل ہو جائے۔ یہ نہیں کہ سارے پردے اٹھ جائیں۔ کیونکہ اگر سارے پردے اٹھ جائیں تو حق تعالیٰ کے سوا سب کچھ جل جائے۔ کیا خوب کہا ہے۔

بے پردہ اگر ظہور فرمائے بے شبہ تمام خلق جل جائے

یہ پردہ مگر لطیف شے ہے ہوتے ہیں قلوب زندہ جس سے

توحید | توحید لغت میں کسی چیز کو ایک جاننے کا نام ہے اور علماء کے نزدیک حق تعالیٰ کی وحدانیت ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور صوفیاء کے نزدیک وحدانیت حق کو مشاہدہ کرنے کا نام توحید ہے۔

اصل توحید | یہ ہے کہ معدوم و فانی ساقط کر دے اور باقی و لایزال کا اثبات کرے۔ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے کہا کہ حق تعالیٰ

کی صفت بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ ہو بلا ہو لا ہو لا ہو (یعنی وہ ہے بغیر اس کے کہ اشارہ کو بھی دخل نہیں) اور نہیں ہے وہ مگر وہی۔ یہ سن کر سائل نے چیخ ماری اور مر گیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اپنی طرف سے بہت کوشش کرتا ہوں کہ کلام توحید زبان تجرید سے نہ نکالوں۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ توحید نام ہے قدیم اور حادث میں تمیز کرنے اور حادث سے منہ پھیرنے اور قدیم کی طرف ہمہ تن اتنا توجہ ہو جانے کا کہ اپنی توجہ میں اپنے آپ کو بھی موجود نہ پائے اور اگر حالت توحید

میں اپنے نفس کو بھی سمجھا تو وہ صاحبِ توحید کہاں رہا صاحبِ تشبیہ ہوا۔

جان لے کہ حق تعالیٰ ازل ہی میں یکتا و یگانہ تھا اور بحر اس کے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ
 عمران ابن حصین کی حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی نہ تھی
 اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے بعد اس نے تمام چیزوں کو پیدا فرمایا۔ پس جب تم
 کو معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ راجعاً سے پہلے اور خلق کے بعد واحد ہے تو اس کو ہرگز حاجت
 نہیں کہ کوئی اس کو واحد بنا لے اور اس کی توحید جملہ توحید کے درار ہے کہ قائم بذات
 اور اپنے ماسوی سے بے نیاز و پس بندہ کے اس کو واحد کہنے کے یہ معنی ہیں کہ اس
 وحدانیت کو جو ازل سے اس کے لئے ثابت ہے اس طرح مشاہدہ کرے کہ مشاہدہ
 کے وقت اس کی ذات پاک کے علاوہ کسی چیز کا فہم بھی نہ رہے اور اس کی تشریح و
 تعظیم کو کتاب و سنت کے موافق بجالائے کہ حق تعالیٰ فی ذاتہ واحد ہے اور کسی کے
 ساتھ بھی ذات اور صفات میں مشابہت یا مشارکت نہیں رکھتا، مکان اور زمان سے
 بری ہے اور زمانی و مکانی مماثلت سے عالی ہے اور ہر شخص کے علم و فہم کے احاطہ
 سے بلند تر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَمْ يَحِيطُوا بِهِ عِلْمًا - ”لوگ حق تعالیٰ کو علم سے احاطہ نہیں کر سکتے۔“

نیز فرمایا ہے :-

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ - ”اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔“

پس بندہ کی توحید نے نحوذباً اللہ حق تعالیٰ کو وحدانیت کی صفت نہیں دی بلکہ
 موحدیت کی صفت دی ہے کہ خدا کو ایک کہہ کر خود موحد بن گیا اور حق تعالیٰ جیسا ازل
 سے واحد تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور ابد تک رہے گا۔ اور

وہ نور ہے جس کی وجہ سے خالق کے وجود اور مخلوق کے عدم
حقیقتِ توحید کا مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ توحید توحید علمی و بیانی سے بہت

دور ہے اس لئے کہ علم سے شک اور غیر کا وجود محسوس نہیں ہوتا پس توحید علمی میں شک کا
 شبہ قائم رہا اور ظاہر ہے کہ خبر مثل معانینہ کے نہیں پس توحید بیانی کو توحید مشاہدہ

سے کیا مناسبت؟) اور جو شخص توحید کے ساتھ اپنے رب کی لقاء سے مشرف ہو گیا اس کی خطائیں بھی نیکیاں بن گئیں اور جس شخص کو توحید سچے دل سے نصیب ہو گئی حق تعالیٰ نے اُس پر اگل کو حرام فرما دیا۔ چنانچہ متواتر حدیثیں گواہ ہیں اور توحید کے عقلی و نقلی دلائل بے شمار ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

”اللہ گواہ ہے کہ بجز اسکے کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں“
شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ -

نیز فرماتا ہے :-

”تمہارا معبود ایک ہے کہ بجز اسکے کوئی معبود نہیں“
وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ -

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

”دیشک میں ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں“
إِنِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا -

نیز ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

”دو معبود مت قرار دو کہ بے شک معبود وہ ایک ہی ہے“
لَا تَتَّخِذُوا آلَ إِمِينٍ إِثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ -

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

”دو کیا کوئی دوسرا معبود بجز معبود حقیقی کے بھی ہے؟“
إِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ -

یعنی کوئی نہیں۔ و نیز فرمایا ہے :-

”حق تعالیٰ کے سوا کیا کوئی بھی خالق ہے؟“
هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ -

یعنی نہیں ہے۔ نیز ارشاد فرمایا ہے :-

”اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا“
اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ -

اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبادت کے لئے توحید کافی ہے اور ثواب کے لئے جنت کافی ہے۔

الغرض توحید کی عقلی و نقلی دلیلیں تو بیش از بیش ہیں مگر ان میں چار یعنی پیدا کرنا، پرورش کرنا، مارنا اور جلانا سب میں زیادہ ظاہر ہیں کہ اس کے سوا کسی میں بھی ان امور کی لیاقت نہیں ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَمَاكُمْ ثُمَّ يَأْتِيكُمُ
 يَوْمَ يَمُوتُ دِيكُمُ وَيَكُونُ لَكُمْ عَذَابًا
 حَقًّا تَعَالَىٰ كِي ذَاتِ وَهَبٍ حِينَ نَمُو كُو پید اکیا پھر تمکو رزق
 دیا پھر تمکو موت دیا اور پھر اے بعد تم کو زندہ کرے گا۔

پس یکتائی حق تعالیٰ کی صفتوں میں خاص الخاص صفت ہے اور اسی وجہ سے تمام
 علماء اور صوفیاء اور جملہ مذاہب کے ائمہ اس پر متفق و یک زبان ہیں اور اپنے عقیدہ
 صحیحہ میں توحید کے متعلق کسی کی مشابہت یا موطل ہونے کا شائبہ بھی جائز نہیں سمجھتے اور
 واقع میں توحید وہی ہے کہ جناب پاک عز اسمہ کو ایسا یگانہ جانے کہ توحید کی حالت میں
 غیر کو حتیٰ کہ اپنے نفس کے علم کو بھی موجود نہ پائے۔

اور صوفیہ کے نزدیک توحید وہ ہے کہ توحید کی حالت میں توحید کو بھی ترک کرے
 کیونکہ غیر کی طرف توجہ حتیٰ کہ توحید کی طرف بھی (جو ذات حق تعالیٰ کی غیر ہے) تشبیہ
 میں داخل ہے۔ واللہ اعلم۔

یقین اور یقین اس کا نام ہے کہ مومن کے قلب میں حقیقت کا نور ایسی حالت میں
 ظاہر ہو جائے کہ بشریت کے پردے اٹھ جائیں اور وجد و ذوق پیدا ہو
 جائے نہ یہ کہ صرف عقل و ذہن کی دلالت سے یقین حاصل ہو۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 نے فرمایا ہے کہ اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرے مشاہدہ اور وضاحت میں کوئی
 نہ یادتی نہ ہوگی (کیونکہ اب بھی بدرجہ کمال بے نہایت وضوح حاصل ہے) اور ایمان
 کے نور اور یقین کے نور میں یہ فرق ہے کہ ایمان کا نور تو پس پردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ
 حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَوْمَ مَنُونٍ بِالْغَيْبِ - "غیب پر ایمان لاتے ہیں"

اور یقین اس نور کا نام ہے جو پردہ کھلنے کے بعد مومن کے قلب پر جلوہ افروز
 ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں تو دونوں نور ایک ہی ہیں جیسے صبح صادق کہ رات کے
 اجزاء کی کچھ سیاہی مٹا کر آفتاب کے وجود کی دلیل بن جاتا ہے اور ایمان کی ایسی ہی
 مثال ہے کہ آفتاب کا یقین ہو گیا حالانکہ ابھی آفتاب پردہ میں ہے اور جب
 آفتاب نکل آیا اور اس کا جسم ظاہری آنکھوں سے دیکھنے لگا تو یہ مثال یقین کے نور

کی بن گئی۔ پس ایمان یقین کی جڑ ہے اور علم یقین و عین یقین و حق یقین اس کی شاخیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایمان بالکل یقین ہی ہے اور علم یقین کتاب اللہ کے معانی کا ادراک ہے جو حق تعالیٰ کے سمجھانے اور پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ فَهَمَّتْنَا هَا سَلْبِمَنْ (پس ہم نے سمجھا دیا سلیمان کو وہ مقدم) پس یہ علم جو حق تعالیٰ کے سمجھانے سے حاصل ہوا علم یقین کہلاتا ہے۔ اور یہ بھی رحمت ہے کہ بلا کسب و بلا قصد بندہ کو بلفظ الہی حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَ اٰتَيْنَاكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا۔ ”خضر علیہ السلام کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی۔“

یعنی نور اور بعیرت عطا فرمائی اور وہ علم خضریٰ مروت اور مخلوق پر شفقت کا علم تھا کہ ممتاجوں کی کشتی کا توڑ دینا (کہ ظالم بادشاہ اس کو عیب دار پا کر غصب نہ کرے) اور نابالغ بچہ کا مار ڈالنا (کہ ایمان دار والدین کو کافر بنا کر گمراہ نہ کرے) اور دیوار کا درست کر دینا (کہ نیکو کار بندہ کے یتیم بچوں کا خزانہ جو اس کے نیچے مدفون تھا ان کے بلوغ تک محفوظ رہے) اس کے آثار تھے۔

الغرض جس کو صحیح علم حاصل ہوا اس کا عقیدہ راست اور ایمان صحیح ہو گیا۔ پس معرفت اور توحید بھی راست آگئی اور جس کے لئے دنیا میں توحید راست آگئی آخرت میں اس کو دیدار حق نصیب ہوا۔ اور یقین جبل اور شک کے مرض سے دل کا تندرست ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ دل کی تندرستی بدن کی تندرستی سے برتر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایمان اور یقین کے درمیان فرق ایسا ہے جیسے اندھا اور سوانکھا کہ اندھے کو آفتاب کے نکلنے کا علم مشاہدہ سے نہیں ہوتا بلکہ خبروں کے تواتر سے ہوتا ہے اور سوانکھا مشاہدہ اور آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور اسی کا نام یقین ہے جو مشاہدہ سے سوانکھے کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ ایک زمیندار کے کھیت میں شب کے وقت کسی شخص کی بکریاں گھس آئیں اور نقصان کر گئیں اس نے داؤد علیہ السلام کی عدالت میں کہ بادشاہ بھی تھے اور پیغمبر بھی استنادہ دائر کیا۔ انہوں نے اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دیا کہ اسکی بکریاں تان میں زمیندار کو دلا دی جائیں سلیمان نے جبکی عمر اسوقت تیرہ سال تھی فرمایا کہ کھیت بکریوں والے کے حوالہ کیا جائے اور جب تک کھیت اپنی پہلی حالت میں درست نہ ہو جائے اس وقت تک بکریوں سے زمیندار نفع اٹھاتا رہے اس کے بعد کھیت کھیت دانے کا اور بکریاں بکریوں والے کی۔ ۱۶۹

عبادت کے تین درجے | عبادت کے تین درجے ہیں۔ ایک ثواب حاصل کرنے اور عذاب سے ڈر کر اس سے بچنے کے لئے ہوتی ہے

اور یہ تو مشہور ہے۔ دوئم حق تعالیٰ کی غلامی کا شرف اور عبودیت کا خلعت حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے اور بعض صوفیہ نے اس کا نام عبودیت رکھا ہے۔ چنانچہ ایک کہنے والا کہتا ہے

”اے ہمارے بندہ“ کہہ کر بس پکار سب سے پیارا نام ہے میرا یہی

اور اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ناموں میں عبد اللہ کا نام بہت محبوب سمجھتے تھے۔ ستوئم وہ عبادت ہے جو حق تعالیٰ کی محض تعلیم و اجلال و ہیبت و حیاء و محبت کے سبب ہو اور یہی وجہ سبب میں بالا ہے اور اس کا نام بعض صوفیہ نے عبودت رکھا ہے۔ پس محل عبادت بدن ہے کہ اسی کے ساتھ حق تعالیٰ کے اوامر (نماز، روزہ وغیرہ) قائم ہیں اور محل عبودیت روح ہے۔ کیونکہ عبودیت نام ہے حق تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونے کا (اور رضا کو تعلق روح سے ہے) اور عبودیت جو ان دونوں سے اشرف ہے اس کا محل ستر ہے اور یہ عبادت عالی اور اصل عبادت ہے اور عبودیت فرع ہے اور فرع بغیر اصل کے ممکن نہیں اور عبادت و عبودیت دونوں مجاہدہ و ریاضت ہیں۔ جن میں بندہ کے کسب کو دخل ہے اور عبودیت رہنمائی و محض عطاء حق سے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيِّدٌ مِّنْهُ

”میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں قریب ہے

کہ وہ مجھ کو ہدایت فرمائے“

(یعنی درجہ عبودیت نصیب فرمائے) اور محققین نے بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اجلال و حیاء و محبت ہی کے لئے عبادت فرماتے تھے اور اسی کی طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں اشارہ ہے کہ ”ابوبکر تم پر نماز اور روزہ کی کثرت کے سبب فضیلت نہیں رکھتا بلکہ وہ اس چیز کی وجہ سے سب میں افضل ہے جو اس کے قلب میں ہے (یعنی عبادت کی کیفیت خاصہ جو عبودت کہلاتی ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

خوف و ہیبت خداوندی کے سبب عبادت کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کی خاص ہیبت
 تھی کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس کی مخلوق اس سے ڈرتی ہے۔ چنانچہ وارد ہے کہ
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حیا و غلبت النبی سے عبادت کرتے تھے اور اسی لئے حیا کی خصلت سے بدرجہ کمال نوازے
 گئے تھے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیا میں حیا نہ کروں اس شخص سے
 جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق تعالیٰ
 کی محبت و تعظیم سے عبادت کرتے تھے۔ چنانچہ انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی :-
 وَيُطْعِمُونَ الطَّامِعَ بِحُبِّهِ
 رُكْحَانَا كَهَلَا تَتِيهِ خِدَا كِي مَحَبَّتِ سِي سِي كِي اُو

تیمم اور قیدی کو

بِسِي كِي نَا قِي تِي مَا دَا اِي سِي رَا ه

اسی طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال ہے کہ خاص کیفیتوں سے
 ان کی عبادت تھی اور اسی کے آثار ان سے ظاہر ہوتے تھے پس جس کو عبودت کا
 مرتبہ حاصل ہو گیا وہ رویت کے مقام پر پہنچ گیا کہ گویا معبود کو دیکھ رہا ہے اور اب
 اس کے لئے حق تعالیٰ کے خلاف کرنا عذاب سے بھی زیادہ سخت بن جائے گا۔
 کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس نے مخالفت کی وہ ضرور محجوب ہو گیا اور اس کے نزدیک
 محجوبیت سے زیادہ کوئی سزا نہیں اس لئے مخالفت کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی۔

جان لے کہ حق نام ہے اس کا جو موجود ہو، ثابت ہو، دائم ہو،
 نافع ہو، ضرر پہنچا سکتا ہو، وسیع رحمت والا ہو۔ اور وہ حق تعالیٰ

”حق وہی ہے“

شانہ ہی ہے۔ پس حق کے لفظ کا استعمال حقیقاً تو حق تعالیٰ کے لئے ہے اور ماسوی کو
 حق مجازاً کہہ دیتے ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا وجود تو بالذات ہے اور دوسروں کا وجود
 اسی کے موجود کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ پس لفظ حق بھی اسی وجود کے لئے جو
 ثابت بالذات ہو خاص ہو گا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

”اور ہے کیا بعد حق کے بجز گمراہی کے؟“

وَمَا اَبْعَدُ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ

اور فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت ہی سچا ہے بسید کا قول

کہ وہ کہتا ہے "اد کل شیء ما خلا اللہ باطل" یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ اور جب غیر اللہ باطل ہے تو ضرور ہے کہ حق تعالیٰ حق ہو کیونکہ باطل کی ضد ہی کا نام حق ہے اور حق باطل کو محو کر دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :-
 بَلْ نَقْذِرُ الْبَاطِلَ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ
 فَإِذَا هُوَ نَسْفَعٌ
 لے جاتا ہے۔

اور حقیقت لغت میں درایت اور علم کو کہتے ہیں اور اہل معانی و حقیقت کیا ہے؟

اصول کی اصطلاح میں کسی لفظ کو اس کے موضوع لے میں استعمال کرنے کو کہتے ہیں اور مشائخ صوفیہ زحمہ اللہ کی اصطلاح میں حق تو ذات ہے اور حقیقت صفات اور اس سے مراد ذات و صفات حق تعالیٰ لیتے ہیں۔ چنانچہ مرید جب دنیا کو تھوڑ کر اور خواہشات نفسی کی حدود سے نکل کر عالم احسان میں پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ عالم حقیقت میں پہنچ گیا اور حقیقتوں کا عالم اور واصل بن گیا۔ اگرچہ وہ ابھی عالم صفات و اسما میں ہوتا ہے اور جب مرید اور ذات تک پہنچ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تک رسائی پا گیا اور حق اور حقیقت کو حق تعالیٰ کے غیر کی ذات یا صفات میں بہت ہی کم بطور مجاز کے استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصود کلی توحید ہے اور وہ دوسرے سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ "ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے" یہاں حقیقت کا استعمال غیر اللہ کے لئے ہوا مگر مجازاً، یعنی ہر ذات کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جو اسی ذات کے لئے خاص ہوتی ہے۔ پہلے بیان ہو چکا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ حق پر ایمان کی حالت میں۔ حضرت نے پوچھا کہ اسے حارثہ ہر چیز کی حقیقت ہوتی ہے۔ پس تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ضروری بات ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس کلام سے اس وصف خاص کا دریافت فرمانا تھا جو ایمان کے لئے لازم ہے اور جب حارثہ نے اس صفت خاصہ کو بیان کر دیا تو جواب ٹھیک ہو گیا اور حق یقین کا اطلاق حق تعالیٰ کے لئے کی

ذات پاک ہی پر ہوتا ہے اور غیر اللہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ صوفیاء کے نزدیک مشہور ہے کہ ہر شے خدا تعالیٰ کے سامنے ہے اور ہر چیز اسی کی طرف سے ہے اور ہر چیز اسی کی جانب جائے گی اور تمام چیزیں اسی کے لئے ہیں۔

فصل ۱۵

ایمان، عمل اور تقویٰ کی ضرورت | حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

وَتَعَادُوا عَلَيَّ الْيَوْمَ وَالْيَوْمَ آخِرَ يَوْمٍ - ایک دوسرے کی نیکی کاری و تقویٰ پر امانت کرو۔

نیز فرمایا ہے :-

وَاتُوا مَوَاطِنَ الْحَقِّ وَآتُوا أَصْوَابَ الصَّبْرِ - باہم حق اور صبر کی وصیت کرو۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا ہے :-

وَاتُوا أَصْوَابَ الْمَرْحَمَةِ - ایک دوسرے کو مہربانی و شفقت کی وصیت کرو۔

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین نام ہے نصیحت و خیر خواہی کا۔ پس اس بنا پر میں وصیت کرتا ہوں کہ صحیح علم اور نیک عمل کے بغیر قرب وصال الہی کی توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیے۔ ان دونوں کے بغیر مغزت و دصال کی توقع بے عقلی و حماقت ہے اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لینی چاہئیں۔ کیونکہ قرآن مجید عقائد اعمال احوال توحید اور معرفت وغیرہ جملہ امور میں راہبر اور پیشوا ہے اور اعمال کی درستی صحیح علم کے بغیر ممکن نہیں ہے اور حالات چونکہ اعمال ہی کے ثمرات ہیں اس لئے اعمال کی درستی کے بغیر حالات کا پایا جانا دشوار ہے اور حق تعالیٰ صحیح اور خالص عمل کو قبول فرماتا ہے اور صحیح عمل وہ ہے جو شریعت کے موافق ہو اور خالص وہ ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ نیز عمل بغیر تقویٰ کے ہرگز قبول نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ - "پس اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں ہی سے قبول فرماتا ہے۔"

اور تقویٰ کے بغیر کسی کی بھی بجات نہ ہوگی۔ مگر یہ کہ کسی پر خاص فضل ہی فرما دئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

دینے والے گمراہ کو خسران و ذلت حاصل ہوتی ہے۔

وصول کسے کہتے ہیں؟ وصول اس کا نام ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کے قلب پر اپنے نور سے نظر فرماوے۔ اور یہ نور جو بندہ پر

غلبہ پالیتا ہے۔ حق تعالیٰ سے جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نور بھی ایک صفت ہے، حق تعالیٰ کی صفوں میں سے اور بندہ اس کو نور الہی کی طاقت سے دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا بشر کی طاقت سے بالکل باہر ہے۔ پس وصال کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں کہ دنیا میں ستر اور قلب سے مشاہدہ ہو اور آخرت میں آنکھ سے اور یہ جو وصال کے معنی بعض نے سمجھ لئے کہ بندوں کی ذات حق تعالیٰ کی ذات سے متصل ہو جائے تو یہ زندقہ و الحاد ہے حق تعالیٰ اپنا ہاں رکھے۔ وہ اس اتصال سے بہت بالاتر ہے۔ اور جان لینا چاہیے کہ آخرت کی رویت بھی بلا کیفیت ہوگی جیسا کہ دنیا کی توحید و معرفت اور علم و ایمان بلا کیفیت ہے اور جب تک دنیا میں ایمان کتاب و سنت اور اجماع امت کے موافق صحیح نہ ہوگا۔ آخرت کی رویت ہرگز نصیب نہ ہوگی اور جو شخص دنیا میں ایمان کی درستی سے محروم رہا اس کا آخرت میں بھی بجز خسران کے کوئی حصہ نہیں۔

تقویٰ کی ضرورت اور اس کے دلائل خلاصہ یہ ہے کہ ایمان صحیح اور تقویٰ وصال کے رکن ہیں اور کسی حال میں بھی ان

دونوں سے جدا ہونا درست نہیں ہے اور دین کے اصول معلوم کر لینے کے بعد جملہ مقامات میں ایمان اور تقویٰ قائم رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ تقویٰ راستہ کا توشہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ** "بہترین توشہ تقویٰ ہے"

تقویٰ قلب کا لباس ہے کہ اس کو شیطان کے اغواء سے چھپائے رکھتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ "وہ تقویٰ کا لباس سب میں بہتر لباس ہے"

لباس اور توشہ کے بغیر کسی منزل میں بھی چارہ نہیں ہے۔ نیز فرمایا ہے :-

«ان پر تقویٰ کا کلمہ ہم نے لازم کر دیا اور وہ
لائی بھی اس کے تھے»

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ

اور صدق جو وصال کا رکن ہے وہ بھی تقویٰ ہی کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

«یہی لوگ ہیں اہل صدق اور یہی لوگ ہیں پرہیزگار»

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

اور جو علم کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے، متقیوں ہی کی ہدایت کے لئے

نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

«یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے»

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

اور علم بھی تقویٰ ہی کے ساتھ سیکھنا چاہیے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

«تقویٰ کرو اور جانو»

وَاتَّقُوا اللَّهَ ذَٰلِكُمْ

نیز فرمایا ہے:-

«خدا سے تقویٰ کرو وہ تم کو سکھائے گا»

فَاتَّقُوا اللَّهَ يَٰعِلْمُ

رہیں طلب علم کے زمانے میں بھی تقویٰ سے بے پروائی جائز نہیں، اسی طرح تمام اقوال

افعال اور حرکات و سکنات میں تقویٰ مطلوب ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

«گذشتہ امتوں کی طرح تم پر بھی ہم نے روزے فرض

کِتَبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامَ كَمَا كُتِبَ عَلَيْ

الذِّينَ مِن قَبْلِكُمْ

اور ارشاد فرمایا ہے:-

«حج کے لئے زادراہ لے جاؤ اور بہترین زادراہ

وَتَزِدْوا دُونَ ذَٰلِكَ حَيْدَرَ

الْمُتَّقِينَ

نیز فرمایا ہے:-

«حق تعالیٰ کے پاس قربانی کا گوشت اور خون نہیں

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دُمُومُهَا

پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے»

لَكِن يَنَالَهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ

مزید ارشاد فرمایا:-

”جنگ بدر میں ہم نے تمہاری مدد کی پس تقویٰ اختیار کرو“

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِدِرْيَاقٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ -

اور فرمایا ہے :-

”اور روزی حلال سگری کھاؤ اور تقویٰ رکھو“

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ -

مزید ارشاد فرمایا ہے :-

”مالِ غنیمت کہ حلال دستخرا مال ہے کھاؤ اور تقویٰ کرو“

وَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ -

”وہ جسے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور کچھ سودی کے ذمہ باقی رہ گیا ہو وہ چھوڑ دو“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا -

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

”جو شخص خدا تعالیٰ سے تقویٰ کر لیا حق تعالیٰ اس کو خلاصی عطا فرمائے گا اسی جگہ سے کہ اس کا گمان بھی نہ چلے گا اور روزی پہنچائے گا“

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ -

اور فرمایا :-

”جس نے تقویٰ کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ سہولت پیدا فرمادیتا ہے“

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا -

تیز ارشاد فرمایا :-

”جس نے تقویٰ کیا حق تعالیٰ اس کے گناہ کو دُور فرمادیتا ہے“

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ -

اور فرمایا ہے کہ :-

”تقویٰ کرو اور سزا“

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا -

مزید ارشاد خداوندی ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَ
 لَأَنْتُمْ مَسْلُومُونَ - اور نہ مرو مگر مسلمان -

”اے ایمان والو! تقویٰ کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے
 علیٰ هذا القياس آیات و روایات بے شمار ہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے ولایت و
 محبت کے لئے پرہیزگار مومنین کو خاص فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے :-
 اللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ - وہ اللہ ولی و کار ساز ہے مومنین کا -“

اور ما برین کو دوست رکھتا ہے اور پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے اور محسنین کو
 محبوب سمجھتا ہے اور پوری طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے اور متوکلین کو دوست
 رکھتا ہے اور علیٰ هذا اور بہتری نصوص میں جن میں کامل الایمان بندوں سے محبت کا
 ذکر فرمایا ہے۔ خصوصاً حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللَّهِ اَلَّذِيْنَ
 (خدا تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں بجز پرہیزگاروں کے) کہ صاف الفاظ میں دوپہر کے آفتاب
 کی طرح صریح حکم فرمادیا کہ بجز پرہیزگاروں کے کوئی بھی اس کا ولی نہیں اور غیر متقی اس
 کا ہرگز بھی ولی نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ آیت اور دوسری آیتیں جن کا ذکر طوالت
 تقویٰ اسلام کا رکن اعظم ہے کے اندیشہ سے ہم نے نہیں کیا صاف دلالت

کہہ رہی ہیں کہ تقویٰ اسلام کا رکن اعظم اور دین کے مقاصد میں سب سے زیادہ
 اہم ہے۔ ابلیس اور بلعم اور برصیصا کے حال میں تم غور کرو کہ کیا کچھ کمالات اور

لہ ابلیس یعنی شیطان کا قہقہہ تو مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں سرتابی کی اور خوفِ خدا
 کو چھوڑا۔ بلعم باعور زمانہ موسوی میں ایک مستجاب الدعوات عالم عابد تھا کہ اسم اعظم جانتا تھا۔ جب
 موسیٰ علیہ السلام نے کفارِ شام پر جہاد کیا تو وہ لوگ بلعم کے پاس آکر فریادی ہوئے کہ موسیٰ لشکر
 جراد کے ساتھ ہمارا خون بہانا چاہتے ہیں ان پر بددعا کرو۔ اس نے کہا کہ پیغمبر اور مومنین پر بددعا
 کہہ کے دونوں جہان پر اپنے آپ کو روسیاء کرنا مجھے پسند نہیں۔ آخر لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے
 کہا کہ بہتر ہے مگر میں استخارہ کر لوں۔ آخر جب استخارہ میں بھی ممانعت آئی تو لوگوں نے بہت
 (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حالات اور کرامات رکھتے تھے۔ مگر باوجود اس کے چونکہ تقویٰ کو چھوڑ بیٹھے اور خواہش نفس کے پیچھے پڑے اس لئے سب کچھ ہوا ہو گیا اور اسفل السافلین میں جا پڑے بخانا اللہ منہا کیا خوب کسی نے کہا ہے ۔

لوکان فی العلم من دون التقی شرف
لکان اشرف خلق اللہ ابلیس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۸ سے آگے) کچھ مال و دولت دے کر خوشامد بن گئے وہ راضی ہو گیا اور گدھے پر سوار ہو کر بددعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا اور بددعا کی۔ خدا کی شان کہ بددعا میں بنی اسرائیل کی جگہ اپنا ہی نام اسکی زبان پر جاری ہوا اور بددعا کا اسی پر اثر پڑ کر یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی زبان منہ سے باہر نکل کر سینہ پر اڑی اور دین و دنیا میں برباد و خوار ہوا۔ برصیصا ایک زہد تھا جس نے ستر برس عبادت میں گزارے اور شیاطین سارے اس کو گمراہ کرنے سے عاجز آگئے تھے۔ آخر ایک شیطان نے جس کا نام ابین تھا اس کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور عابد بن کر اس کے قریب ایک گرجا میں آ بیٹھا۔ برصیصا اس کا مجاہدہ دیکھ کر اس کا مرید ہو گیا۔ آخر ابین نے چند کلمے اس کو تعلیم کئے کہ جس بیمار پر پڑھے جائیں گے اس کو شفا ہو جائے گی۔ اس کے بعد ابین شہر میں طبیب بن کر آیا اور ایک مریض کو دیکھ کر کہا کہ اس کا علاج بس برصیصا کر سکتا ہے۔ چنانچہ مریض برصیصا کے پاس پہنچا اور شفا یاب ہوا۔ اسی طرح ابین نے متعدد بیمار اس کے پاس بھیجے یہاں تک کہ اس کی شہرت ہو گئی کہ برصیصا کے پاس عجیب عمل ہے۔ بادشاہ وقت کی بیٹی اتفاق سے بیمار ہوئی اور وہ بھی برصیصا کے پاس بھیجی گئی۔ برصیصا نے عمل پڑھا اور اس کو بھی آدم ہو گیا۔ آخر بادشاہ نے شہزادی کو وہیں چھوڑا کہ چند روز یہاں رہے کہ کامل شفا حاصل ہو۔ شہزادی کا برصیصا کے پاس رہنا آگ کے پاس پھوس کا کام دے گیا۔ اور اس نے شیطانی وسوسہ سے اس کے ساتھ زنا کیا۔ زنا کے بعد برصیصا کو بدنامی کا اندیشہ ہوا اور اس نے شہزادی کو قتل کر دیا۔ ابین نے یہ خبر شہر میں جاڑائی اور برصیصا کو سولی چڑھانے کا حکم صادر ہوا اس وقت ابین پھر آیا اور کہا کہ مجھے سجدہ کرتے تو نجات پاتے۔ چونکہ جان بڑی پیاری چیز ہے، آخر اس نے سجدہ کیا۔ مگر پھر بھی نہ بچ سکا۔ زنا، قتل اور شرک تینوں معصیتیں لے کر سولی پر جان دی۔ اور صرف اتنی بات میں کہ غیر مشروع منتر اور عمل سیکھا اور بلا تحقیق نااہل سے معاجزت اختیار کی۔ دنیا و آخرت کی رسوائی کا انجام ملا ۔

اگر بدوں تقویٰ کے صرف علم میں کوئی فضیلت ہوتی تو خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں ابلیس سب سے افضل ہوتا۔

شرافت علم گر تقویٰ نہ ہو دے زشیطان ہیچ کس نے اعلیٰ نہ ہو دے

مبارک و مرزہ ہو عالم مستحق کو کہ باقی اور شے میں جان لڑا دیتا ہے اور فنا ہونے والی رذیل تر دنیا و مال کو چھوڑ کر فارغ ہو بیٹھتا ہے اور ایسے شخص کی صحبت سے تیر کی طرح بھاگتا ہے جس کے قول یا فعل یا ثور و نوش یا لباس یا معاملہ میں تقویٰ نہیں ہے اور مستحق چونکہ جانتا ہے کہ بدوں کی مصائب سے دنیا کا نقصان اور آخرت کی فضیلت و رسوائی ہے اس لئے بالضرورت ان کے پاس بیٹھنے سے بھاگ کر آستانہ خداوندی پر پناہ ڈھونڈتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :- **فَعَزَّ وَاقَلَّتْ** اللہ (بھاگو حق تعالیٰ کی طرف :-) اور حق تعالیٰ خود فرماتا ہے :-

أَلَا يَخْلَعُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

عَدُوًّا إِلَّا الْمُتَّقِينَ . . . جاہلین کے مگر پرہیزگار کہ وہ ایک دوسرے کی بد میں کوشش کریں گے۔

اور بدکاروں کی ہم نشینی کا انجام بجز اس آواز کے کچھ نہیں ہو گا کہ اے کاش! فلاں

(نیک شخص سے میں نے کیوں نہ دوستی کی اور اس (بد شخص کے ساتھ) کیوں نہ رہا۔ اے کاش

میرے اور تیرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق کو مغرب سے ہے۔ اور بدکار

ہم نشینوں سے مراد کفار اور ظالم اور متکبر اور مفسد اور خائن اور فضول خرچ اور

حد سے بڑھنے والے وغیرہ لوگ ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ جبکہ ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے :-

قَاتِلِ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ . . . "کافروں کو میں دوست نہیں رکھتا۔"

دوسری جگہ فرمایا :-

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ . . . "ظالموں کو میں دوست نہیں رکھتا۔"

اسی طرح دوسری بد خصلتوں والوں کے متعلق مذکور ہے اور سب میں مضمون مشترک

لَهُ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ قَاتِلُ يُبَيِّنُ بَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَمَنْشِ الْقَاتِلِينَ

یہی ہے کہ جو متقی نہیں ہے اس کو میں پسند نہیں کرتا۔ پس ہرگز کسی کے لئے مناسب نہیں کہ شریعت سے اعراض کرے اور جاہلوں کی خرافات پر مائل ہو جنہوں نے صوفیاء کے لباس میں آکر شیاطین کی خدمت کا انجام دینا اپنا شیوہ قرار دے رکھا ہے۔ ایسا کریگا تو بجز خذلان اور خسران کے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ بس عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔
یا اللہ! تو ہم کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما تو اور اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اُن کاموں کی توفیق دیجو جن کو تو محبوب سمجھتا اور پسند کرتا ہے۔ آمین!

فصل ۱۹

خلوت والوں کے بعض واقعات میں | حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِوَالِدِهِ يَا أَبَتِ
إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي
سَجِدِينَ
وہ انہوں نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا
کہ اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور
آفتاب و ماہتاب کو دیکھا، خواب میں ان کو دیکھا
کہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“

اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھی خواب نبوت کا چھپا لیسواں حصہ ہے۔ پس معلوم کر جب سالک مجاہدہ اور ریاضت شروع کرتا ہے اور نفس و قلب کے تزکیہ و تصفیہ اور مراقبہ میں کوشش کرتا ہے تو اس کا عالم ملکوت پر گزر ہوتا ہے اور اسی لئے ہر مقام پر اس کی حالت کے مناسب واقعات کا کشف ہونے لگتا ہے۔ کبھی بطریق مکاشفہ اور کبھی صالح خواب میں اور کبھی بطریق واقعہ پس ذکر اور استغراق کی حالت میں کہ سارے محسوسات اس سے غائب ہو جاتے ہیں جب غیبی معاملات کے حقائق میں کسی مضمون کے منکشف ہونے کا اتفاق ہوتا ہے تو اس وقت سالک اگر سونے اور جاگنے کی بین بین حالت میں ہوتا ہے تو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کشف کو واقعہ کہتے ہیں اور عین بیداری اور حضور میں ہوتا ہے تو اسے مکاشفہ

کہتے ہیں اور اگر سویا ہوا ہوتا ہے تو دویا صالحہ کہتے ہیں اور خواب کبھی تو سچی ہوتی اور واقع کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی جھوٹی، مگر مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ روح کے بدنی پردوں سے مجرد ہونے کی حالت میں دکھلاتا ہے اور اکثر مقامات میں نفس روح کے ساتھ شریک ہو جاتا اور سچ جھوٹ کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے۔ پس جو کچھ سچ ہو وہ تو روح کا معلوم کیا ہوا ہے اور جو جھوٹ ہے وہ نفس کا معلوم کیا ہوا ہے کیونکہ سچ روح کی صفت ہے اور جھوٹ نفس کی صفت ہے اور سچی خواب نبوت کا جزو ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی کا ابتدائی حصہ سچی خوابیں تھیں اور ان کی تعبیر صحیح صادق کے موافق (فوز اور مطابق واقع) ہوتی تھی۔ پس جب مرید عالم واقعوں دیکھے کہ درندوں، چوپایوں اور سانپ بچھو وغیرہ کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے یا کافروں اور ملحدوں کے ساتھ جھگڑ رہا ہے تو شیخ سمجھ لیتا ہے کہ مرید نفس کے مجاہدہ میں مشغول ہے۔ پس چاہیے کہ صدق اور جماؤ کا اس کو حکم دے تاکہ مرید مجاہدہ اور نفس کے مکر سے غافل نہ ہو بیٹھے۔

عناصر اربعہ کی صفات | جان لے کہ چاروں عناصر میں سے ہر جزو کے لئے ایک صفت لازمہ ہے اور جزو خاکی کی

صفت لازمہ کثافت و کدورت اور ظلمت و جہالت اور گرانی و سخت دلی ہے۔ جب صاحب خلوت شخص مجاہدہ کرتا ہے تو یہ کثافت و گرانی لطافت و صفائی کے ساتھ بدل جاتی ہے اور جب سالک کو خاکی صفت پر عبور ہوتا ہے تو بیابان و جنگل اور ویران مقامات عالم واقعہ میں نظر آتے ہیں اور جزو آبی کی صفت لازمہ لوگوں سے ملنے جلنے کی رغبت اور تلون مزاجی و اثر کا جلد قبول کرنا بھولنا اور زیادہ سونے کی طرف میلان کرتا ہے اور سالک کے اس پر عبور کرنے کے وقت نہریں، سمندر، چوٹیں اور سبزے نظر آیا کرتے ہیں اور جزو ہوائی کی صفت لازمہ شہوات کی رغبت کثرت ملال اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جلد متغیر ہو جانا ہے اور اس پر عبور

کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اوپر کو جا رہا اور ہوا میں اُڑ رہا ہے اور جزد ناری کی صفت لازم غفۃ تکبر، بڑائی کی خواہش، طلب جاہ و ریاست اور رفعت ہے اور جب اس پر عبور ہوتا ہے تو چراغ، مشعل اور بجلی وغیرہ جلاسنے والی چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور یہ جزد سارے عنصروں کے بعد میں ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیقین کے قلب سے سب کے بعد جاہ و ریاست کی محبت نکال لی جاتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جزد ناری کے لوازمات سے نجات پا جاتے ہیں کہ یہ وصف اکثر نفوس پر غالب ہوتا ہے۔

مکاشفہ اور خواب میں احتیاط | جاننا چاہیے کہ مکاشفہ جب حقیقت روح سے ہوتا ہے تو آفتاب کی صورت دکھائی دیتی ہے

اور اگر حقیقت قلب سے ہوتا ہے تو ماہیات کی شکل نظر آتی ہے اور اگر ساکب پر صفات قلبی تجلی ڈالتی ہیں تو ستاروں کی صورت میں مشاہدہ ہوتا ہے اور اس آخری قسم میں کذب کا بھی دخل ممکن ہے۔ مگر محض کذب نہیں ہوتا کہ سارا جھوٹ ہی جھوٹ ہو، کیونکہ روح کے ادراک سے خالی نہیں ہوتا اور روح کا خاصہ صدق ہے اس لئے سچ اس مشاہدہ میں ضرور شامل ہوتا ہے) پس تعبیر دینے والے کو مناسب ہے کہ روح کی معلومات کو نفسانی خطرات کی آمیزش سے جدا کر کے معلوماتِ روحی کی تعبیر دے اور خطراتِ نفسانی کی طرف التفات نہ کرے اور خیال مجرد بھی خطرہ نفسانی ہی ہے کہ قوتِ متخیلہ ہر خیالی صورت کو ایک لباس پہنا کر نفس کے سامنے کر دیتی ہے۔ پس وہ خطرہ نفسانی اسی صورت سے موافقت پیدا کر لیتا ہے (اور سوتے میں خواب بن کر نظر آ جاتا ہے) مثلاً کوئی شخص نفس کی خواہش سے اس لئے مجاہدہ کرتا ہے کہ مخلوق میں مقبولیت و شہرت حاصل ہو اور وہ شخص عالم واقعہ میں دیکھے کہ ساری مخلوق اس کی تعظیم اور اس کو سجدہ کر رہی ہے تو معتبر کو چاہیے کہ اس کی تعبیر نہ بیان کرے اور خیال باطل سمجھے اور جانے کہ یہ اس کے اشتیاقِ نفس اور ہوائے نفسانی کا نتیجہ ہے کہ اپنی مراد کے موافق نظر آیا ہے اور اگر خواب میں ایسی باتیں دکھائی دیں تو ان کو

اضغاث احلام قرار دے (کہ قوت متخیلہ نے نفس کے خیال کو حسب منشاء جسمانی لباس پہنا کر نفس کے سامنے پیش کیا اور نظر آگیا) غرض ایسا واقعہ اور خواب دونوں بھوٹے ہوتے ہیں کہ تعبیر کے قابل نہیں ہوتے۔

جان لے کہ عالم غیب کی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ظہور اس عالم میں عارضی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اصلی صورت میں جو ان کی ذات اور حقیقت ہے عالم غیب کے سوا دوسری جگہ نہیں ہو سکتا جیسے فرشتے اور ارواح مجردہ۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی تو حضرت وحیہ کلبی کی صورت بن کر آتے تھے اور کبھی کبھی دیہاتی شخص کی اور تمام حاضرین مجلس ان کو اسی صورت میں دیکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ ان کی اصلی صورت نہ تھی بلکہ عارضی تھی) اور یہ صورت کچھ دیکھنے والے لوگوں کی قوت خیالیہ کا نتیجہ نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہر شخص اپنے متخیلہ کے موافق جدا صورت میں دیکھتا نہ یہ کہ سب ان کو ایک ہی شکل میں دیکھتے اس لئے کہ سارے لوگوں کا متخیلہ ایک صفت پر نہیں ہوا کرتا۔ پس یہ بات کہ جس شکل میں چاہیں آجائیں تصرف کی اس قوت کے سبب سے ہے جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمادی ہے (کہ جو صورت چاہیں بدل لیں) اور بعض مکاشفے ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا ہی کی مسافت بعیدہ والی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنی معراج کی خبر دی تو کفار مکہ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ مسجد اقصیٰ کے ستون کتنے ہیں؟ اسی وقت پر وہ اٹھ گئے اور مسجد اقصیٰ مکشوف ہو گئی اور آپ نے شمار کر کے سارے ستون بتا دیئے۔ اسی طرح ایک بار آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ وہ قافلہ جو ملک شام کو گیا تھا آج کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مکہ اور قافلہ کے درمیان ایک منزل باقی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت قافلہ مکہ میں داخل ہوا اور اسی قسم میں یہ مکاشفہ داخل ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا ”مجھے یوں القاء ہوا ہے کہ بنت خارجه (زوجہ خود) کے شکم میں لڑکی ہے۔ چنانچہ لڑکی ہی پیدا ہوئی اور ایسا

ہی یہ مکاشفہ نادر و قی ہے کہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمرؓ نے لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہادند کی طرف بھیجا تھا۔ اتفاق سے جمعہ کے دن کافروں سے جنگ ہوئی۔ کفار کی فوج کا ایک دستہ پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا گھات میں بیٹھا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یہ معاملہ بائیں مسافت بعیدہ آپ کو مشکوک ہوا، اسی وقت آپ نے فرمایا کہ "اے ساریہ پہاڑ" یعنی پہاڑ کی طرف سے اپنی حفاظت کرو۔ حضرت ساریہ نے حضرت عمرؓ کی یہ آواز سنی اور چھپے ہوئے کافر دستہ کو ٹھکانے لگایا اور اس قسم کے مکاشفات مشائخ کرام کے واقعات میں بکثرت اوتنے مشہور ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔

مکاشفات کا فائدہ | جاننا چاہیے کہ عالم واقعہ کے مکاشفات کا فائدہ سالک کے لئے یہ ہے کہ ان کی وجہ سے نفس کی برائی بھلائی

اور سیر و سلوک کے زمانہ میں اپنے حال کی ترقی و نقصان سے آگاہ ہو جاتا ہے اور مکاشفات اُس کے دل کے لئے آرام کا سبب بن جاتے ہیں اور حق و باطل اور واقعات نفسانی اور شیطانی اور حیوانی اور تنبی اور قلبی اور روحی اور رحمانی میں فرق و تمیز حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نفس پر جب حرق و بخل اور حسد و غیرہ کی مذموم صفات کا غلبہ ہوتا ہے تو قوت متخیلہ ان صفات ذمیمہ میں سے ہر ایک کو ایسے حیوان کی صورت میں ڈھال کر دکھاتی ہے جس سے وہ مذموم صفت غالب ہوتی ہے۔ چنانچہ حرص کی خصلت کو چوہے اور چیونٹی کی شکل میں اور بدنیتی کو خنزیر کی شکل میں اور تکبر کو خرگوش کی شکل میں اور بخل کو گتے اور بندر کی صورت میں اور کینہ کو سانپ کی شکل میں اور تکبر کو چیتے کی صورت میں اور غصہ کو بھی بندر کی صورت میں اور درندوں کی خصلت مثلاً ظلم و زیادتی کو شیر یا کسی دوسرے درندے کی صورت میں اور شہوت کو گدھے کی صورت میں اور حیوانیت کو بکری کی شکل میں اور شیطانی صفت مثلاً گمراہ کرنے، فریب دینے اور خداع کو شیطانوں اور جنات اور غول بیابانی کی صورت میں اور مکر و حیلہ کو لومڑی اور خرگوش کی شکل میں لاکر دکھاتی ہے اور جب یہ شکلیں نظر

اویں توجان لینا چاہیے کہ ان خصلتوں کا سالک پر غلبہ ہے۔ پس ان سے پاک صاف بننے کی کوشش کرے اور ان کو دور کرنے میں سعی کرے۔ اور اگر ان صورتوں کو اس طرح دیکھے کہ اس کی سطح ہیں توجان لے کہ ان صفات سے عبور ہو رہا ہے۔ اور اگر دیکھے کہ ان جانوروں کو قید اور قتل کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ ان خصائل سے نجات حاصل ہوگی اور جب ان کے ساتھ لڑتا جھگڑتا دیکھے تو غفلت و کاہلی نہ کرے اور مطمئن نہ بیٹھے جب تک کہ ان شکلوں اور خیالات سے پوری طرح صفائی نہ پالے۔

سلوک کے بعض مقامات میں یہ امور غیبیہ امور غیبیہ اطفالِ طریقت کی غذا ہیں | طریقت کے بچوں کی غذا ہوتے ہیں۔

کہ ان کے ذریعہ سے اطفالِ طریقت کی تربیت کی جاتی ہے (کہ بشاش و مانوس رہیں اور آگے قدم بڑھائیں) اور بعض مقاماتِ سلوک سے عبور کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جب تک کہ غیبی واقعات اپنا تصرف نہ کریں (پس ان کے لئے واقعات غیبی کی تربیت ظاہر ہے) اور اس جگہ سے یہ مضمون سمجھ میں آتا ہے کہ مرید کے لئے شیخ کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ سالک جب تک وجود اور نفس کی صفات کے سلوک میں رہتا ہے تو اس کو چلتا رہنا ممکن ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے علامات و نشانات ہیں کہ ان سے راستہ ملتا رہتا ہے۔ مگر جب روحانیات کے مقام میں پہنچ جاتا ہے تو تصرف کے بغیر چلنا ممکن نہیں پس اس مقام پر اگر واقعات غیبی شیخ کی ولایت کے فیضان سے یا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا صفات خداوندی کی تجلیات سے مدد کریں تو البتہ سالک درجہ فنا پر پہنچ سکتا ہے اور جب تک فنا اور فنا الفنا حاصل نہ ہوگی بقا اور بقا البقا اور تکلیف تک جو سلوک سے مقصود ہے کبھی نہ پہنچ سکے گا۔

تجھ کو جاننا چاہیے کہ قلبی و روحی و ملکی اور واقعات غیبیہ میں شیطاں کا داخل | رحمانی واقعات غیبیہ میں ہر واقعہ کے

لئے ایک ذائقہ ہے کہ نفس اس سے لذت لیتا ہے اور جب اس کو نوش کرتا ہے تو ایسی قوت اور ذوق و شوق پاتا ہے کہ طبعی مرغوبات اور لذت دہندہ اشیاء سے نرالی

ہوتی ہے۔ پس عالم غیب اور روحانیت اور لطائف و اسرار و حقائق سے مانوس بن جاتا اور عالم طلب کی جانب بالکل متوجہ ہو جاتا اور اپنے کھانے پینے کا مقام عالم غیب ہی کو بخیر کر لیتا ہے۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّمَّا سَخَّرَ بَعْدَ رِجَالِهِ لِمَا يَكْفُرُ بِهٖ مَعْلُومٌ كَرِيْمًا اس کی اطلاع ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جب شیطان جان لیتا ہے کہ ساک جاہل ہے اور دین کے علوم سے واقف نہیں ہے اور اس کو غیبی امور میں سے کسی چیز کا مکاشفہ ہونے لگتا ہے تو اس کا مضحکہ اور تمسخر کرتا اور بے عقلی کا مذاق اڑاتا اور عجیب و غریب حرکتوں سے اس کا مخول بناتا ہے کہ اس پر پیشاب کی دھار مارتا اور ایسا معائنہ کرتا ہے کہ گویا کوئی شخص اس پر شیشہ سے گلاب چھڑک رہا ہے۔ شیطان لعین اس جاہل کو بہیری مخلوق کے گمراہ کرنے کا وسیلہ قرار دیتا اور جم غفیر کو اس گمراہ کے واسطے سے گمراہی کے راستہ پر چلانے لگتا ہے اور اسی راز کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "البتہ ایک تنہا فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت اور گراں ہے۔"

قطع نظر حدیث سے عقل بھی اس کی گواہ ہے کیونکہ فقیہ عالم اگر چہ طاعت و عبادت میں جاہل ہو اور اپنے علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بے وقوف کہلائے مگر تاہم اپنے علم و فقہ کے سبب بہیری اُمت کو ہدایت کر دے گا اور دین کے مسائل سکھا دے گا۔ اور یہ جاہل اپنے جہل کے سبب جو اس کی فاسد عبادتوں اور منہ خروٹ و بے ہودہ مکاشفوں سے ملا ہوا ہے ایک جہان کو گمراہ کر دے گا اور ایسے جاہلوں کے ساتھ شیطان کا ادنیٰ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اول اس کو القاء کرتا ہے کہ حق تعالیٰ جس صورت میں بھی تجلی فرمائے درحقیقت حق تعالیٰ کی وہی صورت ہے اور جب یہ جاہل اس عقیدہ میں راسخ ہو گیا تو فرقہ مجسمہ میں داخل ہو کر ہلاک ہوا کہ خدا کے لئے جسم کا قائل ہو کر کافر بن گیا، اس کے بعد اگر کبھی عالم واقعہ میں دیکھ بھی لے کہ حق تعالیٰ نے اس پر کسی صورت میں تجلی فرمائی تو اس کا عقیدہ خوب مضبوط ہو جاتا اور تجسم و تشبہ کا معتقد بننے کے سبب مستحق جہنم قرار پاتا ہے اور اب شیطان اس کو علماء دین اور مشائخ

ابراہیم کی صحبت سے جو حق کے راہنما اور باطل کو حق سے جدا کرنے والے تھے منع کرتا اور یوں کہتا ہے کہ تجھ جیسا دنیا میں ہے کون کہ تجھ کو اس کے پاس جانے اور اس کا اقتداء کرنے کی حاجت ہو بلکہ تیری سی صفائی اور جلاء تو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اللہ جل شانہ نے تجھ پر تیرے سوال اور درخواست کے بغیر تجلیات فرمائیں اور موسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ رویت کا سوال بھی کیا پھر بھی لن ترانی کا جواب ملا۔ اور فرمایا کہ تم مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے " نیز شیطان اس جاہل سے کہتا ہے کہ "تو کسی عالم یا عارف شیخ کے پاس کس لئے جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ سے زیادہ تو کوئی عالم ہی نہیں اور وہ خود ہی تجھ پر اپنی کثیر نعمتیں نازل کر رہا ہے اور اپنے وجود کے فضل سے تیری تربیت فرما رہا ہے۔ شاید تو یوں گمان کرتا ہو گا کہ شیخ عارف تیری مصلحتوں کو خدا تعالیٰ سے بھی زیادہ جانتا اور شیطان سے تجھ کو بچانے اور تیری پرورش کرنے میں حق تعالیٰ سے بھی زیادہ قادر اور نگہبان ہے؟ حالانکہ وہ عزیز ہے حکیم ہے بصیر ہے علیم ہے قوی ہے متین ہے پس حاشا وکلا ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ حق تعالیٰ تجھ کو کافی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی بھی حاجت نہیں "۔

پس اس قسم کی ملحق کاریاں چند در چند سمجھا کر اس کو مغرور بنا دیتا ہے تو شیطان خود اس کا فرشتہ اور شیخ معلم بن کر اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان پردہ ڈال دیتا ہے اور زمین و آسمان کے مابین اپنا تخت معلق کر کے جب چاہتا ہے اس پر رنگ برنگ کی تجلیات ڈالتا ہے اور جب چاہتا ہے پردہ میں چھپ جاتا ہے اور اس کو گمراہی کے سمندر میں غرق کر دیتا ہے اس کے بعد عوام الناس میں جا کر اس جاہل کی درویشی اور کمالات کو آراستہ بناتا ہے اور اس کی صحبت و اقتدار کے لئے سب کو بلاتا ہے اور سب کو برباد کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من شر اللعین۔

شیخ کے بغیر چارہ نہیں | مشائخ نے اس معاملہ کا بہت تجربہ فرمایا ہے اور اسی راز کے سبب کہا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے " اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

تلبیس ابلیس | جان لے کہ شیطان اکثر جاہلوں کو اباحت میں ڈال دیتا ہے اس طرح کہ اس جاہل سے طمع دار باتیں بناتا اور باطل مجتہدیں پیش کر کے کہتا ہے کہ میاں شریعت اور طریقت کا مقصود تو یہی مشاہدہ تک پہنچ جانا ہے جس پر تو خود پہنچ گیا ہے اور جس طرح مرجانے کے بعد شریعت کی تکلیف اٹھ جاتی ہے اسی طرح مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد بھی تکلیف اٹھ جاتی ہے۔ پس جو تیرا جی چاہے کر اور کبھی کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کو تیری عبادت و اطاعت کی پرواہ نہیں اور تجھ کو جو شریعت کے احکام کا مکلف بنایا تھا تو صرف اس لئے کہ نفس کی صفائی و طہارت حاصل ہو اور جب تجھ کو یہ تزکیہ بدرجہ کمال حاصل ہو گیا کہ تُو روحانیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اب اطاعت کی حاجت نہیں رہی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کرتا اور عین حالتِ نافرمانی میں اس کو جھوٹے انوار اور من گھڑت پیاری شکلیں دکھلاتا اور پھر اس کے دل میں کھلم کھلا یہ مضمون ڈالتا ہے کہ دیکھ اب تو تکلیف تجھ سے اٹھ گئی کہ گناہ بھی تجھ کو نقصان نہیں دیتا بلکہ تیرا عصیان بھی بمنزلہ اطاعت کے بن گیا کہ تجلیات کا ورود ہوا۔

شیطان کی گمراہیوں سے بچنے کا طریقہ | یہ سارے تختلات شیطان کے حیلے اور چال بازی ہیں اور ان گمراہیوں سے

بجائت پانے کے لئے علماء و عظام نے بہیرے اسباب تجویز فرمائے ہیں مثلاً یہ کہ یقینی بات ہے کہ یہ لوگ بھی تو انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کا مرتبہ ان سے زیادہ قریب اور قوی حاصل تھا اور وہ حضرات حقائق اور باطنی امور کو سب سے زیادہ جانتے تھے باوجود اس رفعت و شان کے انہوں نے کبھی کسی طاعت کو بھی مہمل نہیں چھوڑا اور چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر بھی جرأت نہ کر سکے بلکہ گناہ میں احتیاط اور عبادت میں مجاہدہ سب سے زیادہ کیا۔ پس دوسرے کو ہر گناہ کے مباح ہو جانے کا مذہب جس کو اباحت کہتے ہیں کس طرح صحیح ہو جائے گا۔ نیز سمجھے کہ قرآن و حدیث میں ایسا کوئی حرف کسی شخص کے لئے بھی کسی حالت میں کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز نہیں پایا جاتا۔ بلکہ قرآن اور احادیث اور امت کا اجماع ظاہر و باطن اس شخص پر جو شریعت کے امور تکلیفیہ میں سے ذرا سی چیز

کی بھی اہانت کرے پوری سختی کرتے، جھڑکتے، ڈانٹتے اور حدود و تعزیر قائم کرتے ہیں اور احکامات شرعیہ کی تعظیم اور نواہی سے بچنے کا اتنی تاکید کے ساتھ حکم دیتے ہیں کہ حد و انتہا سے زیادہ ہے۔ پھر اباحت کسی کو کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ اور اس قسم کے دلائل مشائخ و علماء کے پاس مذاہب اباحت کے باطل ہونے پر بکثرت ہیں۔

اکثر جاہلوں کو شیطان لعین فرقہ مجتہدہ میں داخل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اول دل میں یہ

شیطان کی مزید چالبازیاں

ڈالتا ہے کہ یہ صورتیں اور شکلیں جو مشاہدہ میں دکھائی دیتی ہیں بعینہ حق تعالیٰ کی ذات ہیں اس کے بعد باطل کا مشاہدہ کرانا اور یہ عقیدہ کہ (نعوذ باللہ خدا کی صورت و شکل ہے) مضبوط بنا دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان تخت پر بیٹھا ہوا نظر آتا ہے اور یہ مضمون حدیث میں بھی آیا ہے۔ پس وہ جاہل آتش اور تخت سے دہوکہ کھا کر اس کو اپنا رب سمجھ کر سجدہ کرتا ہے اور مجتہدہ کے مذہب سے اپنے عقیدہ کی گرہ باندھ لیتا ہے اور یہ قفقہ مہر کے راستہ میں ایک شخص کو پیش آیا کہ اس نے جنگل میں شیطان کو معلق تخت پر دیکھا اور چونکہ خدا کے لئے جسم نہ ہونے کا عقیدہ جاتا رہا تھا اس لئے ایوں سمجھ کر کہ یہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ ہے اس کو سجدہ کیا اس کے بعد بغداد پہنچ کر مشائخ کی جماعت کے سامنے قفقہ نقل کیا۔ ان مشائخ نے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا۔ اس دلیل سے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "شیطان کے لئے تخت ہے کہ اس کو زمین و آسمان کے درمیان معلق کر کے اس پر بیٹھا ہے" پس اسی وقت وہ شخص اٹھا ایمان کی تجدید کی اور ساری نمازیں لوٹائیں۔ اس کے بعد جہاں اس ملعون کو دیکھا تھا آیا اور اس پر لعنت کر کے کہ اس کے بے شہرہ تو شیطان ملعون ہے میں تجھ پر لعنت کرتا ہوں اور خدائے یگانہ و فرد حقیقی

جل شانہ پر ایمان لاتا ہوں۔

تجتم کی بلاء سے نجات کے لئے علماء و اسخین کے پاس بہیری دلیلیں ہیں منجملہ اس کے یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ساری گذشتہ امتیں اور موجودہ مومنین اور

تمام مشائخ و علماء چھوٹے اور بڑے سب یک زبان ہو کر اس بات پر اتفاق اور اجماع رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات اور صفات جسمیت سے منزہ اور پاک ہے اور وہ اجسام و اعراض میں کسی چیز کے ساتھ بھی مشابہت نہیں رکھتی اور جملہ اشیاء مخلوق نوپیدا ہیں اور حق تعالیٰ تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا اور قدیم اور ازلی و ابدی ہے اور ظاہر ہے کہ اپنے مقبول و برگزیدہ بندوں کا اجماع و اتفاق باطل امر پر کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس ضروری بات ہے کہ ایسے جاہل کا عقیدہ باطل ہے۔

عقیدہ حُلُول کی تردید | شیطان اکثر جاہلوں کو حُلُول کے عقیدہ میں ڈال دیتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں باطل مذہبات ڈالتا ہے اور وہ ان پر

اپنے عقائد باطلہ کو منقرع کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً ان کو جتلاتا ہے کہ روحانیات کی قسم میں سے جو کچھ تم مشاہدہ کر رہے ہو یہ تمہاری ہی باطنی چیزیں ہیں اس لئے کہ خارج میں ان کی رویت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ان کو مشاہدہ ہوتا ہے اور اپنے باطن کی کوئی چیز دیکھتے اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے باطن میں ہے وہ ہمارا نفس ہی ہے۔ پس یہ عقیدہ رکھنے لگتے ہیں کہ جو کچھ مشاہدہ میں نظر آتا ہے وہ بھی ہمارا نفس ہی ہے۔ پس حق تعالیٰ بھی (جس کا مشاہدہ ہوا) ہمارا نفس ہوا کہ ہم میں حُلُول کر آیا ہے نعوذ باللہ منہا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی جاہل پر حال نازل ہو کر غلبہ پکڑتا ہے تو اس حال کی قوت کے سبب ان سے خارق عادات، امور اور کرامتیں صادر ہونے لگتی ہیں۔ پس اس وقت شیطان ان کے خیال میں یوں ڈالتا ہے کہ یہ حال جس نے تیرے اندر نزول کیا ہے حق تعالیٰ ہی ہے کہ اس طرح پر اپنی قدرت دکھاتا اور خلاف عادت کرتا ہے۔ اس وقت وہ جاہل اس پر فریفتہ ہو کر حُلُول کا عقیدہ کر لیتا ہے اور اس سے نجات کی یہ صورت ہے کہ غور کرے اور جانے کہ یہ تو حال کی تاثیر ہے اور حال عنایت خداوندی کی بندہ پر ایک نگاہ ہے اور دیکھنے والے کی نگاہ خود دیکھنے والا نہیں ہو سکتا اور یہ کھلی ہوئی بات ہے (جس کو دلیل کی ضرورت نہیں کہ ناظر اور چیز ہے اور نظر دوسری

چیز ہے) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالک ابھی عالم نفس و ہوی میں ہوتا ہے اور خواب یا حال میں یوں دیکھتا ہے کہ وہ خدا ہے پس سمجھنے لگتا ہے کہ فی الواقع میں خدا ہی ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے اندر حلول کر آیا ہے حالانکہ یہ خواب تعبیر کا محتاج ہے اور تعبیر اس کی یہ ہے کہ یہ شخص ابھی تک اپنے نفس کا بندہ بنا ہوا ہے اور نفس کو محبوب اور خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اسی وجہ سے اس قسم کی باتوں کو خیال سمجھتے ہیں۔ اس کا علاج نفس و ہوی کی اطاعت کو ترک کرنا ہے کہ جو کچھ نفس کی خواہش ہو اس کو مجاہدہ اور ریاضت سے قطع کرنا چاہیے اور اس قسم کے واقعہ کو محال نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ تخیلات اس قسم کی باتیں کس طرح دیکھ لیتے ہیں، اس لئے کہ یہ شخص بھی دوسروں کی طرح عامی ہے۔ پس دوسرے بھی تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ گویا وہ نوح یا آدم یا عیسیٰ یا موسیٰ یا جبرائیل یا میکائیل یا اور کوئی فرشتہ یا کسی قسم کے جانور درندہ وغیرہ ہیں اور کبھی دیکھتے ہیں کہ اڑ رہے ہیں اور کبھی دوسرے عجائبات دیکھتے ہیں اور ان سب خوابوں کو تعبیر کی حاجت ہوتی ہے اگرچہ واقع میں وہ شخص درندہ و پرندہ وغیرہ نہیں ہو جاتا اور کبھی حلول کی غلطی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ صوفی جب عالم نفس و ہوی سے آگے بڑھ کر عالم حقیقت اور فنا کو پہنچتا ہے تو بجز حق تعالیٰ کے نہ کسی کو دیکھتا ہے نہ جانتا ہے اور ساری چیزوں کو بلکہ اپنے نفس کو بھی فراموش کر دیتا ہے اور صوفیاء کرام کے نزدیک اسی کا نام فنا ہے۔ پس جہاں بھی خدا کو دیکھتا ہے اور کسی چیز کی خبر نہیں رکھتا تو اعتقاد کرتا ہے کہ بجز حق تعالیٰ کے کوئی موجود نہیں اور میں حق ہوں پس انا الحق اور اسی قسم کے دوسرے کلمات کہنے لگتا ہے۔ سننے والا شخص یہ کلمات سن کر حلول کا اعتقاد کر بیٹھتا ہے اور اس عقیدہ فاسدہ سے نجات کی یہ صورت ہے کہ صوفی کو جاننا چاہیے کہ یہ سمجھنا اس سبب سے ہوا کہ دنیا و آخرت کی ساری چیزیں فراموش ہو گئیں اور اپنے نفس و صفات کو بھی بھول کر مشاہدہ اور علم باللہ میں اپنے باطن کے ساتھ محو و مستغرق ہو گیا ورنہ واقع میں تو ساری چیزیں سابق کی طرح اپنی حالت پر موجود ہیں اور اس مقام پر تو پہنچنا بہت ہی اچھا ہے کہ عالی مقام ہے مگر بوجہ مذکورہ اس غلطی کا اندیشہ ہے کہ بعض دفعہ

خود وہ صوفی بھی اس حالت سے افاقہ پانے کے بعد اپنے جہل کے سبب حلول کا اعتقاد کر بیٹھتا ہے۔ پس اس جگہ پر شیخ کامل کا ہونا شرط ہے تاکہ اس تباہی کی جگہ سے امان دے اور کبھی ایسا پیش آتا ہے کہ صوفی ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ جس چیز پر بھی نظر ڈالتا ہے خدا تعالیٰ ہی کو پاتا ہے اور یہ مشاہدہ معرفت ہوتا ہے اور اسی جگہ سے یہ قول مستنبط ہے کہ جس چیز کو بھی میں نے دیکھا خدا تعالیٰ کو پایا۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ جس چیز کو بھی میں نے دیکھا اس چیز سے پہلے خدا کو پایا۔ پس جب ایسا معاملہ پیش آتا ہے تو اعتقاد کر لیتا ہے کہ حق تعالیٰ ساری چیزوں میں حلول کر آیا ہے حالانکہ اللہ پاک اس سے بہت بلند ہے اور اس خرابی سے نجات کی یہ صورت ہے کہ یقین کے ساتھ جانے کہ یہ عظمت و کبریائی کا حجاب ہے کہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے اور وہ برابر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں اور باوجود اس کے حق تعالیٰ سب سے جدا ہے اور مخلوق اس سے مباین ہے۔ پس مخلوق کا اس میں حلول کرنا یا اس کا مخلوق میں حلول کرنا دونوں ہی محال ہیں اور تمام انبیاء اور اولیاء و علماء حلول کے خلاف پر متفق ہیں۔ پس حلولی کا مذہب اعتماد کے قابل کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس عقیدہ کو خوب محفوظ رکھے کہ اس مرتبہ میں حلول کی غلطی بہت پڑتی ہے۔

فصل

جان لے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اُمّتِ محمدیہ میں ولایت کا بقاء کی اُمّتِ مرحومہ ساری اُمّتوں میں صاحب

شرف اور مقبول ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ
 ”وہ اُمّتِ محمدیہ تم سب اُمّتوں میں بہتر ہو۔“

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً قَاسِمًا
 ”میں نے تم کو امت وسط یعنی عادل بنایا ہے۔“

اور قیامت تک اس امت میں ولایت قائم رہے گی چنانچہ فخرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب و قائم رہے گی کہ خدا کی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی اور کسی کا مدد نہ کرنا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جماعت دین اور علم کے حاملین کا گروہ ہے کہ انہی کے لئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ ترو تازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے میرا کلام سُن کر اس کو محفوظ رکھا اور پھر جیسا سُنا ویسا ہی ادا کر دیا اور دوسروں کو پہنچا دیا۔ نیز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو عدول فرمایا اور ان کو تبلیغ احکام کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ تم میں سے حاضرین کو چاہیے کہ غائبین کو پہنچادیں؛ اور ظاہر ہے کہ تبلیغ بدوں عدالت و ثقاہت کے صحیح نہیں اور اس امت میں سب سے بہتر صحابہؓ ہیں۔ ان کے بعد تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ چنانچہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سارے زمانوں میں بہترین زمانہ میز امانہ ہے، پھر وہ جو اس کے متصل ہیں پھر وہ جو ان کے متصل ہیں۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت ہے کہ جب انہوں نے صحیفوں میں اس امت کی مدح اور فضیلت دیکھی تو دعا کی کہ الہی اس گروہ کو میری امت بنا دے۔ ”حکم ہوا کہ ان کو تمہاری امت نہ بناؤں گا۔ اس لئے کہ وہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہے۔ اس کے بعد ابراہیم نے دعا کی کہ الہی اگر ان کو میری امت نہیں بناتا تو ان کی زبان میرے حق میں سچی رکھیو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی کہ ساری امت محمدیہ نے نبوت و خلقت ابراہیمی کا اقرار کیا اور یہی وجہ ہے کہ التحیات کے بعد حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحکم مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (کہ جو کچھ فرماتے تھے وحی و ارشادِ خداوندی ہوتا تھا) درود مقرر فرمایا جس میں ابراہیم علیہ السلام کا نام داخل ہے اور دیگر مقامات میں بھی ان کو شامل دعا فرمایا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توریت میں اس امت کی تعریف دیکھی تو خواہش کی کہ اس جماعت کو میری امت بنا رکھتا ہوں کہ ان کو تمہاری امت نہ بناؤں گا کہ وہ میرے حبیب کی امت ہے۔ تب انہوں نے دعا کی کہ پھر مجھ ہی کو اس امت

میں داخل فرما۔ حکم ہوا کہ تمہارا ظہور ان سے بہت دور ہے کہ تم ان کے زمانہ کو نہیں پہنچ سکتے۔
 اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس اُمت کے فضائل انجیل میں دیکھے تو عرض
 کیا کہ الٰہی اس اُمت کو میری امت بنا دے۔ حکم ہوا کہ ان کو تمہاری اُمت نہ بناؤں گا
 کہ وہ میرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ پس انہوں نے دعا کی کہ مجھ
 ہی کو اس اُمت میں داخل کر دے۔ چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہو گئی کہ حق تعالیٰ
 نے اُن کو زندہ آسمان پر اُٹھایا۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں ان کو زمین پر اتار کر
 اس اُمت میں شامل فرمائے گا۔

جان لے کہ صحابی بعض علماء کے نزدیک اس
 صحابی تابعی اور ولی کا بیان

مسلمان کو کہتے ہیں جس نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو دیکھا ہو اگرچہ صحبت اور پاس بیٹھنا نصیب نہ ہوا ہو، اور بعض نے پاس بیٹھنے
 کو شرط گردانا ہے اور عرف کا مقتضی اور قرین قیاس یہی ہے کہ پاس بیٹھنا صحابی کے
 لئے شرط ہو کہ صحبت اسی کا نام ہے۔ تابعی بھی بعض تو اسی مسلمان کو کہتے ہیں جس نے
 صحابی کو دیکھا ہو اگرچہ مجالست نہ ہوئی ہو اور بعض نے صحبت کو شرط گردانا ہے۔
 ولی خدا تعالیٰ کے دوست کو کہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی دوستی اس پر ایمان لانے کا
 نام ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

اللَّهُ دَلِيلُ الَّذِينَ آمَنُوا - "اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو ایمان لائے ہیں۔"

بعض اکابر نے کہا ہے کہ ولایت کی دو قسمیں
 ولایت عامہ اور ولایت خاصہ
 ہیں۔ ایک ولایت عامہ جو حق تعالیٰ کی

عداوت و دشمنی سے باہر نکل آنے کا نام ہے اور حق تعالیٰ کی عداوت کفر و نفاق ہے اور
 یہ ولایت تو جملہ مومنین کو حاصل ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

اللَّهُ دَلِيلُ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ - "اللہ ولی ہے مومنین کا کہ ان کو کفر کی تاریکیوں سے

نکال کر ایمان کے نور کی طرف لاتا ہے۔"

دوسری ولایت خاصہ کہ وہ ان کا حق ہے جن کی عبادت و طاعت کو تا ہی و سستی

کے بنیر تواتر دو نام ہوں۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ولی خاص کی تعریف پوچھی کہ یا رسول اللہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اور اس روایت کو ابو نعیم نے حدیث اولیاء میں نقل کیا ہے اور حدیث قدسی میں ہے کہ میری مخلوق میں میرے مجاہدین و اولیاء وہ ہیں کہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے اور میں ان کے ذکر سے یاد کیا جاؤں اور حقائق آسمانی میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بیٹھنا اٹھنا ان کے پاس اختیار کرو جن کی زیارت تمہیں خدا تعالیٰ نے کی یاد دلائے اور آخرت کی رغبت دلائے اور یہی ہے ولایت خاصہ۔ حق تعالیٰ نے ہمیں اور جملہ طالبین کو نصیب فرماوے۔

الغرض ولایت خاصہ اس امت میں قیامت تک رہے گی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہیرے لوگ ہیں پرانگندہ بال، دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے کہ ان کی ظاہری شکستہ حالی کی وجہ سے کوئی ان کی پرواہ بھی نہیں کرتا (مگر ہیں اولیاء اللہ) کہ خدا تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں کہ فلاں کام اس طرح ہو گا تو یقیناً حق تعالیٰ ان کو سچا بنا دے اور وہ کام اسی طرح فرمادے۔ بعض صوفیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ اور حق تعالیٰ کے بندگان خاص دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور گویا بستر نبوت تمہ ہو چکا مگر بستر ولایت اب تک بچھا ہوا ہے۔

جان لے کہ قطب یعنی غوث کہ محل نظر خداوندی ہوتا ہے۔ سارے عالم میں ہر زمانہ کے اندر ایک شخص ہوتا ہے اور وہ فخر رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاب پر ہوتا ہے۔ پس ہوش کے کانوں سے سن۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ قطب خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی کے درجہ کے برابر ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بڑی سخت غلطی ہے قطب اپنی جگہ ہے اور نبی بہیرے درجے اقطاب سے بلند ہے۔ کیونکہ قطب صاحب شریعت ہرگز نہیں ہوتا اور نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔ اگر جملہ اقطاب ابدال اوتاد اور جملہ نیکو کار مومنین امت، بھی جمع کر لئے جاویں اور ان کے تمام فضائل و کمالات درجہ

کو اکٹھا کر کے نبی کے دریا نہوت میں ڈال دیا جائے تو ان کے سارے کمالات دریا نہوت میں محو و منتشر اور ایسے گم ہو جائیں گے جیسے قطرہ دریا میں۔ پس کسی عاقل کو ہرگز مناسب نہیں کہ جاہلوں کی سی بکواس سے ذہن گندہ کرے اور حلقہ اسلام سے گردن نکال کر ہلاک و برباد ہو اور ظاہر ہے کہ نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیر نبی یعنی ساری امت سے عالی مرتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کا اشتقاق نبو سے ہے اور نبو بلندی کو کہتے ہیں۔
حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رَيْنَا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا
یعنی زندگی کی حالت میں اعلیٰ علیین پر اٹھالیا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے :-
سَرَفَعْنَاكَ اِلَىٰ وَاٰلِهٖنَا لِيَمُنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا -
”ذکر کرتا ہے کہ وہ بیشک صدیق نبی تھے اور ان کو مکانِ عالی میں ہم نے بلند کیا“
”میں تم کو اپنی طرف بلند کرتا ہوں اور گناہوں سے پاک کر کے اپنے عالم بالا کی طرف لاتا ہوں“

نیز ارشاد فرمایا ہے :-

مَنْ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَّرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ -
”ہم نے ان کی روزی زندگی میں ان کے درمیان تقسیم کر دی اور بعض کو بعض مرتبوں میں اونچا بنایا“

یعنی انبیاء کو اولیاء پر فوقیت دی اور اولیاء کو عام مومنین پر اور مومنین کو کافروں پر اور انبیاء کے جملہ غیر انبیاء پر عالی مرتبہ ہونے میں یہ نص صریح ہے۔ اور حق تعالیٰ نے حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شان میں فرمایا ہے :-

فَاَوْحٰى اِلَىٰ عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى -
”و اللہ تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندہ کی طرف جو کچھ بھی وحی کی“

یعنی بلا کسی واسطہ کے جو کچھ اسرار آپ پر القاد فرمائے ان سے بجز حق تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی بھی واقف نہیں۔ نیز فرمایا ہے :-
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا سَأَلَ
”جو کچھ محضہ نے بچشم خود اور لبہ کے مشاہدہ سے

اَفْتَمَارُ ذَنَابِ عَلِيٍّ مَا يَنْدَى - اپنے رب کی زیارت کی آپ کا قلب پاک تکذیب و شک

نہیں کرتا کیونکہ حق تعالیٰ کی ذاتِ صفات کے دیکھنے میں شک رکھتے ہو؟

پس چاہیے کہ ہرگز شبہ نہ کرو اور صحیح و راجح مذہب کی بناء پر یہ زیارت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چہرہ کی انہی آنکھوں سے ہوئی تھی اور ایک بار اور بھی آپ نے حضرت زیارت خداوندی حاصل فرمایا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ سَرَّاهُ نَزَاةً اٰخَرَىٰ عِنْدَ رَبِّهَا دِيكًا مَّحْمُودًا لِّاٰنِ مَعْبُودٍ كُوْدُوْبِيْ مَرْتَبَةٍ مِّمَّنْ يَدْرِيْ الْمُنْتَهَىٰ - راجح میں اسدرة المنتہی کے پاس

یعنی جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ زیارت نصیب ہوئی اس وقت آپ اسدرة المنتہی کے پاس تشریف رکھتے تھے اور ثُمَّ ذَا فَتَدَّتِيْ كَمَعْنِي حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمائے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریب ہوئے اور نہایت قریب ہوئے "بعض اکابر نے کہا ہے کہ قریب ہونے یعنی پردے اٹھ گئے اور اچھی طرح انکشاف ہوا۔ یہاں تک کہ آپ جملہ پردوں سے زیادہ قریب پہنچ کر مرتبہ وصال سے فائز ہوئے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ مقدار دو کمان کی بلکہ اس سے بھی کم درمیان میں فرق رہ گیا۔

ہو شاید ہو جا کہ دو کمان کی برابر فرق رہنا جائے اشکال ہے کہ عارف پر تو اس کی حقیقت واضح ہے مگر جاہل اس میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ تدلی نام ہے حجاب کے اٹھ جانے کا۔ پس جب پردہ اٹھ گیا تو قرب حاصل ہو گیا اور اس قرب کو جاہلوں نے علول سمجھ لیا۔ حالانکہ درحقیقت وہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حجاب مرتفع ہو جانا ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل ۲۱

جان لے کہ ذاتِ نفس کی سیر اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ سیرِ نفس کا بیان | ساک کا نفس مطہر اور شمع کی طرح نورانی بن جائے اور اس وقت اس کی شعاع روحانی عالم میں ہوتی ہے اور سیرِ نفس کا ثمرہ یہ ہے کہ نفس بزرگ

اور با عظمت ہو جائے اور اس کی بزرگی و عظمت سیر کی مقدار پر ہوتی ہے۔

تواضع، عبودیت و فنایت کا بیان | سن لینا چاہیے کہ نفس کی سیر مراقبہ اور حضور اور حق تعالیٰ کی جناب میں

تذلل و تواضع اور عبودیت و تسلیم و انقیاد پر موقوف ہے اور اس بارہ میں بہتیری احادیث وارد ہیں۔ ازاںجملہ یہ کہ شافع دوز محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی حق تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے حق تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرمادیتا ہے۔ اور وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ جانتے بھی ہو کہ کس شے کے سبب ہم نے تم کو ساری مخلوق سے اعلیٰ اور کلیم بنایا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے رب! میں تو نہیں جانتا۔ حکم ہوا ہم نے تم کو دیکھا تھا کہ ہماری عالی بارگاہ میں تواضع کے ساتھ خاک پر پڑے ہوئے تھے۔ پس اس سبب سے ہم نے تم کو سارے آدمیوں سے بالاتر بنا دیا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ فخر الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو حقیر مت سمجھو کہ صغیر مسلمان بھی خدا کے نزدیک کبیر ہے اور ابن عباس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ بنی آدم میں کوئی ایسا نہیں جس کے سر میں دوز بخیریں نہ ہوں۔ ایک زنجیر تو ساتویں آسمان میں ہے اور دوسری زمین میں کھنچی ہوئی ہے۔ پس اگر ابن آدم عاجزی اور تواضع کرتا ہے تو حق تعالیٰ آسمانی زنجیر کے ذریعہ سے اس کو فلک ہفتم سے بالائے جاتا ہے۔ اور اگر تکبر و غرور کرتا ہے تو زمین والی زنجیر کے واسطے سے کرتا ہے اور ساتویں زمین کے نیچے پہنچا دیتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے ہمارے لئے تواضع کی اور مخلوق کے ساتھ نرمی و احسان کے ساتھ گزاری اور میری زمین میں رہ کر تکبر نہیں کیا تو میں اس کا مرتبہ بلند کرتا ہوں یہاں تک کہ اعلیٰ علیین پر لے جاتا ہوں۔ اور اسی قسم کی بہت حدیثیں ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو عبودیت اور تزکیہ نفس میں اختیار حاصل ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے صراحت فرمادیا ہے :-

قَدْ أَقْلَمْتُمْ تَوَكُّتًا - ”بے شک فلاح پائی اُس شخص نے جس نے اپنے نفس

کا تزکیہ کر لیا۔“

یعنی خواہشاتِ نفس کی مخالفت اور مجاہدہ کی تلوار سے نفس کی آلائش اور کدورتوں کو کاٹ ڈالا۔ نیز معلوم کر لے کہ سیر کی وجہ سے انسان کا نفس نورانی ہو جاتا ہے اور یہی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی شان میں فرمایا ہے :-

قَدْ جَاءَكَ مِيثَاقٌ شَدِيدٌ وَرَاحَةٌ نَورٌ
کتابِ مِثَاقِ شَدِيدٍ وَرَاحَةٌ نَورٌ
نور اور دامنِ کتاب“

نور سے مراد حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا
إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَبِرَّاجٍ مُنِيرًا -
وہاں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو نور اور مرشد
سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے
والا اور چراغ منیر بنا کر بھیجا ہے“

منیر روشن کرنے والے اور دوسروں کو نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پس اگر کسی دوسرے کو روشن کرنا انسان کے لئے محال ہوتا تو ذاتِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو اولادِ آدمؑ ہی میں ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنا لیا کہ نورِ خالص بن گئے اور حق تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کے سایہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے متبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور بن گئے۔ چنانچہ ان کی کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پُر اور اتنی مشہور ہیں کہ نقل کی حاجت نہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ -
”جو لوگ ہمارے حبیب پر ایمان لائے ہیں ان کا نور ان
کے آگے اور دائیں جانب دوڑنا ہوگا۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے :-

يَوْمَ تَسْرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ
بِأَيْمَانِهِمْ -

یاد کرو اس دن کو جب کہ مومنین کا نور ان کے آگے اور
دائیں طرف دوڑتا ہوگا اور منافقین کیس گے کہ ذرا
ٹھہر جاؤ تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں۔“

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت
سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مومنین کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔
نیز آپ نے اس طرح دعا کی ہے کہ اے میرے اللہ! میرے سمع اور بصر اور قلب کو
نور بنا دے، بلکہ یوں عرض کیا کہ خود مجھ کو نور بنا دے۔

پس اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یہ دعا کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ محال بات کی دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ کہتے ہیں کہ
ابوالحسن نوری کو نوری کہتے ہیں اس لئے کہ بارہا ان سے نور دیکھا گیا تھا اور تبہیرے
خواص و عوام صلحاء و شہداء کی قبرستانوں سے نور اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ نور
ان کے نفس زاکیہ ہی کا نور ہے کہ جب نفس کا کام عالی ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن
میں سرایت کر جاتا اور بدن کا مزاج و طبیعت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر نفس
بدن سے جدا بھی ہو جاتا ہے تب بھی وہ بدن نور کی آمد و رفت کا ایسا
ہی منبع و منفذ بنا رہتا ہے جس طرح زندگی اور نفس کے باقی رہنے کے
وقت بنا ہوا تھا۔

بندہ کو لازم ہے کہ اپنے نفس کی عبودیت اور اس کی مفلحت
خلاصہ طریقیت اور مراقبہ و حضور کا پوری حفاظت کے ساتھ لحاظ رکھے
اور ایک لحظہ بھی کاہلی و غفلت نہ کرے کہ محافظت اور نگہداشت کا لحاظ رکھنا تو

لَهُ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا نَارَ النَّارِ مِن تَحْتِهِمْ يَوْمَ ذَٰلِكَ

بندہ کا کام اور اس کے کسب و اختیار کے متعلق ہے اور سیر کی توفیق دینا فضل خداوندی کے ہاتھ سے ہے اور یہ توفیق ہدایت رغبت و مسرت و بشاشت کے ساتھ عبودیت اختیار کرنے اور مطیع و محکوم بن جانے پر موقوف ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ بہیرے لوگوں نے مجاہدہ و ریاضت اور اکتساب کیا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بالاسے بالا پہنچا دیا اور ملائکہ و انبیاء کے ساتھ ایسا ملا دیا (جیسے خاص غلام ہر وقت آقا کے ساتھ رہتے ہیں) اور بہیروں نے اس میں کاہلی کی اور کسل مند بنے یہاں تک کہ ان کے کسل نے ان کو درک اسفل اور جہنم کے طبقہ ذریں میں لا ڈالا (پس وصول الی اللہ کو توفیق و فضل خداوندی کا ثمرہ کہنا بھی صحیح ہے کہ بغیر توفیق کے ہمت بھی ہوتی اور ریاضت و مجاہدہ کا ثمرہ کہنا بھی صحیح ہے کہ فضل خداوندی اہل ہمت ہی پر ہوتا ہے) الغرض نفس کو منور بنانا اور تزکیہ کے لئے بندہ بننا اور حکم کافرماں بردار ہو جانا اور اس غلامی و خدمت گزاری کے بشاشت و مسرت رکھنا بڑی ضروری شرط ہے۔ بلکہ چاہیے کہ اپنی غلامی پر فخر کرے اور بندگی کو اپنی عزت سمجھے یا اللہ ہم کو نصیب فرما اپنی محبت اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کہ یہ ساری باتیں محبت ہی کی فرع ہیں اور محبت تیری توفیق کے بغیر محال ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ یہ حدیث جو اوپر گزری کہ موسیٰ علیہ السلام خاک پر لوٹنے کے سبب اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تو یہ ان کا لوٹنا اس خاک اور زمین پر نہ تھا بلکہ اس سے مراد عالم ارواح کے اندر نفس اور روح کا روحانی خاک پر لوٹنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لوٹنا بندہ کا کسب ہے اور اس لوٹنے کا طریق وہی جانتا ہے جو عالم ارواح میں ہو اور جو شخص اس کا سیکھنا چاہے وہ اس کے جاننے والوں سے حاصل کرے اسی وجہ سے اس راستہ کے لئے شیخ کا دامن پکڑ لے اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے کی ضرورت پڑی کہ وہ عالم ارواح میں پہنچا ہوا ہے اس لئے اس کا طریق وہی بتا سکتا ہے) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے تو ہر روز ایک بار اس خاک پر لوٹا کرتے تھے اور جب مدارج کمال بند ہو گئے تو ہر دن میں ہزار بار لوٹا کرتے تھے پس دیکھو یہ نہ

سمجھے کہ جب خاک پر ٹوٹنے سے رفعت مل گئی تو اب اپنے کو کچھ سمجھنے لگے اور نوٹنا چھوڑ دیا۔
کیونکہ انسان کی ذات و صفات جس قدر اعلیٰ و عات تر اور منور بنتی جاتی ہیں اسی قدر اس کی
عبادت و حمد خالق و حسن ادب و اخلاص و عبودیت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فائدہ مند علم وہ ہے جو صاحب
علم کو تکبر زائل کرنے کے بعد تواضع اور مخالفت کے بعد عزت اور رغبت کے دفع
کرنے کے بعد نہ ہد کی میراث بخشے۔ اور وہ علم کہ جس نے اپنے اٹھانے والے
صاحب علم کو عجز کے بعد تکبر اور گناہی کے بعد شہرت کا نتیجہ دیا تو وہ وہی علم ہے جس
سے فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پناہ چاہی ہے کہ ”الہی غیر مفید علم سے میں
پناہ مانگتا ہوں“ نیز شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ معرفت کی
ابتداء ستاروں کی طرح روشن ہوتی ہے اور اس کا درمیانی حصہ چمکتے ہوئے چاند
کے مثل اور اس کا آخر کھلے ہوئے سورج جیسا کہ ساری تارکیوں کو نور سے بدل دیتا
اور تمام عیبوں سے پاک بنا کر یقین کی تجلیات سے سینہ اور قلب کے میدان کو مجلی
فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ طالبین کو نصیب فرماوے اور غفلت شعاروں کی نیند
اور نادانوں کی خواب سے بیدار فرماوے اور ہر قسم کی حمد اللہ رب العالمین کے
لئے ہے اور قیامت تک نازل ہوں کامل و سقوی اور سدا بڑھنے والی رحمتیں اور
درود اس کے حبیب پر جو سارے نبیوں اور پیغمبروں کے سردار ہیں۔ نیز ان کی اولاد
اور صحابہ پر جو پاک صاف ہیں اور ان پر جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور ان کو محبوب سمجھا۔
اللہ تعالیٰ راضی ہو ہم سے اور ان سب سے آمین یا رب العالمین۔

طالبِ دعا عاشقِ الہی عنی عنہ مترجم



اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا مِفْتَاحًا

يعني

عقائد علماء السنن الربوبية

تالیف

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری قدس سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۲۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنن والجماعت

از

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقات ترمذیہ جدیدہ



ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰ - انارکلی لاہور



مع
فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مجموعہ

فقہیہ العصر، قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید محمد رشید گنگوہی قسری

کے فتاویٰ، رسائل اور تصانیف کا مجموعہ



ادارہ اسلامیات لاہور

- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مجموعہ
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ المناہک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المعتدی فی قراۃ المقتدی
- القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات التراویح
- فتویٰ مولد شریف
- رد الطغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجماعۃ فی القری
- فتویٰ احتیاتیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تذکرۃ الشیخ

سوانح قدوۃ العلماء زبیدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب العالم
حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

تالیف

حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الہی صاحب مکتبہ معنی نورا اترک

اکادۃ اسلامیات

انارکلی ○ لاہور

وَقَالَ الْعَبَّادِيُّ يَقُولُوا لِتِي هِيَ أَحْسَنُ

حکیم الامت

ترسیم و اضافہ شدہ آخری ایڈیشن

حکیم الامت محمد علی شاہ حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ اعزیز
کی سوانح حیات اور خانقاہ شرفیہ کا تفصیلی خاکہ، آپ کی خصوصیات زندگی بھروسہ و سلوک کے
ضوابط، جہادی تجدیدی انفرادیت انداز تعلیم و تربیت دیگر مفید مضامین و ملفوظات کا منتخب
اور ان کی تشریحات کو خاص ترتیب کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے

ارشادات و افادات

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی قدس سرہ
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ اعزیز

مترتب: جناب مسعود حسن علوی مرحوم

انارکلی لاہور ۲

